آسان الفیہ و شرح ابن عقیل

اردو

بقلم استاذ جاوید انور صدیقی

سابق استاذ جامعہ سلفیہ فیصل آباد

حال۔ جامعہ عربیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

مکتبۃ صدیقیۃ

صدر بازار لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آسان الفیہ و شرح ابن عقیل جاوید انور صدیقی بن محمد شریف ۱۹۵۴م
(اردو)

شرح ابنِ عَقِیل .... قَاضِی الْقُضَاۃِ بَہَاءُ الدِّیْنِ عَبْدُاللہ بن عَقِیل ۶۹۸ھ - ۷۶۹ھ

اَلْفِیَۃ .... لِلْاِمَامِ الْحُجَّۃِ الثَّبْتِ اَبِیْ عَبْدِاللہِ مُحَمَّدٍ جَمَالِ الدِّیْنِ بن مَالک ۶۰۰ھ - ۶۷۲ھ

اَلْجُزْءُ الْاَوَّلُ

"مَا تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ"
"اَنْحٰی مِنْ ابْنِ عَقِیْلٍ"
(اَبُوحَیَّان)

آئینہ فہرست

نمبر شمار | صفحہ

والے حرف جار سے مجرور ضمیر حذف ہوسکتی ہے۔ ☆ حروف جارہ مختلف

۷- المعرفة باداة التعريف

☆ منقول عنہ کی طرف اشارے والا ال کونسا ہے؟ ☆ ال کب حذف ہوتا ہے؟

۸- الابتداء ۱۰۸

☆ مبتدا کے حالات اور اعراب۔ ☆ مبتدا و خبر کے عوامل۔ ☆ خبر کی تعریف۔ ☆ خبر مفرد و جملہ ہوتی ہے۔ ☆ جملہ کی اقسام۔ ☆ خبر مفرد کی اقسام۔ ☆ خبر مشتق کے ساتھ ضمیر ظاہر کب لاتے ہیں؟ ☆ خبر ظرف یا جار مجرور آجاتی ہے۔ ☆ ظرف زمان کب اور کس کی خبر بنتی ہے؟ ☆ نکرہ کب مبتدا ء بنتا ہے؟ ☆ خبر کا متاخر ہونا اصل ہے۔ ☆ خبر مقدم کب ہوگی؟ ☆ جہاں تاخیر خبر واجب ہے۔ ☆ مبتدا و خبر کو کب حذف کرتے ہیں؟ ☆ وجوبا حذف خبر کی جگہیں۔ ☆ جہاں حذف مبتداء واجب ہے۔ ☆ کیا مبتدا کی خبریں ایک سے زیادہ ہوتی ہیں؟

۹- کان و اخواتها ۱۴۳

☆ لیس حرف ہے یا فعل۔ ☆ ان میں سے کچھ مشروط عمل کرتے ہیں اور کچھ غیر مشروط۔ ☆ ظل، بات، اضحی وغیرہ کا معنی۔ ☆ افعال ناقصہ کی اقسام۔ ☆ افعال ناقصہ کا مصدر بھی عامل ہوتا ہے۔ ☆ افعال ناقصہ کی خبر وسط میں آجاتی ہے؟ ☆ کیا خبر دام کو مقدم کرنا منع ہے؟ ☆ کلام مصنف کا مفہوم۔ ☆ فعل تام و ناقص کی وضاحت۔ ☆ کان وغیرہ کا معمول خبر کب مل کر آئے گا۔ ☆ کان وغیرہ میں ضمیر شان بطور اسم کب مقدر ہوگی۔ ☆ کان زائدہ کیا ہے؟ ☆ کان زائد کہاں ہوگا؟ ☆ کان اپنے اسم سمیت کب حذف ہوگا؟ ☆ کیا کان کے مضارع مجزوم کا نون حذف ہوگا؟

۱۰- ما، لا، لات و ان المشبهات بليس ۱۶۰

☆ ما نافیہ کو لیس والا عمل کب ملے گا؟ ☆ کیا حرف جر و ظرف خبر مقدم ہوسکتے ہیں؟ ☆ ما کے عمل کے لی شروط۔ ☆ شرط ثالث ورابع۔ ☆ شرط خامس وسادس۔ ☆ ما کے منصوب کے بعد بل ولکن کے ساتھ معطوف کو رفع دینے کا مسئلہ۔ ☆ کیا لیس کی خبر پر با جارہ زائدہ آتی ہے؟ ☆ لیس والا عمل کرنے والے حروف کونسے ہیں؟ ☆ کیا ان نافیہ عامل ہے؟ ☆ لات کیا ہے؟

۱۱- افعال المقاربة ۱۷۱

☆ افعال مقاربہ کی اقسام۔ ☆ افعال مقاربہ کا عمل۔ ☆ عسی کی خبر کا ان بغیر آنا کیسا ہے؟ ☆ کیا حری عسی کی طرح ہے؟ ☆ اخلولق کی خبر پر ان کا کیا حکم ہے؟ ☆ کرب کی خبر پر ان کا کیا حکم ہے؟ ☆ کاد و اوشک کے مضارع کا استعمال۔ ☆ عسی، اخلولق و اوشک کب خبر منصوب سے بے پرواہ ہوتے ہیں؟ ☆ عسی کو ضمیر مقدر سے کب خالی رکھتے ہیں؟ ☆ عسیت میں سین کا فتحہ و کسرہ جائز ہے۔

۱۲- ان و اخواتها ۱۸۳

☆ ان وغیرہ کا عمل کان کے عمل کے الٹ ہے۔ ☆ ان وغیرہ کے اسم خبر میں معروف ترتیب ہی رہے گی۔ ☆ مفتوح الہمزہ ان کہاں کہاں ہوگا۔ ☆ مکسور الہمزہ ان کہاں کہاں ہوگا؟ ☆ ان و ان (دونوں طرح کا جواز) کہاں کہاں ہوگا؟ ☆ ان مکسور کی خبر پر لام ابتدا آجاتی ہے۔ ☆ ان مکسور کی منفی خبر پر لام ابتدا نہ آئے گی۔ ☆ اسم و خبر کے وسط میں آنے والے معمول خبر....... پر لام داخل ہوتی ہے۔ ☆ ان ان کا عمل باطل کب ہوتا ہے؟ ☆ ان کے منصوب اسم پر عطف کرکے مرفوع پڑھنا کب جائز ہے؟ ☆ ان مخفف کا عمل قلیل ہوتا ہے۔ ☆ ان کب مخفف نہ ہوگا؟ ☆ ان کے اسم و خبر میں فاصل کب آتا ہے اور کیا آتا ہے؟ ☆ فواصل کی تفصیل۔ ☆ کان مخفف کا اسم منصوب محذوف بھی ہوجاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاثرات

برصغیر کے مشہور نحوی صرفی خاندان کے چشم وچراغ شیخ
حفیظ الرحمٰن لکھوی حفظہ اللہ مدیر جامع شیخ الاسلام ابن تیمیہ
شیخ الحدیث عبد الرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ جامع شیخ الاسلام ابن تیمیہ

الحمدللہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الامین امابعد !

یاد رہے کہ سب سے افضل علم قرآن و حدیث کا علم ہے اور یہ انسان کا سب سے بہترین زاد راہ ہے چنانچہ حضرت عثمان ﷛ کی مرفوع حدیث میں ہے خیر کم من تعلم القرآن و علمہ (بخاری) قرآن کو سیکھنے والے اور سکھانے والے سب سے بہترین ہیں۔ اسی طرح عبد اللہ بن مسعود ﷛ سے مرفوعا مروی ہے نضر اللہ امرا سمع مناشیافبلغہ کماسمعہ (ترمذی) اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی چیز سنی پھر جس طرح سنی اسی طرح آگے پہنچا دی۔

قرآن و حدیث کو کماحقہ سمجھنے کے لیے عربی زبان جاننا ضروری ہے اور عربی زبان معلوم کرنے کے لیے صرف و نحو کا جاننا ضروری ہے اسی لیے کہا گیا ہے الصرف ام العلوم و النحو ابوھا یعنی علم صرف علم عربی کی ماں اور نحو باپ کی طرح ہیں۔ نحو کو جاننا اس لیے ضروری ہے کہ کسی جملے کا معنی اس وقت تک تحقیق سے معلوم نہیں ہوسکتا جب تک اس کی ترکیب کا علم نہ ہو اور نحوی ترکیب کی سمجھ فن نحو کے بغیر نہیں ہو سکتی اور اس کے بغیر عربی کلام کا ترجمہ کرتے وقت غلطی کا امکان زیادہ ہوتا ہے فن نحو و صرف کے بغیر طالب علم بے پر پرندے کی طرح ہوتا ہے۔

امام النحو سیبویہ ﷫ کا واقعہ ہے کہ طالب علمی کے دور میں ایک روز ان کے استاذ حماد بن سلمہ ﷫ نے کسی حدیث میں الفاظ لیس ابا الدرداء املاء کروائے یعنی ابا الدرداء کو لیس کی خبر کی بنا پر منصوب پڑھا اور ھو ضمیر مستتر کو اس کا اسم تو سیبویہ نے ان کو ادا کرتے وقت طلباء کے سامنے لیس ابو الدرداء کہا شیخ نے کہا غلط لفظ نہ بتاؤ لیس ابا الدرداء ہے اس گرفت پر سیبویہ کو ندامت ہوئی اور دل میں سوچا کہ میں وہ علم کیوں نہ سیکھوں جو ایسی غلطی سے بچا سکے چنانچہ انہوں نے محنت سے اس فن کو حاصل کیا اور ایک ضخیم کتاب تصنیف کی (العلم و العلماء لعبد الروف جھنڈ انگری ص ۵۹) اور حافظ ابن الصلاح ﷫ فرماتے ہیں کہ حدیث کے طالب علم کے لیے اتنی نحو و لغت حاصل کرنا ضروری ہے کہ حدیث نبوی میں غلطی و تحریف سے محفوظ رہ سکے اور حماد بن سلمہؒ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص نحو پڑھنے کے بغیر حدیث کا طالب ہوگیا اس کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جس

کے منہ پر خالی تھیلا لگا دیا گیا ہو یعنی اس میں جو (چارہ) نہ ہو (مقدمہ ابن الصلاح مع شرح العراقی ۱۹۱) یہ بات بھی یاد رہے کہ ہر فن میں مہارت حاصل کرنے کے لیے اچھے اساتذہ اور اچھی کتب کا انتخاب ضروری ہے تاکہ وقت کم صرف ہو اور فائدہ زیادہ' ہر فن میں مختلف انداز کی کتب ہوتی ہیں کئی تو بے حد لمبی اور کئی نہایت مختصر اور مغلق اور کئی معتدل اور متوسط اور آخری قسم سب سے بہتر ہے جب متوسط ہونے کے ساتھ آسان بھی ہو تو ایسی کتب کے پڑھنے اور پڑھانے سے نحو پڑھنے کی غرض جلدی حاصل ہو جاتی ہے۔ فن نحو و صرف میں سب سے زیادہ مربوط کتاب الفیہ ابن مالک ہے (اس کے مصنف امام جمال الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن مالک اندلسی ﷫ ساتویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے ہیں قراءات' لغت عربی' نحو و صرف' عربی ادب' نظم و نثر اور حدیث وغیرہ میں تبحر ہونے کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ میں بھی منفرد تھے موصوف متعدد کتب کے مصنف ہیں صحیح بخاری کی نحوی مشکلات کے حل سے لیے شواہد التوضیح و التصحیح لحل مشکلات الصحیح نام کی ایک بہترین کتاب لکھی (حافظ ابن حجر ﷫ نے فتح الباری میں متعدد مقامات پر اس سے اخذ کیا ہے۔ اس میں ۷۱ بحوث ہیں اور ۲۱۲ عربی اشعار بطور استشہاد پیش کیے ہیں۔) جس کا اصلی نام خلاصہ ہے عرب میں یہ کتاب بڑی مشہور ہے اور اس کو بڑی مقبولیت حاصل ہے اس کی تصنیف کے بعد علمائے نحو نے دوسری کتب نحو کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی بلکہ اس پر کام کرنا شروع کر دیا۔ بڑے بڑے علماء نے اس کی شروح لکھی ہیں۔ محی الدین عبدالحمید نے اس کی ایک درجن شروح کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے اس کی بے شمار شروح ہیں۔ ان شارحین میں ابن ہشام انصاری ﷫ اور عبداللہ بہاء الدین بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن عبداللہ ابن عقیل قرشی خاص طور سے شامل ہیں۔ ابن ہشام کے بارے میں ابن خلدون نے لکھا ہے کہ وہ سیبویہ سے بڑے نحوی ہیں اور ابن عقیل کے بارے میں ابوحیان (انحائہ هذا به لنحو) نے لکھا ہے ما تحت ادیم السماء انحی من ابن عقیل آسمان کے تلے ابن عقیل سے بڑا نحوی کوئی نہیں۔

ابن عقیل کی شرح الفیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں طول ممل اور اختصار مخل نہیں اور انداز بیان بالکل سہل ہے اور مسائل کی تحقیق بھی اچھے انداز میں کی گئی ہے۔ اسے پڑھنے سے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے شارح کسی طالب علم کو بہت آسان لفظوں میں احسن طریقے سے کوئی بات سمجھا رہے ہیں ابن عقیل کو یہ ملکہ تھا کہ مشکل بات کو عام فہم کر کے سمجھا دیتے تھے اس شرح کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ شارح کے خلوص کا نتیجہ یہی ہے کہ اس شرح کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی بعد میں آنے والوں میں سے کئی ایک علماء کبار نے اس پر کام کیا کسی نے اس کی شرح لکھی جیسا کہ حاشیہ خضری ہے اور کسی نے اس کی توضیح کی جیسا کہ محی الدین عبدالحمید ہیں اور کسی نے اس کے

شواہد کی تفصیلی شرح کی جیسا کہ جرجاوی وغیرہ ہیں اور بعض نے اس کا اختصار بھی کیا ہے۔
جن طلبہ یا اساتذہ نے ابھی تک اس شرح کا مطالعہ نہیں کیا وہ اس فن کے کافی حصے سے محروم ہیں۔

میں اپنے ان بھائیوں کو ناصحانہ مشورہ دیتا ہوں جو عمر عزیز کا اکثر حصہ کافیہ اور شرح جامی اور اس کی شروح حاشیہ عبد الغفور اور عصام وغیرہ کی لفظی پیچیدگیوں اور قیل و قال کے حل میں صرف کرتے ہوئے اس فن کی روح سے بے خبر رہے ہیں کہ وہ اس شرح ابن عقیل کا ضرور مطالعہ کریں۔ اگر وہ کم وقت میں زیادہ فائدہ کے متمنی ہیں تو اس ترجمہ سے فائدہ حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے محترم بھائی قاری جاوید انور صدیقی صاحب حفظہ اللہ کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے طلبہ مدارس عربیہ کے فائدے کے لیے اس اہم کتاب کو اردو ترجمے کا لباس پہنا دیا ہے۔ مجھے اس ترجمے کے پڑھنے کا موقعہ ملا پڑھنے کے بعد یہ اندازہ لگایا کہ اس ترجمے سے الفیہ پڑھنے والے طلبہ کی سب مشکلات دور ہو جائیں گی (انشاء اللہ) اور مدرسین کو بھی حل الفیہ کے لیے کافی مدد ملے گی۔ اور شرح ابن عقیل کا یہ پہلا اردو ترجمہ ہے جو زیور طبع سے آراستہ ہو کر قارئین کی خدمت میں پیش ہو رہا ہے۔ طلبہ اس کا مطالعہ کرکے شرح ابن عقیل کی قدر و قیمت کا خود ہی فیصلہ کریں گے اس ترجمہ میں محترم فاضل محترم حفظہ اللہ نے اس کے عربی شواہد کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ محل شاہد اور وجہ الاستشہاد بتانے کا بھی اہتمام کیا ہے جس کے سمجھنے کی طالب علم کو اشد ضرورت ہوتی ہے۔

ضرورت کے مطابق غریب الفاظ کے معانی حاشیے میں بتا دیئے ہیں۔ پھر ابیات الفیہ اور شواہد شرح پر اعراب بھی لگا دیئے ہیں۔ تاکہ پڑھنے میں آسانی ہو نیز ترجمے کو سلیس اور عام فہم کرنے کی حتی الوسع کوشش کی ہے تاکہ قاری کو کسی طرح کی مشکل پیش نہ آئے لیکن اس کی باوجود بتقاضائے بشریت اس میں غلطی کا امکان پھر بھی موجود ہے۔ اس لیے کہ یہ شان اللہ عزوجل کی کتاب کی ہے کہ اس میں ہر طرح کا کمال ہی کمال ہے اور نقص و عیب سے بالکل مبرا ہے (لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه) اللہ تعالیٰ فاضل مترجمہ (حفظہ اللہ) کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس قحط الرجال کے دور میں ایک مفید کام کرنے میں قدم رکھا ہے اور ان کو اس کتاب کے باقی تین حصے بھی قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی توفیق دے جن کا ترجمہ وہ کر چکے ہیں تاکہ قارئین حضرات پوری کتاب سے کماحقہ مستفید ہوں اور ان کے لیے آخرت کے لیے بہتر زاد سفر بنا دے۔ آمین

شیخ حفیظ الرحمٰن لکھوی
مدیر جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور

عبد الرحمٰن ضیاء
شیخ الحدیث جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور

شیخ الحدیث جامعہ عربیہ گوجرانوالہ
ومہتمم جامعہ عربیہ گوجرانوالہ

الحمدللہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی اشرف المرسلین امابعد

کتاب وسنت کا فہم حاصل کرنے کے لیے علم نحو کا احتیاج ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس کے بغیر کلام کے الفاظ کا باہمی ربط و ترکیب معلوم نہیں ہوسکتی۔جس کی وجہ سے بعض اوقات معانی و مطالب یکسر بدل جاتے ہیں روایات میں ہے کہ عہد فاروقی میں ایک اعرابی نے لوگوں سے کہا،کوئی ہے جو مجھے محمد ﷺ پر نازل شدہ کلام الٰہی کا کچھ حصہ پڑھائے۔اس پر ایک شخص نے اس کو سورہ براۃ کی چند آیتیں پڑھائیں اور آیت ان اللہ بریٔ من المشرکین و رسولہ میں لفظ رسولہ کو جر کے ساتھ پڑھا۔اعرابی نے کہا کہ کیا اللہ اپنے رسول سے بری ہے۔اگر ایسا ہی ہے تو میں بھی اس سے بری ہوں۔یہ قصہ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو انھوں نے اس اعرابی کو بلا کر فرمایا کہ یہ اس طرح نہیں بلکہ یوں ہے ان اللہ بریٔ من المشرکین و رسولہ یعنی رسولہ کا لام مضموم ہے۔

چنانچہ بعض روایات کے مطابق حضرت عمرؓ اور بعض کے مطابق حضرت علیؓ کے حکم سے اس علم کی تدوین کا باقاعدہ آغاز ہوا۔جس کے بغیر ہر دور کے علماء نے اس فن میں کتب تصنیف کیں۔اس سلسلے میں چند یگانہ روزگار ہستیاں ایسی ہیں جنہیں اس فن میں امام تسلیم کیا جاتا ہے۔ان میں ایک انتہائی نمایاں نام جمال الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن مالک اندلسی ثم الدمشقی کا ہے جن کی علمی خدمات پر علامہ شرف الدین حصنی نے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

بلسان الاعراب یاجامع الاعراب یا مفهما لکل مقال
یافرید الزمان في النظم والنثر في نقل مسندات العوال
کم علوم بثثتها في اناس علموا مابثثت عندالزوال

علامہ کی یہ تصنیف (الفیہ) علم نحو کی ایسی جامع کتاب ہے کہ بڑے بڑے نامور علماء نے اس کی شروح لکھیں لیکن ان شروح میں سے جو شہرت و عزت قاضی القضاۃ بہاء الدین عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن محمد بن محمد القرشی الہاشمی المصری (جو سیدنا عقیل بن ابی طالب کی نسل سے ہیں اور اسی نسب سے ابن عقیل کہلاتے ہیں) کی شرح کو حاصل ہوئی ہے۔ کسی دوسری شرح کو حاصل نہیں ہو سکی۔ اس کتاب پر جہاں عربی میں بہت سے حواشی و تعلیقات اور شروح ملتی ہیں وہاں جرمن زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ ضرورت تھی کہ اردو زبان میں اس کا سلیس اور عالمانہ ترجمہ ہو، مجھے اپنے فاضل دوست جناب قاری جاوید انور صدیقی صاحب کی کتاب ''آسان الفیہ و شرح بن عقیل'' (اردو) دیکھ کر بہت خوشی ہوئی میں نے جستہ جستہ مقامات سے اس کتاب کو پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو سب اہل علم کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔ جنہوں نے انتہائی عرق ریزی سے اس جامع و وقیع کتاب کو آسان سے آسان تر بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اس کتاب سے جہاں طلبہ کے لیے استفادہ بہت سہل بنا دیا گیا ہے وہاں اہل علم اور مدرسین کے لیے بھی یہ کتاب بہت مفید ہے۔ اس طرح جو لوگ شرح ابن عقیل اور مشکل کو لازم و ملزوم سمجھ کر اس کتاب سے استفادہ نہیں کرتے تھے، ''آسان الفیہ و شرح ابن عقیل'' نے ان کا عذر ختم کر دیا ہے۔ امید ہے کہ اہل علم اسے ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مترجم کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور انہیں مزید دینی و علمی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واللہ ھو الموفق والمعین

شیخ محمد انور قاسمی
مہتمم جامعہ عربیہ گوجرانوالہ

شیخ محمد عارف
شیخ الحدیث جامعہ عربیہ گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ۔ اَمَّا بَعْدُ

قَالَ مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ مَالِكٍ   اَحْمَدُ رَبِّي اللّٰهَ خَيْرَ مَالِكِ

ترجمہ: ”محمد بن مالک نے کہا ہے کہ میں اپنے پالنے والے اللہ کی تعریف کرتا ہوں جو بہت اچھا مالک ہے“۔

مُصَلِّيًا عَلَى الرَّسُوْلِ الْمُصْطَفٰى   وَاٰلِهِ الْمُسْتَكْمِلِيْنَ الشَّرَفَا

ترجمہ: ”صلاۃ بھیجتے ہوئے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ ؐ کی آل پر جو عزت و شرف کو مکمل کرنے والے ہیں“۔

وَاَسْتَعِيْنُ اللّٰهَ فِيْ اَلْفِيَهْ   مَقَاصِدُ النَّحْوِ بِهَا مَحْوِيَهْ

ترجمہ: ”اور الفیہ (نامی کتاب لکھنے میں) اللہ کی مدد چاہتا ہوں۔جس میں نحو کے اہم مقاصد جمع کئے گئے ہیں“۔

تُقَرِّبُ الْاَقْصٰى بِلَفْظٍ مُوْجَزِ   وَتَبْسُطُ الْبَذْلَ بِوَعْدٍ مُنْجَزِ

ترجمہ: ”وہ (الفیہ) دور کی (یعنی مشکل) بات کو مختصر الفاظ میں قریب (یعنی آسان) کر دیتی ہے اور بڑی سخاوت کرتی ہے“۔

وَتَقْتَضِيْ رِضًا بِغَيْرِ سُخْطِ   فَائِقَةً اَلْفِيَةَ ابْنِ مُعْطِ

ترجمہ: ”اور یہ (میرا الفیہ) (علامہ) ابن معطی کے الفیہ پر فوقیت رکھنے کے ساتھ ساتھ (اپنے پڑھنے والے کی) خوشی چاہتا ہے۔نہ کہ ناراضگی (یعنی جو اس کو پڑھے گا خوش ہو گا نہ کہ ناراض چونکہ یہ آسان ہے)

وَهُوَ بِسَبْقٍ حَائِزٌ تَفْضِيلاَ ۞ مُسْتَوْجِبٌ ثَنَائِيَ الْجَمِيلاَ

ترجمہ: اور وہ (علامہ ابن معطی) زمانہ و فائدہ پہنچانے میں مجھ سے پہلے ہونے کی وجہ سے میری طرف سے مدح جمیل کا مستحق ہے۔ ○

وَاللّٰهُ يَقْضِي بِهِبَاتٍ وَافِرَهْ ۞ لِي وَلَهُ فِي دَرَجَاتِ الْآخِرَهْ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ میرے لئے اور اس کے لئے آخرت کے درجات میں وافر انعامات کا فیصلہ فرمائے۔

--- m m m---

اَلْکَلَامُ وَمَایَتَاَلَّفُ مِنْهُ

کَلَامُنَا لَفْظٌ مُفِیْدٌ : کَاسْتَقِمْ ، وَاسْمٌ ، وَفِعْلٌ ثُمَّ حَرْفٌ - اَلْکَلِمْ

ترجمہ: ہماری اصطلاح میں کلام وہ لفظ ہے جو (پورا پورا) فائدہ دے جیسے (اِسْتَقِمْ — سیدھے رہو) اور (کلمہ کی تین اقسام ہیں) اسم، فعل اور حرف۔

وَاحِدُهُ کَلِمَةٌ ، وَالْقَوْلُ عَمّ وَکِلْمَةٌ بِهَا کَلَامٌ قَدْ یُؤَمّ

ترجمہ: اَلْکَلِمُ کا واحد کَلِمَةٌ ہے اور (لفظِ) قَوْلٌ عام ہے [یعنی کلام ، اَلْکَلِمُ اور کَلِمَةٌ سب پر بولا جاتا ہے] اور کبھی کلمہ بول کر کلام بھی مراد ہوتی ہے۔

(ش) علماء نحو کے نزدیک کلام ایسے لفظ کو کہتے ہیں جو سننے والے کو نسبت کلمیہ کا ایسا فائدہ دے کہ سامع کے نزدیک اس پر متکلم کا خاموش ہونا اچھا ہو۔

اَللَّفْظُ — کلام ، کلمةٌ، کَلِم اور لفظِ مہمل (دَیْزٌ) و لفظِ مستعمل (عَمْرٌو) سب کو شامل ہے۔

اَلْمُفِیْد کہنے سے مہمل خارج ہو گیا۔

فَائِدَةٌ ، یَحْسُنُ السُّکُوْتُ عَلَیْهَا کہنے سے کلمہ اور بعض اَلْکَلِم خارج ہوئے۔

نوٹ:- بَعْضُ الْکَلِم کا مطلب ہے کہ ایسا فقرہ جو تین یا تین سے زائد کلمات ملا کر بنایا جائے ۔مگر اسے سن کر خاموشی ٹھیک نہ ہو (یعنی مطلب واضح نہ ہو) جیسے اِنْ قَامَ زَیْدٌ۔

کلام صرف دو اسموں سے مل کر بنتی ہے یا ایک اسم اور ایک فعل سے (جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ وَقَامَ زَیْدٌ)۔

اور مصنف نے لفظِ اِسْتَقِمْ بولا ہے اور یہاں فعل امر اور فاعل مستتر سے مل کر کلام

بنی ہے اور تقدیر عبارت ہے۔ اِسْتَقِمْ اَنْتَ۔

یہ مثال ہی ایسی پیش کر دی گئی ہے کہ فَائِدَۃٌ یَحْسُنُ السُّکُوْتُ عَلَیْھَا کہنے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ یعنی کلام وہ لفظِ مفید ہے جو اِسْتَقِمْ کی طرح مکمل فائدہ مند ہو۔ مصنف نے لفظ کَکَلَامُنَا اس لیے بولا ہے تاکہ معلوم ہو کہ کلام کی تعریف نحویوں کی اصطلاح کے مطابق کی جا رہی ہے نہ کہ لغویوں کی اصطلاح کے مطابق چونکہ لغویوں کی اصطلاح میں ہر اس چیز کا نام کلام ہے جس کے ساتھ کلام کی جائے وہ خواہ مفید ہو یا غیر مفید۔

وَ اَلْکَلِم اسم جنس ہے اور اس کی واحد کَلِمَۃٌ ہے اور کلمہ (کے تین حال ہیں) اسم ہو گا یا فعل ہو گا یا حرف۔

چونکہ اگر وہ اپنا ذاتی معنی زمانہ سے ملے بغیر خود دے گا تو وہ اسم ہو گا اور اگر زمانہ سے ملا ہو گا تو وہ فعل ہو گا۔ اور اگر ذاتی کی بجائے غیر کا معنی دے گا تو وہ حرف ہو گا اَلْکَلِم- وہ ہے جو تین یا تین سے زائد کلمات سے مرکب ہو جیسے اِنْ قَامَ زَیْدٌ-

اَلْکَلِمَۃُ ھِیَ اللَّفْظُ الْمَوْضُوْعُ بِمَعْنًی مُفْرَدًا (کلمہ وہ لفظ ہے جو مفرد معنی کے لیے بنایا گیا ہو) اَلْمَوْضُوْعُ لِمَعْنًی کہنے سے مہمل لفظ خارج ہوا جیسے دَیْز -

مفرد کہنے سے کلام خارج ہو گئی چونکہ کلام غیر مفرد معنی کے لیے وضع کی گئی ہے۔ پھر مصنف ؒ نے فرمایا ہے لفظِ قول سب کو شامل ہوتا ہے یعنی کلام پر واقع ہوتا ہے ایسے ہی کَلِم پر اور کَلِمَۃٌ پر بھی واقع ہوتا ہے۔ جبکہ بعض نحویوں نے گمان کیا ہے کہ لفظ قول کا اصل استعمال مفرد کے لئے ہے۔

پھر مصنف نے کہا ہے کہ کبھی کبھی کلمہ سے مراد و مقصود کلام ہوتی ہے جیسے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کو کلمہ اخلاص کہا جاتا ہے (حالانکہ یہ کلام ہے)

اور کبھی کبھی کلام اور کَلِم صدق میں جمع ہو جاتے ہیں اور کبھی کوئی ایک منفرد رہتا ہے۔ دونوں کے اجتماع کی مثال ہے۔ قَدْ قَامَ زَیْدٌ اب یہ کلام ہے لافادتہ معنًی

يَحْسُنُ السُّكُوْتُ عَلَيْهَا (چونکہ فقرہ مفید ہے اس پر خاموشی ٹھیک ہے) اور کَلِم بھی ہے چونکہ تین کلمات سے مرکب ہے (۱ — قَدْ، ۲ — قَامَ، ۳ — زَيْدٌ)

صرف کَلِم کی مثال إِنْ قَامَ زَيْدٌ ہے (اب اس میں کلمات تو تین ہیں مگر یہ کلام نہیں ہے)

صرف کلام کی مثال زَيْدٌ قَائِمٌ ہے (اب یہ کلام مفید ہے مگر اس میں کلمے صرف دو ہیں)

--- m m m ---

بِالْجَرِّ، وَالتَّنْوِينِ، وَالنِّدَا، وَأَلْ، وَمُسْنَدٍ — لِلْاِسْمِ تَمْيِيزٌ حَصَلْ

ترجمہ: "جر، تنوین (حرف) ندا، اَلْ اور مسند الیہ ہونے سے اسم کو تمیز حاصل ہوتی ہے"۔

(ش) مصنف رحمہ اللہ نے اس شعر میں اسم کی علامات ذکر کی ہیں۔

علامات میں سے نمبرا جر ہے اور یہ ہر اس جر کو شامل ہے جو حرف جار کی وجہ سے ہو یا اضافت کی وجہ سے ہو یا تبعیت کی وجہ سے جیسے مَرَرْتُ بِغُلَامِ زَيْدٍ الْفَاضِلِ — اب اس مثال میں غلام حرف جر کی وجہ سے مجرور ہے۔ زَيْدٌ اضافت کی وجہ سے اور اَلْفَاضِلِ تبعیت کی وجہ سے مجرور ہے۔ اور یہ (لَفْظُ بِالْجَرِّ) دوسرے لوگوں کے لفظ "بِحَرْفِ الْجَرِّ" کے مقابلہ میں (اَشْمَلُ) یعنی مقصد کو زیادہ شامل ہے چونکہ موخر الذکر اضافت اور تبعیت کی جر کو شامل نہیں ہوتا (جبکہ اول الذکر ان کو شامل ہوتا ہے)۔

علامت نمبر۲: تنوین ہے اور تنوین کی چار اقسام ہیں:

قسم نمبرا۔ تنوینِ تمکین: اور یہ وہ ہوتی ہے جو اسماءِ معربہ پر آتی ہے جیسے زَيْدٌ، رَجُلٌ — البتہ جمع مؤنث سالم کی تنوین جیسے مُسْلِمَاتٌ اور حَوَارٍ اور غَوَاشٍ کی تنوین اس سے مستثنیٰ ہے اور ان کا حکم بعد میں آرہا ہے۔

قسم نمبر ۲۔ تنوینِ تنکیر: اور یہ وہ تنوین ہے جو معرفہ اور نکرہ میں فرق کرنے کے لئے بعض اسماء پر آتی ہے۔ جیسے مَرَرْتُ بِسِيبَوَيْهِ وَبِسِيبَوَيْهٍ آخَرَ (پہلا سیبویہ معرفہ

ہے جبکہ دوسرا مُنَوَّن نکرہ ہے)

قسم نمبر ۳۔ تنوینِ مقابلہ: یہ وہ ہوتی ہے جو جمع مؤنث سالم کے آخر میں ہوتی ہے جیسے مُسْلِمَاتٌ۔ یہ تنوین جمع مذکر سالم مُسْلِمُوْنَ کے نون کے مقابلہ اور عوض میں آئی ہے۔

اور تنوینِ عوض کی تین اقسام ہیں:

نمبر ا۔ اَلْعِوَضُ عَنِ الْجُمْلَةِ: یہ وہ ہے جو اِذْ پر ۔اس کے مابعد کے جملہ کے عوض آتی ہے جیسے آیت قرآنی وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ۔ اَیْ حِيْنَ اِذْ بَلَغَتِ الرُّوْحُ الْحُلْقُوْمَ اب اس سے بَلَغَتِ الرُّوْحُ الْحُلْقُوْمَ حذف کر دیا گیا اور اس کے عوض حِيْنَئِذٍ میں اِذْ کو تنوین دے دی گئی۔

نمبر ۲۔ اَلْعِوَضُ عَنْ اِسْمٍ: یہ وہ تنوین ہے جو مضاف الیہ کے عوض میں لفظِ "کُلٌّ" پر آتی ہے جیسے کُلٌّ قَائِمٌ اَیْ کُلُّ اِنْسَانٍ قَائِمٌ اب لفظِ اِنْسَان کو حذف کر کے اس کے عوض کُلٌّ کو تنوین دے دی گئی۔

نمبر ۳۔ اَلْعِوَضُ عَنْ حَرْفٍ: یہ وہ تنوین ہے جو حرف کے عوض میں آتی ہے جیسے جَوَارٍ ہے (جمع ہے جَارِيَةٌ کی جو اصل میں جَوَارِيُّ تھا) اور غَوَاشٍ پر ہے (غَوَاشٌ جمع ہے غَاشِيَةٌ کی جو اصل میں غَوَاشِيُّ تھا) ان دونوں میں ی حذف کر کے اس کے عوض (رفعی اور جری حالت میں) تنوین لائی گئی ہے۔

قسم نمبر ۴۔ تنوینِ ترنم: یہ وہ تنوین ہے جو قوافی مطلقہ بِحَرْفِ عِلَّةٍ پر آتی ہے۔

نوٹ: قافیہ مُطْلَقَه بِحَرْفِ عِلَّةٍ کا مطلب ہے کہ ایسا قافیہ جس کے آخر میں حرفِ علت ہو اور اسے حذف کر کے ترنم کے لیے تنوین لائی گئی ہو۔ جیسے جریر بن عطیہ شاعر کا قول ہے

اَقِلِّي (۱) اللَّوْمَ — عَاذِلَ (۲) وَالْعِتَابَنْ (۳) وَقُوْلِي — اِنْ اَصَبْتُ — لَقَدْ اَصَابَنْ

---

(۱) کم کر دے، چھوڑ دے (۲) ملامت کرنے والی (۳) ڈانٹ ڈپٹ، سرزنش

اس میں "اَلْعِتَابَا" اور "اَصَابَا" میں موجود الف کو حذف کر کے ترنم کے لیے تنوین لائی گئی ہے اور کہا گیا ہے اَلْعِتَابَنْ، اَصَابَنْ

ترجمہ شعر۔ اے ملامت کرنے والی ملامت کرنا چھوڑ دے اور اگر میں کبھی صحیح بات کہوں تو کہہ دیا کر کہ وہ صحیح ہے

ایسے ہی نابغہ ذبیانی کا شعر ہے:

اَزِفَ (۱) التَّرَحُّلُ (۲) غَیْرَ اَنَّ رِکَابَنَا لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَکَانْ قَدِنْ

ترجمہ: کوچ کا وقت قریب ہے مگر ابھی تک کجاوے سواریوں کے اوپر ہی ہیں۔ گویا قریب ہی اتار لیے جائیں گے۔

اس شعر میں حرفِ قَدْ پر تنوین ترنم آئی ہے اور بجائے قَدْ کے قَدِنْ بولا گیا ہے۔ نیز معلوم ہوتا ہے تنوینِ ترنم اسم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حرف پر بھی آجاتی ہے جیسے شعر میں آئی ہے اور اس شعر میں دوسری بات یہ بھی ہے کہ کَاَنَّ۔ تشبیہ سے تخفیف کر کے کَاَنْ لائے ہیں اور کَاَنَّ کا اسم ضمیر شان مقدر لائے ہیں (چونکہ اصل میں کَاَنَّہٗ تھا) اور کَاَنَّ کے اسم اور خبر میں لفظِ قَدْ کا فاصلہ لائے ہیں چونکہ وہ مثبت تھی۔ اور اگر منفی ہوتی تو فاصلہ لفظِ لَمْ سے لاتے جیسے اللہ کا قول ہے (کَاَنْ لَمْ یَغْنَوْا فِیْھَا) اور امام اخفش نے ایک قسم تنوین غالی کی بھی ثابت کی ہے اور اس طرح یہ پانچویں قسم بن جائے گی۔ اور تنوینِ غالی وہ ہوتی ہے جو قوافی مقیدہ پر آئے۔ جیسے رؤبۃ بن عجاج نے شعر کہا ہے جس کا ایک حصہ ہے:

☆ وَقَاتِمِ (۳) الْاَعْمَاقِ (۴) خَاوِی (۵) الْمُخْتَرَقْنْ (۶) ☆

---

(۱) قریب ہوا (۲) کوچ کرنا
(۳) مٹیالے و سرخ رنگ کی اونٹنی (۴) جمع ہے عمق کی میدانوں کے کنارے (۵) خالی (۶) زیادہ ہوا والی جگہیں

ترجمہ: (میں نے اپنی) مٹیالے اور سرخ رنگ کی اونٹنی پر بڑے بڑے میدانوں کے کناروں اور ہوا سے بھر پور گئی ایک خالی جگہوں (کی سیر کی ہے)۔

اس شعر میں "مُنْخَرِقْنْ" ایک اسم ہے اس پر ال اور تنوینِ غالی جمع ہو گئے ہیں اگر یہ تنوین اسم کے ساتھ خاص ہوتی تو معرّف باللّام پر نہ آتی۔

نوٹ: قوافی مقیدہ یوں ہے کہ اگر شعر کے آخر میں حرف صحیح ساکن ہو تو اسے قافیہ مقیدہ کہا جاتا ہے جیسے مذکورہ شعر کے آخر میں حرف صحیح ساکن ق ہے۔

مصنف کی کلام سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی تنوین اسم کے لیے خاص ہے جبکہ ایسے نہیں بلکہ صرف تنوینِ تمکین، تنکیر، مقابلہ اور عوض اسم کے لیے خاص ہیں جبکہ تنوین ترنم اور غالی اسم، فعل، حرف میں سے کسی میں بھی پائی جا سکتی ہے۔

نوٹ: شارح کو جواب دیا گیا ہے کہ آپ کی بات صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ نونِ ترنم اور قوافی مطلقہ پر آنے والے نون کو مجازاً تنوین کہا گیا ہے نہ کہ حقیقتاً اس لیے ناظم ابن مالک پر اعتراض بے قیمت ہے۔ اور اسم کے خواص میں سے اَلنِّدَاء ہے (جیسے یَا زَیْدُ) الف اور لام ہے (جیسے اَلرَّجُل) اَلْاِسْنَادُ اِلَیْهِ (یعنی مسند الیہ ہونا جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ)

متن کے شعر کا ترجمہ یوں ہوا۔ اسم کو فعل اور حرف سے جر، تنوین، اَلنِّدَاء، الف ولام، اِسْنَاد اِلَیْهِ (مسند الیہ) یعنی مُخْبَرٌ عَنْهُ کے ساتھ تمیز حاصل ہوتی ہے۔

مصنف نے الف ولام کی جگہ لفظ "اَلْ" استعمال کیا ہے چونکہ امام خلیل نحوی جیسے بعض متقدمین کے کلام میں لفظ "اَلْ" استعمال کیا گیا ہے۔

اسی طرح مصنف نے "اَلْاِسْنَادُ لَهُ" کی جگہ لفظ "مُسْنَد" استعمال کیا ہے۔

---OOO---

بِتَا فَعَلْتَ وَأَتَتْ، وَيَا افْعَلِي. وَنُونِ أَقْبِلَنَّ - فِعْلٌ يَنْجَلِي

ترجمہ : فعل واضح ہوتا ہے تائے فاعل 'تائے تانیث ساکنہ یا فاعلہ اور نونِ تاکید کے ساتھ ۔

(ش) مصنف نے ذکر کیا ہے کہ فعل اسم اور حرف سے ممتاز ہوتا ہے تائے فَعَلْتُ کے ساتھ تو اس سے مراد تائے متکلم مضموم ہے جیسے فَعَلْتُ اور تائے مخاطب مفتوح جیسے تَبَارَکْتَ اور تائے مخاطبہ مکسورہ جیسے فَعَلْتِ ۔ اور فعل تائے اَتَتْ کے ساتھ بھی ممتاز ہوتا ہے اور اس سے مراد تائے تانیث ساکنہ ہے جیسے نِعْمَتْ وَبِئْسَتْ ۔ تائے ساکنہ کہہ کر اس تا سے احتراز کیا ہے جو اسماء کو لاحق ہوتی ہے اور حرکتِ اعراب سے متحرک ہوتی ہے (جیسے هٰذِهٖ مُسْلِمَةٌ وَرَاَیْتُ مُسْلِمَةً وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمَةٍ) یا پھر حرف کو لاحق ہوتی ہے (جیسے لَاتَ ، رُبَّتَ ، ثُمَّتَ) اور اس کا رُبَّ اور ثُمَّ کے ساتھ ساکن آنا قلیل ہے (جیسے رُبَّتْ وَثُمَّتْ)

اور فعل یائے "اِفْعَلِیْ" کے ساتھ بھی ممتاز ہوتا ہے اور اس سے مراد یائے فاعلہ ہے اور (یہ فعلِ امر ہے) اور فعلِ مضارع کے ساتھ بھی لگتی ہے اور ماضی کے ساتھ نہیں آتی (جیسے فعلِ امر اِضْرِبِیْ ، فعلِ مضارع تَضْرِبِیْنَ)

مصنف نے یائے اِفْعَلِیْ کہا ہے یائے ضمیر نہیں کہا چونکہ یائے ضمیر میں یائے متکلم شامل ہوتی ہے اور فعل کے ساتھ خاص نہیں ہے اور وہ فعل میں آتی ہے اور اسم اور حرف میں بھی آجاتی ہے (جیسے اَکْرَمَنِیْ ، غُلَامِیْ ، اِنِّیْ) جبکہ یا اِفْعَلِیْ جو یائے فاعلہ ہے وہ صرف فعل میں آتی ہے اور اس سے مراد یہی ہے جیسے پہلے بات ہو چکی ہے ۔ اور جس سے فعل ممتاز ہوتا ہے وہ نونِ اَقْبِلَنَّ ہے اور اس سے مراد نون تاکید ہے خواہ وہ ثقیلہ ہو یا خفیفہ ۔ (جیسے لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ خفیفہ کی مثال ہے اور لَنُخْرِجَنَّكَ یَا شُعَیْبُ آیت قرآنی ثقیلہ کی مثال ہے ۔

تو متن کے شعر کا معنی بنا فعل تائے فاعل 'تائے تانیث ساکنہ' یائے فاعلہ اور نونِ تاکید کے ساتھ واضح ہوتا ہے ۔

--- ooo ---

سِوَاهُمَا الْحَرْفُ كَهَلْ وَفِيْ وَلَمْ فِعْلٌ مُضَارِعٌ يَلِيْ لَمْ كَيَشَمْ

ترجمہ: اسم اور فعل کے سوا حرف ہوتا ہے [یعنی تیسری قسم حرف ہے] جیسے هَلْ، فِيْ، لَمْ اور فعل مضارع پر لَمْ آتا ہے۔ جیسے یَشُمُّ سے لَمْ یَشَمّ [بمعنی اس نے نہیں سونگھا]۔

وَمَاضِيَ الْأَفْعَالِ بِالتَّا مِزْ وَسِمْ بِالنُّوْنِ فِعْلَ الْأَمْرِ إِنْ أَمْرٌ فُهِمْ

ترجمہ: فعل ماضی کی تا کے ساتھ تمیز کر اور نونِ تاکید کو فعلِ امر کی علامت مان اگر اس میں طلب کا معنی معلوم ہو۔

(ش) مصنف نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ حرف اسم اور فعل کی علامات سے خالی ہونے کی وجہ سے ممتاز ہوتا ہے۔ اور پھر هل، في، لم کی مثال دے کر متنبہ کیا ہے کہ حرف کی دو قسمیں ہیں۔ مختص اور غیر مختص اور ان حروف کے ساتھ غیر مختص (1) کی طرف اشارہ کیا ہے اور غیر مختص وہ ہوتا ہے جو اسماء و افعال سب پر داخل ہوتا ہو جیسے لفظِ هَلْ مثلاً هَلْ زَيْدٌ قَائِمٌ، وَهَلْ قَامَ زَيْدٌ اور لفظِ فِيْ اور لَمْ سے اشارہ مختص کی طرف ہے اور پھر مختص کی بھی دو قسمیں ہیں۔ مختص بِالْاَسْمَاءِ (جیسے زَيْدٌ فِي الدَّارِ میں فِيْ اسم کے ساتھ خاص ہے) اور مختص بالافعال (جیسے لَمْ يَقُمْ زَيْدٌ میں لفظِ لَمْ فعل کے ساتھ خاص ہے)۔

پھر یہ وضاحت شروع کر دی ہے کہ فعل ماضی، مضارع اور امر کی طرف منقسم ہے۔ بعد ازیں فعل مضارع کی علامت مقرر کی ہے کہ اس پر لفظ لَمْ کا صحیح طور پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے آپ یَشَمُّ کو لَمْ یَشَمّ کہیں اور یَضْرِبُ سے لَمْ یَضْرِبْ بولیں اور

---

(1) شارح کو ہر ہر حرف کی بات الگ الگ کرنا چاہیے تھی اور یہاں فَاشَارَ بِهِنَّ کے بجائے فَاشَارَ بِهَلْ کہنا چاہیے تھا۔ صدیقی۔

اس کے قول "فِعْلُ مُضَارِعٌ یَلِیْ لَمْ کَیَشَم" کے ساتھ۔ اسی طرف ہی اشارہ تھا پھر (مَاضِیَ الاَفْعَالِ بِالتَّامِزْ) کہہ کر اس کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے ماضی ممتاز ہوتی ہے یعنی تا کے ساتھ افعال ماضی کی تمیز کر۔ مراد اس سے تائے فاعل '

تائے تانیث ساکنہ ہے اور یہ دونوں صرف ماضی کے الفاظ پر آتی ہیں جیسے تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اور نِعْمَتِ الْمَرْءَةُ هِنْدٌ اور بِئْسَتِ الْمَرْءَةُ دَعْدٌ۔ پھر باقی شعر میں فعلِ امر کی علامتیں ذکر کی ہیں کہ وہ نونِ تاکید قبول کرتا ہے اور اس کا صیغہ امر پر دلالت کرتا ہے جیسے اِضْرِبَنَّ وَاُخْرُجَنَّ

اور اگر کلمہ تو امر پر دلالت کرے مگر وہ نونِ تاکید قبول نہ کرے تو وہ اسم فعل ہو گا اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا ہے۔

--- ○○○---

وَالْاَمْرُ اِنْ لَمْ یَكُ لِلنُّوْنِ مَحَلٌّ فِیْهِ هُوَ اِسْمٌ نَحْوُ صَهْ وَحَیَّهَلْ

ترجمہ: (اگر صیغہ) امر میں نونِ تاکید قبول کرنے کا محل نہ ہو تو وہ اسم (فعل) ہو گا جیسے صَهْ (بمعنی اُسْکُتْ) اور حَیَّهَلْ (بمعنی اَقْبِلْ اسم فعل ہیں)۔

صَهْ اور حَیَّهَلْ دو اسم ہیں [اگرچہ امر کے معنی پر دلالت کرتے ہیں] صرف اس لیے کہ یہ نونِ تاکید قبول نہیں کرتے۔ اگرچہ صَهْ بمعنی اُسْکُتْ اور حَیَّهَلْ بمعنی اَقْبِلْ کے ہیں مگر آپ صَهَنَّ اور حَیَّهَلَنَّ نہیں کہہ سکتے۔ اب فرق صرف نونِ تاکید قبول کرنے یا نہ کرنے کا ہوا (جیسے اُسْکُتَنَّ اور اَقْبِلَنَّ کہنا جائز ہے جبکہ صَهْ اور حَیَّهَلْ میں نونِ تاکید لگا کر بولنا جائز نہیں ہے۔)

اَلْمُعْرَبُ وَ الْمَبْنِيُّ

وَ الْاِسْمُ مِنْهُ مُعْرَبٌ وَمَبْنِيْ   لِشَبَهٍ مِنَ الْحُرُوفِ مُدْنِيْ

ترجمہ: اسم معرب ہوتا ہے اور مبنی (اور مبنی وہ ہوتا ہے جس میں) حروف کے قریب کرنے والی مشابہت پائی جائے۔

(ش) مصنف ؒ نے اشارہ کیا ہے کہ اسم کی دو قسمیں ہیں نمبر ۱۔ معرب [جو مشابہت حروف سے محفوظ ہو] نمبر ۲ مبنی [جو حروف کے مشابہ ہو]۔ اور اس کے قول "لِشَبَهٍ مِنَ الْحُرُوفِ مُدْنِيْ" کا مطلب یہی ہے۔ [یعنی ایسی مشابہت جو حروف کے قریب کر دے]۔

مصنف کے نزدیک مبنی کی علت کا انحصار حرف کی مشابہت پر ہے۔ اور پھر مصنف نے آنے والے دو شعروں میں شبہ حروف کی وجوہات کی تقسیم کی ہے اور یہ بات ابو علی فارسی کے مذہب کے قریب تر ہے چونکہ اس نے بھی مبنی ہونے کا انحصار شبہ حرف یا شبہ حرف کے معنی پر مانا ہے۔ اور امام النحو سیبویہ نے متعین طور پر کہا ہے کہ مبنی ہونے کی کل علتیں شبہ حرف کی طرف ہی آتی ہیں۔ اور ابن ابی ربیع نے بھی یہ بات ذکر کی ہے۔

---ooo---

كَالشَّبَهِ الْوَضْعِيِّ فِيْ اِسْمَيْ جِئْتَنَا   وَ الْمَعْنَوِيِّ فِيْ مَتٰى وَفِيْ هُنَا

ترجمہ: جیسے وضعی مشابہت جئتنا کے دو اسموں (تَ، نا) میں ہے اور معنوی مشابہت مَتٰی اور ھُنَا میں ہے۔

وَ كَنِيَابَةٍ عَنِ الْفِعْلِ بِلَا   تَأَثُّرٍ، وَ كَافْتِقَارٍ اُصِّلَا

ترجمہ: اسی طرح (وہ اسم جو) عامل کا اثر قبول کئے بغیر فعل کا نائب بنے اور (جو

اسم) اصلاً (معنی کی اصل و لازمی) محتاجگی میں (حرف کے مشابہ ہو وہ مبنی ہے)

(ش) ان دو شعروں میں چار مقامات پر اسم کی حرف کے ساتھ مشابہت کی وجوہ ذکر کی گئی ہیں -

مقام نمبر ۱: اسم کی حرف سے وضعی مشابہت ہو اور وہ یوں کہ اسم وضعی اعتبار سے ایک حرف ہو [جیسے ضَرَبْتُ کی تَا] یا دو حرف ہوں [جیسے اَکْرَمْنَا میں نَا] اور مصنف نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے فِیْ اِسْمَیْ جِئْتَنَا اب جِئْتَنَا میں تَا اسم ہے جو فاعل مبنی ہے چونکہ وضعی اعتبار سے ایک حرف ہونے کی وجہ سے حرف کے مشابہ ہے - اسی طرح اس میں نَا اسم ہے جو مفعول ہے اور وضعی اعتبار سے دو حرف ہونے کی وجہ سے حرف کے مشابہ ہے -

مقام نمبر ۲: ایک اسم کا معنی کے اعتبار سے حرف کے مشابہ ہونا اور اس کی دو قسمیں ہیں: نمبر ۱' حرف موجود کے مشابہ ہونا - نمبر ۲' حرف غیر موجود (یعنی مقدر) کے مشابہ ہونا - حرف موجود کے مشابہ ہونے کی مثال لفظ "مَتٰی" ہے - یہ معنی میں حرف کے مشابہ ہے - چونکہ اس مَتٰی کا استعمال دو معنوں میں ہوتا ہے: نمبر ۱' برائے استفہام (جیسے مَتٰی تَقُوْمُ؟ تو کب کھڑا ہو گا؟) نمبر ۲' برائے شرط (جیسے مَتٰی تَقُمْ، اَقُمْ) اب دونوں حالتوں میں حرف موجود کے مشابہ ہے - نمبر ۱ میں ہمزہِ استفہام کے مشابہ ہے اور نمبر ۲ میں حرفِ شرط اِنْ کے مشابہ ہے -

حرف غیر موجود ہونے کی مثال "هُنَا" ہے - یہ حرف (ایسے) حرف [غیر موجود] کے مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہے جسے وضع ہونا چاہئے تھا لیکن وضع نہیں کیا گیا - یہ اس لیے کہ اشارہ معانی میں سے ایک معنی ہے تو حق یہ تھا کہ اس کے معنی پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ وضع ہوتا جیسے نفی کے لیے "مَا" نہی کے لیے "لَا" تمنی کے لیے "لَیْتَ" اور ترجی کے لیے "لَعَلَّ" وضع کیا گیا ہے -

تو اسماء اشارات حرف مقدر کے مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی شمار کیے گئے ہیں -

مقام نمبر ۳: ایک اسم حرف کے مشابہ ہوتا ہے اس صورت میں کہ وہ عامل سے متأثر ہوئے بغیر فعل کا نائب بنتا ہے (یعنی جس طرح حرف عامل کا عمل قبول کیے بغیر عامل بنتا ہے اسی طرح یہ اسم کرتا ہے اس لیے حرف کے مشابہ ہوا۔)

جیسے اسماءِ افعال مثلاً دَرَاكِ زَيْدًا اس میں دَرَاكِ مبنی ہے حرف کے مشابہ ہونے کی وجہ سے چونکہ یہ حرف کی طرح معمول بنے بغیر عامل بنتا ہے یعنی یہ خود تو عامل ہے مگر اس میں کوئی اور عامل عمل نہیں کرتا جیسے کہ حرف۔ بِلَاتَأَثُّرٍ بول کر۔ ایسے اسم سے احتراز مقصود ہے جو فعل کا نائب بنتا ہے اور ساتھ عامل سے متاثر ہوتا ہے [جیسے ضَرْبًا زَيْدًا اس میں ضَرْبًا اِضْرِبْ کا نائب ہے اور مبنی نہیں چونکہ عامل سے متاثر ہے اور فعل محذوف کے ساتھ منصوب ہے برخلاف لفظِ "دَرَاكِ" کے یہ اگرچہ "اَدْرِكْ" کا نائب ہے مگر عامل (اَدْرِكْ) سے متاثر نہیں ہے۔

مصنف کی بات کا ماحاصل یہ ہے کہ فعل کی جگہ آنے والا مصدر اور اسماءِ افعال فعل کے نائب بننے میں مشترک ہیں مگر مصدر عامل سے متاثر ہو جاتا ہے اور حرف کے مشابہ نہیں رہتا۔ اس لیے اسے معرب مانا جاتا ہے جبکہ اسماء افعال عامل سے متاثر نہیں ہوتے اور عامل سے متاثر ہوئے بغیر فعل کے نائب بنتے ہوئے حرف کے مشابہ ہوتے ہیں اس لیے مبنی ہوتے ہیں۔

یہ جو مصنف نے ذکر کیا ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ اسماءِ افعال اعراب کا محل نہیں ہوتے۔ ہم عنقریب اسے اسماءِ افعال کے باب میں ذکر کریں گے۔ ویسے یہ مسئلہ اختلافی ہے۔

مقام نمبر ۴: اسم کا لازمی [1] محتاجگی میں حرف سے مشابہ ہونا [جیسے کہ اسماءِ موصولہ اَلَّذِیْ وغیرہ لازمی طور پر اپنے صلہ کے محتاج ہوتے ہیں جس طرح حرف

---

[1] لازمی کی قید کے ساتھ عارضی محتاجگی نکل گئی جیسے کہ نکرہ۔ جب اسکی صفت جملہ آجائے تو بھی معرب ہی رہتا ہے چونکہ وہ عارضی محل کی جگہ ہوتا ہے۔

معنی دینے میں اسم فعل کا محتاج ہوتا ہے]۔ مصنف نے "کَافْتِقَارٍ اُصِّلَا" کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جس طرح اسماءِ موصولہ اَلَّذِیْ وغیرہ صلہ کے محتاج ہوتے ہیں جیسا کہ حرف محتاج ہوتا ہے تو وہ اس طرح حرف کے مشابہ ہوگئے اور مبنی شمار ہوئے۔

دونوں شعروں کا مطلب بنا کہ چھ ابواب مبنی ہیں۔ مضمرات' اسماءِ شرط' اسماءِ استفہام' اسماءِ اشارہ' اسماءِ افعال اور اسماءِ موصولہ۔

---ooo---

وَمُعْرَبُ الْاَسْمَآءِ مَا قَدْ سَلِمَا مِنْ شَبَہِ الْحَرْفِ کَاَرْضٍ وَسُمَا

ترجمہ: معرب وہ اسم ہے جو مشابہتِ حرف سے محفوظ ہو جیسے اَرْضٌ وَسُمًا

(ش) مطلب یہ کہ معرب مبنی کے برعکس ہے۔ یہ بات گزر چکی کہ مبنی وہ ہے جو حرف کے مشابہ ہو۔ پس معرب وہ ہوا جو حرف کے مشابہ نہ ہو۔ پھر معرب کی دو قسمیں ہیں: نمبرا: معرب صحیح' نمبر۲: معرب معتل۔

معرب صحیح وہ ہے جس کے آخر میں حرفِ علت نہ ہو جیسے اَرْضٌ

معرب معتل وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت ہو جیسے سُمًا— اور سُمًا اسم میں ایک لغت ہے۔ ویسے اسم میں چھ لغات ہیں:

نمبرا' ۲۔ اُسْمٌ (ہمزہ کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ)۔ نمبر ۳' ۴ سُمٌ (س کے ضمہ و کسرہ کے ساتھ)۔ نمبر۵' ۶ سُمًا (س کے ضمہ و کسرہ سے اسم مقصور کے طور پر جیسے عَصًا) (تینوں حالتوں میں جیسے ھٰذَا سُمًا رَأَیْتُ سُمًا مَرَرْتُ بِسُمًا)

نیز اسم معرب کی دو قسمیں اور ہیں: نمبرا' اسم معرب متمکن امکن نمبر۲' اسم معرب متمکن غَیْرُ اَمْکَنَ— اسم معرب متمکن اَمْکَنَ کا مطلب ہے منصرف جیسے زَیْدٌ وَعَمْرٌو وغیرہ۔

اسم متمکن غَیْرُ اَمْکَنَ کا مطلب ہے غیر منصرف جیسے اَحْمَدُ، مَسَاجِدُ اور

مَصَابِیۡحُ۔ غیر متمکن مبنی ہے اور متمکن معرب ہے اور اس متمکن کی دو قسمیں ہیں:
نمبرا' مُتَمَکِّنَ اَمْکَنَ۔ نمبر ۲' مُتَمَکِّنَ غَیْرُ اَمْکَنَ۔

---○○○---

وَفِعْلُ اَمْرٍ وَمُضِیٍّ بُنِیَا وَ اَعْرَبُوْا مُضَارِعًا اِنْ عَرِیَا

ترجمہ: فعل امر اور ماضی مبنی ہیں اور فعل مضارع معرب ہے۔ اگر

مِنْ نُوْنِ تَاْکِیْدٍ مُبَاشِرٍ، وَمِنْ نُوْنِ اِنَاثٍ: کَیَرُعْنَ مَنْ فُتِنَ

ترجمہ: نون تاکید و نونِ مؤنث متصل سے خالی جیسے یَرُعْنَ مَنْ فُتِنَ (بمعنی وہ عورتیں جو فتنے میں مبتلی شخص کو ڈراتی ہیں)۔

(ش) جب اسم معرب مبنی کی بات سے فارغ ہوا تو فعل کے معرب مبنی ہونے کی بحث شروع کر دی۔ عِنْدَ الْبَصْرِیِّیْنَ معرب ہونا اسموں میں اصل ہے اور فعلوں میں فرع اس طرح ان کے نزدیک مبنی ہونا افعال میں اصل ہے۔ عِنْدَ الْکُوْفِیِّیْنَ معرب ہونا اسماء و افعال دونوں میں اصل ہے۔

جبکہ صحیح پہلی بات ہی ہے یعنی معرب ہونا اسماء میں اصل ہے اور افعال میں فرع ضیاء الدین بن العلج نے بسیط (نامی کتاب) میں نقل کیا ہے کہ بعض نحویوں کے نزدیک معرب ہونا افعال میں اصل ہے اور اسماء میں فرع۔

مبنی افعال کی دو قسمیں ہیں۔ نمبرا وہ فعل جس کے مبنی ہونے پر اتفاق ہے جیسے فعل ماضی یہ فتح پر مبنی ہوتی ہے [جیسے ضَرَبَ وَ انْطَلَقَ] یہ اس وقت تک جب تک اس سے واؤ جمع یا ضمیر مرفوع متحرک نہ ملے چونکہ واؤ جمع ملنے کی صورت میں ماضی مبنی علی الضم ہوگی [جیسے ضَرَبُوْا] اور ضمیر مرفوع متحرک ملنے کی صورت میں ساکن ہوگی [جیسے ضَرَبْنَ، ضَرَبْتَ وغیرہ] یعنی وہ ضمیر جو فاعل بنتی ہے [جیسے ضَرَبْنَ، ضَرَبْتَ میں ن اور تا] فاعل بنتی ہے۔

نمبر ۲۔وہ فعل جس کے مبنی ہونے میں اختلاف ہے ویسے راجح یہ ہے کہ وہ مبنی ہے اور وہ فعل امر ہے جیسے اِضْرِبْ

نوٹ: فعلِ امر بصریوں کے نزدیک مبنی ہے جبکہ کوفیوں کے ہاں معرب۔

افعال میں سے فعلِ مضارع معرب ہے اور یہ اس وقت معرب ہو گا جب نونِ تاکید متصل اور نونِ مؤنث سے خالی ہو۔نونِ تاکید متصل کی مثال ہے هَلْ تَضْرِبَنَّ اور نونِ تاکید ملنے کی صورت میں فعل مبنی بر فتح ہو گا۔اور نونِ ثقیلہ ملے یا خفیفہ کوئی فرق نہیں ہے۔اور اگر یہ نون متصل نہ ہوا تو فعل مضارع مبنی نہ ہو گا مثلاً نون تاکید اور مضارع میں تثنیہ کا الف فاصل بنتا ہو جیسے هَلْ تَضْرِبَانِّ (اس کی اصل تَضْرِبَانِنَّ تھی جب تین نون جمع ہوئے تو نونوں کے تسلسل کو مکروہ سمجھا اور نونِ اول (نونِ رفع یا نونِ اعرابی) کو حذف کر دیا تو هَلْ تَضْرِبَانِّ ہو گیا۔اسی طرح فعل مضارع اس وقت بھی معرب ہو گا جب نونِ تاکید اور فعل مضارع میں واو جمع یا یائے مخاطبہ فاصل بنتی ہو جیسے هَلْ تَضْرِبُنَّ یَا زَیْدُوْنَ وَهَلْ تَضْرِبِنَّ یَاهِنْدُ—تَضْرِبُنَّ اصل میں تَضْرِبُوْنَنَّ تھا اب نونوں کے تسلسل کی وجہ سے نونِ اول حذف کیا کما سَبَقَ — تو تَضْرِبُوْنَّ ہو گیا۔اب التقائے ساکنین کی وجہ سے واوٗ حذف کی تو تَضْرِبُنَّ ہو گیا۔اسی طرح تَضْرِبِنَّ اصل میں تَضْرِبِیْنَنَّ تھا اس میں بھی اول نون اعرابی گرایا پھر یا گری تو تَضْرِبِنَّ ہو گیا جیسے تَضْرِبُنَّ ہوا تھا۔

اس کے قول "وَاَعْرَبُوْا مُضَارِعًا اِنْ عَرِیَا مِنْ نُوْنِ تَوْکِیْدٍ مُبَاشِرٍ" سے یہی مراد ہے مضارع کے معرب ہونے کے لیے شرط ہے کہ نونِ تاکید متصل سے خالی ہو۔اس کا مفہوم یہ بنا کہ اگر نونِ تاکید مباشر سے خالی نہ ہو گا تو مبنی ہو گا۔

معلوم ہوا مصنف کا مذہب یہ ہے کہ فعل مضارع اس وقت مبنی ہو گا جب نونِ تاکید مباشر (متصل) اس سے ملا ہو جیسے هَلْ تَضْرِبَنَّ یَا زَیْدُ اور اگر متصل نہ ہو گا تو معرب ہو گا۔یہی مذہب جمہور کا ہے۔امام اخفش نے کہا ہے فعل مضارع نون تاکید کے ہوتے ہوئے بھی مبنی ہے خواہ وہ متصل ہو یا نہ ہو۔بعض نحویوں کے ہاں فعل مضارع

معرب ہے خواہ نونِ تاکید اس سے متصل بھی آئے۔ نونِ مؤنث والے فعل مضارع کی مثال ہے۔ اَلْهِنْدَاتُ يَضْرِبْنَ۔ اس صورت میں فعل مبنی عَلَى السُّكُوْن ہو گا۔ مصنف نے اپنی بعض کتب میں نقل کیا ہے کہ نونِ مؤنث والے فعل مضارع کے مبنی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن ایسے نہیں ہے بلکہ اختلاف موجود ہے اور استاد ابو الحسن بن عصفور نے شرح الایضاح میں اختلاف نقل کیا ہے۔

---000---

وَكُلُّ حَرْفٍ مُسْتَحِقٌّ لِلْبِنَا وَالْأَصْلُ فِي الْمَبْنِيِّ اَنْ يُسَكَّنَا

ترجمہ: ہر حرف مبنی ہونے کا مستحق ہے اور مبنی میں اصل یہ ہے کہ وہ ساکن ہو۔

وَمِنْهُ ذُوْفَتْحٍ، وَذُوْ كَسْرٍ، وَضَمّ كَاَيْنَ اَمْسِ حَيْثُ، وَالسَّاكِنُ كَمْ

ترجمہ: اور اس میں سے کچھ مبنی بر فتح، کچھ مبنی بر کسرہ اور کچھ مبنی بر ضمہ ہوتے ہیں جیسے این (مبنی بر فتحہ) اَمْسِ (مبنی بر کسرہ) اور حَيْثُ (مبنی بر ضمہ) ہے اور "کَمْ" مبنی بر سکون ہے۔

(ش) حروف سب کے سب مبنی ہیں۔ چونکہ حرف پر باری باری ایسی تراکیب و معانی وارد نہیں ہوتے جن پر دلالت کرنے میں یہ اعراب کے محتاج ہوں [یعنی فاعلیت، مفعولیت اور اضافت وغیرہ] جیسے اَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ [میں نے بعض (یعنی کچھ) درہم لیے] اب بعض اور کچھ کا معنی لفظ مِنْ سے مستفاد ہے اور وہ معرب بنائے بغیر لیا جا رہا ہے (اس لیے لفظ مِنْ مبنی ہے)۔ مبنی اصل میں تو ساکن ہوتا ہے چونکہ کسی حرف کو ساکن پڑھنا اس کو متحرک پڑھنے سے خفیف ہے جبکہ مبنی کو کسی خاص وجہ سے ہی حرکت دی جاتی ہے۔ مثلاً التقائے ساکنین سے بچاؤ مقصود ہو تو ساکنِ اول کو حرکت دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ پھر حرکت کبھی فتحہ کی ہو گی [جیسے اَيْنَ، قَامَ، اِنَّ] کبھی کسرہ کی [جیسے اَمْسِ، جَيْرِ] کبھی ضمہ کی [جیسے حَيْثُ (جو ایک اسم ہے) مُنْذُ (جو ایک حرف ہے جب جارہ

بنے)] اور باقی رہیں سکون کی مثالیں تو وہ یوں ہیں [جیسے کَمْ ، اِضْرِبْ ، اَجَلْ]
ہماری مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فعل ضمہ اور کسرہ پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ اسم اور حرف (ضمہ اور کسرہ پر مبنی ہوتے ہیں) جبکہ فتحہ اور سکون پر مبنی ۔ اسم، فعل اور حرف بھی ہوتے ہیں ۔

---ooo---

وَ الرَّفْعُ وَ النَّصْبُ اِجْعَلَنْ اِعْرَابًا لِاِسْمٍ وَفِعْلٍ، نَحْوُ: لَنْ اَهَابَا

ترجمہ : رفع اور نصب کو اسم اور فعل کا اعراب بناؤ جیسے لَنْ اَهَابَ (اس میں اب نصب ہے اور اگر لفظ لَنْ نہ آتا تو رفع ہوتا) ۔

وَالْاِسْمُ قَدْ خُصِّصَ بِالْجَرِّ، كَمَا قَدْ خُصِّصَ الْفِعْلُ بِاَنْ يَّنْجَزِ مَا

ترجمہ : تحقیق ۔ اسم کے لیے جر مخصوص ہے جیسے فعل کے لیے جزم ۔

فَارْفَعْ بِضَمٍّ، وَ انْصِبَنْ فَتْحًا ، وَجُرْ كَسْرًا ، كَذِكْرِ اللهِ عَبْدَهُ يَسُرُّ

ترجمہ : رفع ضمہ سے دیجئے نصب فتحہ سے اور جر کسرہ سے جیسے ذِكْرُ اللهِ عَبْدَهُ يَسُرُّ (اللہ کے بندہ کو اللہ کا ذکر خوش لگتا ہے ۔ اس میں ذکر کو رفعی حالت ضمہ سے لفظ اللہ کو جری کسرہ سے اور عَبْدَهُ کو نصبی فتحہ سے اور يَسُرُّ کو بھی رفعی حالت ضمہ سے ملی ہے) ۔

وَ اجْزِمْ بِتَسْكِيْنٍ وَغَيْرُ هَامَاذُكِرَ يَنُوْبُ نَحْوُ: جَا اَخُوْبَنِيْ نَمِرْ

ترجمہ : اور جزم دیجئے ساکن کر کے اور اس کے علاوہ کا اعراب نیابتاً ہو گا (یعنی اعراب بالحروف ، مثلاً رفعی حالت واو سے نصبی الف سے اور جری یا سے) جیسے جَاءَ اَخُوْبَنِيْ نَمِرْ (اس میں (اَخٌ) کی رفعی حالت رفع سے نائب بن کر واو سے آئی ہے ۔ اور (بن) کی جری حالت نصب سے نائب بن کر ی سے آئی ہے ۔

(ش) اعراب کی چار اقسام ہیں: ۱۔ رفع ' ۲۔ نصب ' ۳۔ جر ' ۴۔ جزم ۔ رفع اور نصب میں تو اسم اور فعل مشترک ہیں [جیسے زَیْدٌ یَقُوْمُ وَ اِنَّ زَیْدًا لَنْ یَقُوْمَ] ۔ جبکہ جر اسم کے لیے خاص ہے [جیسے بِزَیْدٍ] اور جزم فعل کے لیے [جیسے لَمْ یَضْرِبْ] ۔

اسم کا رفع ضمہ سے ہوگا نصب فتحہ سے جر کسرہ سے اور جزم سکون سے ۔ جو اس کے سوا ہے وہ ان سے نیابتاً آئیں گے جیسے واو ضمہ کی نائب بنی ہے (اخو میں) اور (ی) کسرہ کی نائب بنی ہے "بني" میں جو اس کے قول "جَاءَ اَخُوْ بَنِيْ نَمِرْ" میں مذکور ہے ۔ عنقریب اس کے بعد نیابت کے مواقع بتائے جائیں گے ۔

--- ○ ○ ○ ---

فَارْفَعْ بِوَاوٍ ، وَانْصِبَنَّ بِالْاَلِفِ ، وَاجْرُرْ بِیَاءٍ - مَا مِنَ الْاَسْمَا اَصِفُ

ترجمہ : رفع واو سے دو نصب الف سے اور جر ی سے ان اسماء کو جن کا میں (بعد میں) ذکر کروں گا ۔

(ش) مصنف اعراب کے نائبین کا ذکر شروع کر رہا ہے [یعنی اعراب بالحروف کا جو رفع ' نصب ' جر کی جگہ آئیں گے] ۔

جن اسماء کو مصنف بیان کرنا چاہتے ہیں وہ اسماء ستہ (مکبرہ) ہیں ۔ اَبٌ ، اَخٌ ، حَمٌ ، هَنٌ ، فُوْهٌ ، ذُوْ مَالٍ ۔ ان کی رفعی حالت واؤ سے ہوتی ہے [جیسے جَاءَ اَبُوْ زَیْدٍ] نصبی الف سے [جیسے رَاَیْتُ اَبَاهُ] اور جری یا سے [جیسے مَرَرْتُ بِاَبِیْهِ] مشہور یہ ہے کہ ان کو اعراب بالحروف دیا گیا ہے اور واؤ ضمہ کی نائب ہے الف فتحہ کا اور ی کسرہ کی اور مصنف نے "اِرْفَعْ بِوَاوٍ ۔ اِلٰی اٰخِرِ الْبَیْتِ" کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے ۔

وَالصَّحِیْحُ ۔ ویسے صحیح بات یہ ہے کہ یہ اسماء حرکات مقدرہ کے ساتھ معرب ہیں جو واؤ ' الف ' اور ی پر مقدر ہیں ۔ یعنی رفعی حالت میں واؤ پر ضمہ مقدر ہے ' نصبی میں الف پر فتحہ مقدر ہے اور جری میں ی پر کسرہ مقدر ہے ۔ اس مذہب صحیح کے مطابق مذکورہ حرکات کا کوئی بھی حرف نائب نہیں بنا ۔

--- ○ ○ ○ ---

مِنْ ذَاكَ (ذُوْ) إِنْ صُحْبَةً أَبَانَا وَالْفَمُ حَيْثُ الْمِيْمُ مِنْهُ بَانَا

ترجمہ: ان [اعراب بالحروف والے اسماء میں سے] ذو ہے بشرطیکہ صاحب کے معنی میں ہو، اور فَمٌ ہے بشرطیکہ اس سے میم الگ کر دی جائے۔

(ش) یعنی وہ اسم جن کو رفع واو سے نصب الف سے اور جر ی سے دی جاتی ہے۔ ان میں لفظِ "ذُوْ" اور "فَمْ" بھی ہے لیکن ذُوْ کے لیے شرط ہے کہ وہ صاحب (والا) کے معنی میں ہو [جیسے جَاءَنِیْ ذُوْمَالٍ - اَیْ صَاحِبُ مَالٍ] اور اس کے قول "إِنْ صُحْبَةً أَبَانَا" کا یہی مطلب ہے کہ وہ صحبہ کے معنی میں ہو۔ مصنف نے اس سے بنوطی کے ذُوْ سے احتراز کیا ہے چونکہ وہ صحبہ کا معنی نہیں دیتا بلکہ اَلَّذِیْ کا معنی دیتا ہے اب یہ بنوطی کا ذُوْ (بمعنی اَلَّذِیْ) مبنی ہوگا [نہ کہ ذُوْ بمعنی صاحب کی طرح معرب] اس لئے رفع، نصب اور جر تمام حالتوں میں اس کے آخر میں واؤ رہے گی جیسے جَاءَنِیْ ذُوْقَامَ وَرَأَیْتُ ذُوْقَامَ وَمَرَرْتُ بِذُوْقَامَ - اور اس کی دلیل منظور بن سحیم فقعسی

کا درج ذیل شعر بھی ہے۔

فَإِمَّا كِرَامٌ (۱) مُوْسِرُوْنَ (۲) لَقِيْتُهُمْ فَحَسْبِيْ مِنْ ذُوْ عِنْدَهُمْ مَا كَفَانِيَا

ترجمہ: اور جن سے میں ملا ہوں وہ یا تو مالدار سخی ہیں (یا غریب مگر طبیعت کے سخی) ایسا ہے تو پھر جتنا مال میرے گزارے موافق ان سے ملے اتنا ہی کافی ہے۔

اَلشَّاهِدُ فِيْهِ اس میں لفظ ذُوْ بمعنی اَلَّذِیْ کو مبنی استعمال کیا گیا ہے ویسے ایک دوسری روایت کے مطابق مِنْ ذِیْ پڑھا گیا ہے بہرکیف اگر اَلَّذِیْ کے معنی میں ہو تو مبنی ہوگا اور صاحب کے معنی میں ہو تو معرب ہوگا۔

اسی طرح لفظِ فم کے اعراب بالحروف کے لیے شرط ہے کہ اس سے میم حذف ہو [جیسے هٰذَا فُوْهُ وَرَأَیْتُ فَاهُ وَنَظَرْتُ إِلٰی فِیْهِ] اور "وَالْفَمُ حَيْثُ الْمِيْمُ مِنْهُ بَانَا" کہتے ہوئے مصنف نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی میم اس سے الگ اور زائل ہو جائے۔

---

(۱) سخی (۲) مالدار

اور اگر میم زائل نہ ہو تو اس کو اعراب [بالحروف کی بجائے] اعراب بالحرکات دیا جائے گا۔ جیسے هٰذَا فَمٌ وَرَأَيْتُ فَمًا وَنَظَرْتُ إِلٰى فَمٍ۔

---ooo---

أَبٌ ، أَخٌ ، حَمٌ ، كَذَاكَ ، وَهَنٌ وَالنَّقْصُ فِيْ هٰذَا الْأَخِيْرِ أَحْسَنُ

ترجمہ: (ذُوْ اور فَمٌ کی طرح) أَبٌ ، أَخٌ ، حَمٌ (اعراب بالحروف لیں گے) ایسے ہی هَنٌ (بھی اعراب بالحروف لے گا) اور نقص (1) اس آخری (هَنٌ) میں زیادہ بہتر ہے۔

وَفِيْ أَبٍ وَتَالِيَيْهِ يَنْدُرُ وَقَصْرُهَا مِنْ نَقْصِهِنَّ أَشْهَرُ

ترجمہ: اور أَبٌ اور اس کے ساتھ والے دونوں (أَخٌ، حَمٌ) میں (نقص) نادر ہے اور اسکا قصر (2) ان کے نقص کی نسبت زیادہ مشہور ہے۔

(ش) مطلب یہ ہے کہ أَبٌ ، أَخٌ اور حَمٌ — ذُوْ اور فَمٌ کی طرح اعراب بالحروف قبول کرتے ہیں۔ رفع واو سے نصب الف سے جری سے جیسے هٰذَا أَبُوْهُ وَأَخُوْهُ وَحَمُوْهَا وَرَأَيْتُ أَبَاهُ وَأَخَاهُ وَحَمَاهَا — وَمَرَرْتُ بِأَبِيْهِ وَأَخِيْهِ وَحَمِيْهَا

ان تین میں یہی لغت مشہور ہے اور مصنف قریب ہی ان میں دو لغتیں اور ذکر کریں گے۔

رہا هَنٌ تو اس میں فصیح بات یہ ہے کہ اس کے نون پر اعراب ظاہر حرکات کے ساتھ پڑھا جائے اور آخر میں حرفِ علت نہ ہو جیسے هٰذَا هَنُ زَيْدٍ وَرَأَيْتُ هَنَ زَيْدٍ وَمَرَرْتُ بِهَنِ زَيْدٍ اور مصنف نے (وَالنَّقْصُ فِيْ هٰذَا الْأَخِيْرِ أَحْسَنُ) کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے یعنی هَنٌ میں نقص [اعراب بالحرکت] اتمام [اعراب بالحروف] سے

(1) اس سے مراد اعراب بالحرکات ہے۔ تفصیل آرہی ہے۔
(2) اعراب بالحروف مراد ہے۔

بہتر ہے۔ اتمام جائز ہے مگر بہت قلیل جیسے هٰذَا هَنُوْهُ وَرَأَيْتُ هَنَاهُ وَنَظَرْتُ إِلٰى هَنِيْهِ۔

امام فراء نے اتمام کو ناجائز کہا ہے اور امام سیبویہ سے عرب کی ایک حکایت میں اتمام بیان ہوا ہے۔ اور وہ فراء کے خلاف دلیل ہے اور جس کو یاد رہے وہ یاد نہ رکھنے والے پر حجت ہوتا ہے۔ مصنف نے (وَفِي أَبٍ وَتَالِيَيْهِ يَنْدُرُ — إِلٰى آخِرِ الْبَيْتِ) کہہ کر باقی ماندہ دو لغتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو اَبٌ اور اس کے ساتھ والے اَخٌ، وَحَمٌ میں پائی جاتی ہیں۔ اب دو لغتوں میں سے ایک تو یہ ہے کہ نقص پڑھیں (اعراب بالحرکات) واو، الف، ی کو حذف کریں اور با، خا، میم پر اعراب بِالْحَرَكَاتِ الظَّاهِرَہ پڑھیں۔ جیسے هٰذَا أَبُهُ وَأَخُهُ وَحَمُهَا — وَرَأَيْتُ أَبَهُ وَأَخَهُ وَحَمَهَا — وَمَرَرْتُ بِأَبِهِ وَأَخِهِ وَحَمِهَا — اور اسی لغت پر رؤبہ بن عجاج کا درج ذیل شعر ہے۔

بِأَبِهِ اقْتَدٰى عَدِيٌّ فِي الْكَرَمِ   وَمَنْ يُّشَابِهْ أَبَهُ فَمَا ظَلَمْ

الشاهد فيه — بِأَبِهِ اور اس أَبَهُ کو اعراب بالحرکات دیا گیا ہے۔

(ترجمہ) عدی (بن حاتم طائی) نے اپنے باپ کی سخاوت میں اقتدا کی ہے اور جو اپنے باپ کے مشابہ ہو وہ ظلم نہیں کرتا۔ اور یہ لغت اَبٌ اور اس کے ساتھ والے دو میں نادر ہے اسی لیے مصنف نے کہا ہے (وَفِي أَبٍ وَتَالِيَيْهِ يَنْدُرُ) یعنی نقص [اعراب بالحرکات] نادر ہے۔

لغت نمبر ۲۔ اَبٌ اور اس کے ساتھ والے دو میں دوسری لغت یہ ہے کہ رفعی، نصبی، جری تینوں حالتیں الف سے پڑھی جائیں جیسے هٰذَا أَبَاهُ وَأَخَاهُ وَحَمَاهَا — وَرَأَيْتُ أَبَاهُ وَأَخَاهُ وَحَمَاهَا — وَمَرَرْتُ بِأَبَاهُ وَأَخَاهُ وَحَمَاهَا — اور اسی لغت کے مطابق درج ذیل شعر پیش کیا جاتا ہے جو ابو نجم عجلی یا رؤبہ بن عجاج کا ہے۔

إِنَّ أَبَاهَا وَأَبَا أَبَاهَا   قَدْ بَلَغَا فِي الْمَجْدِ غَايَتَاهَا

تشریح: اس میں نمبر ۲ أَبَاهَا مضاف الیہ ہونے کے باوجود الف سے آیا ہے (ویسے اس قول کے مطابق تینوں أَبَاهَا وَأَبَا أَبَاهَا الف والی لغت کے مطابق ہیں)۔

(ترجمہ) بے شک اس کا باپ اور اس کے باپ کا باپ (دونوں) عزت و بزرگی کی انتہا کو پہنچے ہیں۔

تو علامتِ رفع نصب اور جر الف پر حرکت مقدر ہے جیسے اسم مقصور میں ہوتی ہے۔ اور یہ لغت نقص سے زیادہ مشہور ہے۔

اور حاصل کلام یہ ہے کہ اَبٌ، اَخٌ، حَمٌ میں کل تین لغات ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور یہ ہے کہ اس کا اعراب واو 'الف' ی سے ہو نمبر ۲۔ مطلق الف سے تینوں اعراب ہوں نمبر ۳' یہ کہ تینوں حروف [واو' الف' ی] حذف کر دیئے جائیں اور یہ نادر ہے۔ اور ھَنٌ میں دو لغات ہیں نمبر ۱۔ نقص نمبر ۲۔ اتمام اور نقص بہت مشہور ہے جبکہ اتمام قلیل ہے۔

---ooo---

وَشَرْطُ ذَا الْإِعْرَابِ اَنْ يُّضَفْنَ لَا لِلْيَا، كَجَا اَخُوْ اَبِيْكَ ذَا اعْتِلَا

ترجمہ: (اسماءِ ستہ) کے اعراب کے لیے شرط ہے کہ وہ یائے متکلم کے علاوہ کسی اور کی طرف مضاف ہوں جیسے جَآءَ اَخُوْ اَبِيْكَ ذَا اعْتِلَا (مرتبہ والا) [اس میں اَخُوْ، اَبِيْكَ، ذَا اعْتِلَا [اَخٌ، اَبٌ، ذُوْ — سب) یائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہیں' اس لیے اعراب بالحروف ملا ہے]۔

(ش) نحویوں نے ان اسماء کے اعراب بالحروف لانے کے لیے چار شروط ذکر کی ہیں۔

شرط نمبر ۱: یہ اسماء مضاف ہونے چاہیں۔ اس قید کے ساتھ غیر مضاف سے احتراز

کیا گیا ہے چونکہ عدم اضافت کی صورت میں اعراب حرکات ظاہرہ سے آتا ہے جیسے هَذَا أَبٌ ، رَأَيْتُ اَبًا ، مَرَرْتُ بِأَبٍ -

شرط نمبر ۲۔ یائے متکلم کے علاوہ کسی اور کی طرف مضاف ہو، جیسے هذَا اَبُوْ زَيْدٍ وَاَخُوْهُ (۱) وَحَمُوْ زَيْنَبَ - اور اگر یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو مقدر حرکات سے اعراب دیا جاتا ہے جیسے هذَا اَبِيْ ، رَأَيْتُ اَبِيْ ، مَرَرْتُ بِاَبِيْ -

مذکورہ حروف کا [واو، الف، ی] سے اعراب نہیں آتا۔ قریب میں اس کی وضاحت آ رہی ہے۔

شرط نمبر ۳ مکبر ہوں۔ اس قید کے ساتھ مصغر سے احتراز کیا ہے چونکہ مصغر کا اعراب حرکات ظاہرہ سے آتا ہے۔ جیسے هذَا اُبَيُّ زَيْدٍ وَذُوَيُّ مَالٍ - وَرَأَيْتُ اُبَيَّ زَيْدٍ وَذُوَيَّ مَالٍ - مَرَرْتُ بِاُبَيِّ زَيْدٍ وَذُوَيِّ مَالٍ -

شرط نمبر ۴۔ وہ اسماء مفرد ہوں اس قید کے ساتھ تثنیہ اور جمع سے احتراز کیا ہے۔ چونکہ اگر جمع ہوں گے تو اعراب حرکات ظاہرہ کا ملے گا جیسے هٰؤُلَاءِ اٰبَاءُ الزَّيْدِيْنَ وَرَأَيْتُ آبَاءَهُمْ ، وَمَرَرْتُ بِآبَائِهِمْ - اور اگر تثنیہ ہو گا تو اعراب تثنیہ والا ملے گا رفع الف سے اور نصب، جر (ی) سے جیسے هٰذَانِ اَبَوَا زَيْدٍ ، وَرَأَيْتُ اَبَوَيْهِ وَمَرَرْتُ بِاَبَوَيْهِ -

مصنف ؒ نے چار شرطوں میں سے صرف پہلی دو شرطیں ذکر کی ہیں اور پھر اپنے قول "وَشَرْطُ ذَا الْاِعْرَابِ اَنْ يُضَفْنَ لَا لِلْيَا" سے انہیں دو کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی ان اسماء کو اعراب بالحروف دینے کے لیے شرط ہے کہ وہ یائے متکلم کے علاوہ کسی اور کی طرف مضاف ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مضاف ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اضافت یائے متکلم کے علاوہ کی طرف ہو۔ اور دوسری دو شرطیں بھی اس کی کلام سے سمجھی ممکن ہیں۔ یہ اس طرح کہ يُضَفْنَ کی ضمیر مذکورہ اسماء [سِتَّۃ مکبرہ] کی طرف لوٹتی ہے اور وہ صرف مفرد اور مکبر ذکر ہوئے ہیں (نہ کہ تثنیہ، جمع اور مصغر)

---

(۱) شارح نے حَمُوْهُ لکھا ہے، جو غلط ہے۔ صدیقی

تو گویا اس نے کہا ہے کہ "وَشَرْطُ ذَا الْإِعْرَابِ أَنْ تُضَافَ أَبٌ وَإِخْوَتُهُ الْمَذْكُوْرَةُ إِلَى غَيْرِ يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ" یعنی اس (حروف والے) اعراب کے لیے شرط ہے کہ اَبٌ اور اس کی اخوات مذکورۃ (جو مفرد اور مکبر ہیں) یائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں۔

یاد رہے کہ ذُوْ صرف مضاف استعمال ہوتا ہے اور اسم جنس ظاہر غیر صفت کی طرف مضاف ہوتا ہے [جیسے جَآءَنِيْ ذُوْ مَالٍ ہے] مضمر کی طرف مضاف نہیں ہوتا [اس لیے جَآءَنِيْ ذُوْقَائِمٍ] کہنا ناجائز ہے۔

---ooo---

بِالْأَلِفِ ارْفَعِ الْمُثَنَّى، وَكِلَا إِذَا بِمُضْمَرٍ مُضَافًا وُصِلَا

ترجمہ: مثنی کو رفع الف سے دو اور کلا کو بھی جب وہ مضاف ہو کر ضمیر سے ملا ہوا ہو۔

كِلْتَا كَذَاكَ، اِثْنَانِ وَاثْنَتَانِ كَابْنَيْنِ وَابْنَتَيْنِ يَجْرِيَانِ

ترجمہ: اسی طرح كِلْتَا۔ اور اِثْنَانِ وَاثْنَتَانِ - اِبْنَانِ اور اِبْنَتَانِ کی طرح (اعراب میں) جاری ہوں گے۔

وَتَخْلُفُ الْيَا فِيْ جَمِيْعِهَا الْأَلِفُ جَرًّا وَنَصْبًا بَعْدَ فَتْحٍ قَدْ أُلِفْ

ترجمہ: جہاں رفعی حالت میں الف آیا ہے وہاں نصبی اور جری حالت میں فتح جو معہود و مالوف (معین) ہے۔اس کے بعد ی آئے گی۔

(ش) مصنف نے ذکر کیا ہے کہ جن میں حروف [حرکات کا] نائب بنتے ہیں وہ اسماءِ ستۃ ہیں۔جن پر کلام ہو چکی ہے۔پھر مثنی کا ذکر کیا ہے جس میں اعراب بالحروف ہوتا ہے۔

مثنی کی تعریف

مثنی وہ لفظ ہے جو آخر میں اضافہ کی وجہ سے دو پر دلالت کرے۔ ایسا اضافہ جو حذف کیا جا سکتا ہو اور اس کے ہم مثل کا اس پر عطف ہو سکتا ہو۔

دو پر دلالت کرے' کے الفاظ میں مثنی داخل ہے [جیسے اَلزَّیْدَانِ] اور وہ الفاظ جو دو پر دلالت کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ [جیسے شفع بمعنی جوڑا] اور آخر میں اضافہ' کے الفاظ کی وجہ سے لفظِ شفع نکل گیا۔ جو اضافہ حذف کیا جا سکتا ہو' کے الفاظ کی وجہ سے لفظِ اِثْنَانِ خارج ہوا چونکہ اس کا اضافہ (الف نون) حذف نہیں کیا جا سکتا نہ اِثْنَانِ سے اثن بول سکتے ہیں۔ اس کے ہم مثل کا اس پر عطف ہو سکتا ہو' کہ الفاظ بولنے سے وہ لفظ خارج ہو گیا جس کا اضافہ حذف ہو سکتا ہو اور (بجائے اس کے ہم مثل کے عطف کے] اس پر اس کے غیر کا عطف ہو سکتا ہو جیسے قَمَرَیْنِ – اس کا اضافہ حذف ہو سکتا ہے اور اس پر اس کے غیر کا عطف بھی ہو سکتا ہے۔[جیسے قَمَرٌ وَ شَمْسٌ] البتہ مثل کا نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے قمرین بولتے ہیں مگر مقصود قمر و شمس ہوتا ہے۔

"بِالْاَلِفِ ارْفَعِ الْمُثَنّٰی وَ کِلَا" یہ الفاظ بول کر مصنف نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ مثنی اور شبہ مثنی کو الف سے رفع دیا جائے گا۔

شبہ مثنی کی تعریف

ہر وہ اسم جس پر مثنی کی تعریف مکمل طور پر صادق نہ آئے [اور ویسے وہ دو پر دلالت کرتا ہو] مصنف نے لفظِ "کِلَا" بول کر اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو اسم آخر میں زائد یا شبہ زائد کی وجہ سے دو پر دلالت کرے اور اس پر مثنی کی تعریف نہ صادق آئے وہ مُلْحَقٌ بِالْمُثَنّٰی ہوتا ہے۔ پس کِلَا ، کِلْتَا ، اِثْنَانِ ، اِثْنَتَانِ ، مُلْحَقٌ بِالْمُثَنّٰی ہیں چونکہ ان پر مثنی کی تعریف صادق نہیں آتی [ان میں سے کِلَا کا الف اصلی ہے۔ اس

لیے یہ شبہ زائد کی مثال بنے گا]۔

یاد رہے کہ کِلَا اور کِلْتَا مُلْحَقْ بِالْمُثَنّٰی تب ہوں گے جب ضمیر کی طرف مضاف ہوں گے [جیسے جَاءَنِیْ کِلَاهُمَا - وَرَأَیْتُ کِلَیْهِمَا - وَمَرَرْتُ بِکِلَیْهِمَا - جَاءَتْنِیْ کِلْتَاهُمَا - وَرَأَیْتُ کِلْتَیْهِمَا - وَمَرَرْتُ بِکِلْتَیْهِمَا]۔ چونکہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں۔ رفع، نصب، جر، تینوں حالتیں الف سے ہوں گی [جیسے جَاءَنِیْ کِلَا الرَّجُلَیْنِ وَکِلْتَا الْمَرْءَتَیْنِ - وَرَأَیْتُ کِلَا الرَّجُلَیْنِ وَکِلْتَا الْمَرْءَتَیْنِ - وَمَرَرْتُ بِکِلَا الرَّجُلَیْنِ وَکِلْتَا الْمَرْءَتَیْنِ] اسی لیے مصنف نے کہا تھا "وَکِلَا إِذَا بِمُضْمَرٍ مُضَافًا وُصِلَا" [یعنی کِلَا کا اعراب بالحروف تب ہو گا جب وہ مضاف ہو کر ضمیر سے ملے گا]۔ پھر بیان کیا کہ اِثْنَانِ اور اثنتان (اعراب میں)۔ ابنان اور ابنتان کے قائم مقام ہوں گے۔ اثنان اور اِثْنَتَانِ مُلْحَقْ بِالْمُثَنّٰی ہیں (کَمَا تَقَدَّمَ) جبکہ اِبْنَانِ اور اِبْنَتَانِ حقیقت میں مثنی ہیں۔

پھر مصنف نے ذکر کیا کہ مثنی اور ملحق بالمثنی میں نصبی اور جری حالت میں الف کی جگہ "یا" آئے گی اور اس کا ماقبل صرف مفتوح رہے گا [جیسے رَأَیْتُ الزَّیْدَیْنِ کِلَیْهِمَا وَمَرَرْتُ بِالزَّیْدَیْنِ کِلَیْهِمَا]۔ اس کے ذریعہ ہی جمع سے احتراز کیا گیا ہے چونکہ اس کا ماقبل مکسور ہوتا ہے [جیسے مَرَرْتُ بِالزَّیْدِیْنَ] اور اس کی وضاحت قریب میں آ رہی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مثنی اور ملحق بالمثنی کو رفع الف سے اور نصب جر "ی" سے ملتی ہے اور یہی مشہور ہے۔ اور صحیح یوں ہے کہ مثنی اور ملحق بالمثنی کا اعراب یوں ہوتا ہے کہ رفع الف پر مقدر رہوتا ہے اور نصب جر "ی" پر مقدر رہوتی ہے۔

جو مصنف نے ذکر کیا ہے کہ مثنی اور ملحق بالمثنی کو رفع الف سے اور نصب جر "ی" سے ملتی ہے۔ یہ لغتِ عرب میں مشہور ہے اور کچھ عرب مثنی اور ملحق بالمثنی کو رفع اور نصب و جر (تینوں اعراب) مطلقاً الف سے دیتے ہیں [جیسے کہا

جائے۔ جَاءَ الزَّیْدَانِ کِلَاهُمَا — وَرَأَیْتُ الزَّیْدَانِ کِلَاهُمَا — وَمَرَرْتُ بِالزَّیْدَانِ کِلَاهُمَا]۔

---○○○---

وَارْفَعْ بِوَاوٍ وَبِیَا اجْرُرْ وَانْصِبْ سَالِمَ جَمْعِ (عَامِرٍ، وَمُذْنِبٍ)

ترجمہ: رفع واو سے اور نصب جر "ی" سے عَامِرٌ اور مُذْنِبٌ کی جمع سالم کو دو [جیسے عَامِرُوْنَ، مُذْنِبُوْنَ، عَامِرِیْنَ، مُذْنِبِیْنَ]۔

(ش) مصنف اعراب بالحروف والی دو قسمیں ذکر کر چکے ہیں۔ نمبر۱ اسماء ستۃ نمبر۲ مثنی اور ملحق بالمثنی — وهذا تَقَدَّمَ الْكَلامُ علیهما —

پھر اس شعر میں تیسری قسم کا ذکر کیا ہے اور وہ جمع مذکر سالم ہے یا جو اس پر محمول ہو۔ اس کا اعراب۔ رفع میں واو اور نصب جر میں "ی" ہوگی۔

عَامِرٌ اور مُذْنِبٌ سے اشارہ ہے کہ جو اس طرح کی جمع ہو۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ جامد اور صفت۔

جامد کی شروط

یہ کہ وہ علم ہو، مذکر، عاقل کے لیے ہو۔ تائے تانیث سے خالی ہو۔ ترکیب سے خالی ہو۔ پس اگر علم نہ ہو تو جمع "واو اور نون" سے نہیں آئے گی جیسے رَجُلٌ سے رَجُلُوْنَ نہیں کہہ سکتے۔ [چونکہ یہ علم نہیں ہے] البتہ اگر تصغیر ہو تو پھر ٹھیک ہے جیسے رُجَیْلٌ سے رُجَیْلُوْنَ اس لیے کہ یہ وصف ہے۔ اور اگر علم ہو مگر مذکر کے لیے نہ ہو تو بھی جمع واؤ۔ نون سے نہیں آئے گی جیسے زَیْنَبُ سے زَیْنَبُوْنَ نہیں کہا جا سکتا (چونکہ یہ مؤنث کا علم ہے) ایسے ہی اگر مذکر غیر عاقل کا علم ہو تو بھی جمع واو۔ نون سے نہ آئے گی جیسے لَاحِقٌ[1] (گھوڑے کا نام) سے لَاحِقُوْنَ نہیں کہہ سکتے (چونکہ یہ غیر عاقل ہے) اور اگر اس میں تائے تانیث ہو تو بھی واو۔ نون سے جمع نہ آئے گی جیسے طَلْحَةُ سے طَلْحُوْنَ

---

[1] پیچھے سے ملنے والا گھوڑا

نہیں کہہ سکتے۔ویسے کوفیوں کے ہاں جائز ہے۔اسی طرح مرکب ہو تو بھی واو۔نون سے جمع نہ آئے گی جیسے سِیْبَوَیْہِ سے سِیْبَوَیْھُوْنَ نہیں کہہ سکتے (چونکہ مرکب ہے) ویسے بعض کے ہاں جائز ہے۔

صفت کی شروط

یہ کہ صفت ہو۔مذکر ہو' عاقل کے لیے ہو۔تائے تانیث سے خالی ہو۔ایسے افعل کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فَعْلَاءُ کے وزن پر آئے (جیسے اَحْمَرُ سے حَمْرَاءُ) اور نہ اس فَعلان کے وزن پر ہو کہ اس کی مؤنث فَعْلٰی کے وزن پر آتی ہو۔(جیسے سَکْرَانُ سے سَکْرٰی)۔اس کا صیغہ مذکر اور مؤنث میں برابر نہ ہو۔

اب صفت مذکر کہنے سے۔صفت مؤنث خارج ہوئی [جیسے حَائِضٌ سے حَائِضُوْنَ نہیں کہہ سکتے چونکہ یہ صفت مؤنث ہے]۔صفت مذکر عاقل کہنے سے صفت مذکر غیر عاقل خارج ہوئی جیسے سَابِقٌ[۲] (گھوڑے کا نام) سے سَابِقُوْنَ نہیں کہہ سکتے (چونکہ غیر عاقل ہے)۔

تائے تانیث سے خالی ہو۔کہنے سے وہ خارج ہوا جو صفت مذکر عاقل ہونے کے ساتھ تائے تانیث رکھتا ہو جیسے عَلَّامَۃٌ۔کہ اس سے عَلَّامُوْنَ نہیں کہہ سکتے۔

افعل کے وزن پر نہ ہو جس کی مونث فَعْلَاءُ کے وزن پر آئے۔کہنے سے اَحْمَرُ سے حَمْرَاءُ جیسی مثال نکل گئی (چونکہ یہ ممنوع ہے) اس لئے اَحْمَرُ سے اَحْمَرُوْنَ نہیں کہہ سکتے۔ایسے جو فَعْلَانُ کے وزن پر ہو اور اس کی مؤنث فَعْلٰی کے وزن پر آئے۔اس کی جمع واو' نون سے نہیں آ سکتی۔اس لیے آپ نہیں کہہ سکتے۔سَکْرَانُ سے سَکْرَانُوْنَ چونکہ اس کی مونث سَکْرٰی بروزن فَعْلٰی آتی ہے ایسے ہی جس کا صیغہ مذکر' مونث میں برابر ہو۔اس میں بھی واو' نون سے جمع مذکر سالم بن کر نہیں آ سکتی جیسے صَبُوْرٌ (صبر کرنے والا مرد یا عورت) جَرِیْحٌ (زخمی مرد یا عورت) سے

---

(۲) آگے نکل جانے والا گھوڑا

صَبُوْرُوْنَ، جَرِیْحُوْنَ نہیں کہہ سکتے۔چونکہ یہ مؤنث و مذکر میں برابر ہیں اور اسی لیے رَجُلٌ صَبُوْرٌ۔ اِمْرَاَۃٌ صَبُوْرٌ۔ رَجُلٌ جَرِیْحٌ۔ اِمْرَاَۃٌ جَرِیْحٌ بول لیتے ہیں۔

اور مصنف نے لفظِ عَامِرٌ بول کر جامد کی طرف اشارہ کیا ہے جو ان تمام شروط کو جمع کرنے والا ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا۔عَامِرٌ، مذکر عاقل کا علم ہے تائے تانیث اور ترکیب سے خالی ہے اس میں عَامِرُوْنَ کہہ سکتے ہیں۔لفظِ مُذْنِبٌ بول کر پہلے ذکر ہونے والی صفت کی طرف اشارہ کیا ہے۔مُذْنِبٌ مذکر عاقل کی صفت ہے۔تائے تانیث سے خالی ہے باب اَفْعَلَ فَعْلَاءُ اور باب فَعْلَانُ فَعْلٰی سے نہیں ہے' اس میں مذکر مؤنث برابر نہیں ہیں اس لیے کہہ سکتے ہیں مُذْنِبُوْنَ۔

---ООО---

وَشِبْهِ ذَیْنِ وَبِهِ عِشْرُوْنَا وَبَابُهٗ اُلْحِقَ وَ الْاَهْلُوْنَا

اُوْلُوْ، وَعَالَمُوْنَ، عِلِّیُّوْنَا وَاَرْضُوْنَ شَذَّ، وَالسِّنُوْنَا

ترجمہ: ان دو (عَامِرٌ، مُذْنِبٌ) سے مشابہت رکھنے والا۔عِشْرُوْنَ اور اس کا باب [1] اس جمع (مذکر سالم) سے ملحق ہے اور (ایسے ہی) اَهْلُوْنَ، اُوْلُوْ، عَالَمُوْنَ، عِلِّیُّوْنَ' اَرْضُوْنَ' سِنُوْنَ اپنے باب [2] سمیت (سب جمع مذکر سالم سے ملحق ہیں) البتہ اَرْضُوْنَ اور سِنُوْنَ اپنے باب سمیت شاذ ہے

وَبَابُهٗ، وَمِثْلَ حِیْنٍ قَدْ یَرِدُ ذَا الْبَابُ، وَهُوَ عِنْدَ قَوْمٍ یَطَّرِدُ

ترجمہ: اور کبھی وہ باب (باب سنین) لفظ حین کی طرح (ی ثابت رکھ کر نون کو اعراب دے کر) آتا ہے اور ایک قوم کے نزدیک یہ قیاس کے مطابق ہے۔

[1] باب سے مراد ہے ثَلَاثُوْنَ اَرْبَعُوْنَ تا تِسْعُوْنَ ہے

[2] اس سے مراد ہر وہ اسم ثلاثی ہے جس کا آخر حذف کر کے ھا لگائی ہو جیسے سَنَیٌ سے سَنَۃٌ وغیرہ تفصیل شرح میں آئے گی۔

(ش) نوٹ شعر نمبر ا میں "ذَیْنِ" برائے تثنیہ اسم اشارہ ہے

مصنف نے "شِبْہِ ذَیْنِ" کہہ کر شبہ عامر اور شبہ مُذْنِبٌ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

عامرؐ سے مراد ہر وہ اسم ہے جو پہلے مذکور تمام صفات کا جامع ہو۔ جیسے مُحَمَّدٌ، اِبْرَاھِیْمُ تو کہہ سکتے ہیں مُحَمَّدُوْنَ، اِبْرَاھِیْمُوْنَ اور مُذْنِبٌ سے مراد ہر وہ صفت ہے جس میں مذکورہ بالا تمام صفات پائی جائیں۔ جیسے اَفْضَلُ، ضَرَّابٌ وغیرہ سے آپ بول سکتے ہیں اَلْاَفْضَلُوْنَ، اَلضَّرَّابُوْنَ اور "وَبِہٖ عِشْرُوْنَ" کے ذریعہ اشارہ کیا ہے اس اسم کی طرف جو جمع مذکر سالم کے ساتھ اعراب میں ملحق ہو یعنی رفعی حالت میں واو لے اور نصب و جر میں ی۔

جمع مذکر سالم کی تعریف

جمع مذکر سالم وہ ہے جس میں مذکورہ بالا شروط پائی جائیں اور اس کے واحد کا وزن سالم رہے۔ جس کی واحد اس کے الفاظ سے نہ ہو یا واحد ہو مگر شروط پوری نہ ہوں۔ وہ جمع مذکر سالم نہ ہوگی بلکہ ملحق بجمع مذکر سالم ہوگی۔ پس عِشْرُوْنَ وَبَابُہٗ (ثَلَاثُوْنَ تاتِسْعُوْنَ) ملحق بجمع مذکر سالم ہیں۔ چونکہ ان کی واحد ان کے الفاظ سے نہیں ہے کیونکہ عِشْرُوْنَ سے عِشْرٌ نہیں کہا جا سکتا اسی طرح اَھْلُوْنَ بھی ملحق ہے چونکہ اس کا واحد (اَھْلٌ) اگرچہ اس کے الفاظ سے ہے۔ مگر اس میں مذکورہ شروط نہیں پائی جاتیں۔ اور یہ رَجُلٌ کی طرح اسم جنس جامد ہے۔ (علم نہیں ہے) ایسے ہی اُولُوْ ملحق ہے چونکہ اس کا اپنے لفظوں سے واحد نہیں۔ عَالَمُوْنَ جمع ہے عالم کی اور رَجُلٌ کی طرح عالم اسم جنس جامد ہے۔ عِلِّیُّوْنَ اعلیٰ جنت کا اسم ہے۔ اور غیر عاقل کے لیے ہونے کی وجہ سے اس میں مذکورہ شروط موجود نہیں۔ اَرْضُوْنَ اَرْضٌ کی جمع ہے اور اَرْضٌ اسم جنس جامد مونث ہے۔ اَلسِّنُوْنَ جمع ہے سَنَۃٌ کی۔ یہ بھی اسم جنس مؤنث ہے۔ یہ سب جمع مذکر (سالم) سے ملحق ہیں چونکہ ان میں شروط مذکورہ مکمل نہیں ہیں۔ کَمَا سَبَقَ۔

مصنف نے بَابُہ کہہ کر بابِ سَنَۃ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہر وہ اسم ثلاثی جس کا لام کلمہ حذف کیا گیا ہو اور اس کے عوض میں ھاءِ تانیث (یعنی ۃ تانیث) لائی گئی ہو (جیسے سَنَيٌ سے سَنَۃٌ۔ مِئَيٌ سے مِأَۃٌ۔ ثَبِيٌ سے ثُبَۃٌ وغیرہ) اور اس کی جمع مکسر نہ آتی ہو۔ جیسے مِأَۃٌ سے مِئِیْنَ، ثُبَۃٌ سے ثُبِیْنَ وغیرہ وغیرہ۔ اس میں اور اس جیسے میں یہ استعمال جاری ہے۔ اور اگر جمع مکسر آتی ہو تو اس طرح کا استعمال شاذ ہی ہوتا ہے جیسے شَفَۃٌ اور شَفَاۃٌ۔ ظُبَۃٌ سے جمع مکسر ظُبَاۃٌ بناتے ہیں اور رفع (واو) سے اور نصب جر "ی" سے دیتے ہوئے ظُبُوْنَ اور ظُبِیْنَ بھی بولتے ہیں۔ [مگر شاذ طور پر]۔

"مِثْلَ حِیْنٍ قَدْیَرِ دُ ذَا الْبَاب" کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ سِنِیْنَ اور سِنِیْنَ جیسی جمع میں (حِیْن کی طرح) "ی" لازمی رہے گی اور نون پر اعراب آئے گا جیسے آپ کہیں ھٰذِہٖ سِنِیْنٌ، وَرَأَیْتُ سِنِیْنًا وَمَرَرْتُ بِسِنِیْنٍ ویسے چاہیں تو تنوین حذف کر دیں [جیسے سِنِیْنُ] اور حذف کرنا اثبات کی نسبت قلیل ہے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ اطرادی (بمعنی قیاسی) ہے یا نہیں۔ جبکہ صحیح یہ ہے کہ یہ سماعی بات ہے 'قیاسی نہیں۔ اور اسی قسم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا سِنِیْنًا کَسِنِیْنِ یُوْسُفَ۔ ایک روایت کے اعتبار سے (اَلشَّاھِدُ فِیْہِ - سِنِیْنًا پر تنوین نصب ظاہر ہے) اور کَسِنِیْنِ یُوْسُفَ۔ (نون ظاہری کسرہ سے مکسور اور مضاف ہونے کے باوجود ثابت ہے) جیسے کہ صمۃ بن عبداللہ شاعر نے کہا ہے۔

دَعَانِیَ مِنْ نَجْدٍ، فَاِنَّ سِنِیْنَہٗ لَعِبْنَ بِنَا شِیْبًا (۱) وَشَیَّبْنَنَا (۲) مُرْدًا (۳)

(ترجمہ) انہوں نے (یعنی میرے باپ اور چچا نے) مجھ سے نجد چھڑا دیا اور نجد کے سالوں نے (یعنی وقت نے) میرے ساتھ بڑھاپا کھیلا (یعنی بوڑھا کر دیا) اور بڑھاپا بھی ایسا کہ اس نے چہرے کے بال صاف کر دیئے۔

اَلشَّاھِدُ فِیْہِ - سِنِیْن کو لفظِ حِیْن کی طرح جاری کیا گیا ہے یعنی اعراب

---

(۱) سفید بال (۲) بڑھاپا (۳) بڑھاپے کی وجہ سے چہرے کے بال اڑ جانا

بالحرکات میں اور (نحوی) اضافت کے باوجود نون کو ثابت رکھتے ہیں۔

---ооо---

وَنُوْنُ مَجْمُوْعٍ وَمَابِهٖ اِلْتَحَقْ فَافْتَحْ وَقَلَّ مَنْ بِکَسْرِهٖ نَطَقْ

ترجمہ: جمع اور ملحق بالجمع کے نون کو فتح دے اور جنھوں نے کسرہ بولا ہے قلیل ہیں۔

وَنُوْنُ مَاثُنِّیَ وَالْمُلْحَقُ بِهٖ بِعَکْسِ ذَاکَ اِسْتَعْمَلُوْهُ فَانْتَبِهْ

ترجمہ: انہوں نے مثنٰی اور ملحق بالمثنٰی کے نون کو اس (جمع کے نون) کے برعکس استعمال کیا ہے۔ (یعنی اکثر مکسور اور قلیل یا شاذ مفتوح)

(ش) جمع اور ملحق بالجمع کے نون کا حق ہے کہ مفتوح ہو اور کبھی شاذ طور پر مکسور ہوتا ہے۔ اسی سے جریر بن عطیہ کا درج ذیل شعر ہے:

عَرَفْنَا جَعْفَرًا وَبَنِیْ اَبِیْهِ وَاَنْکَرْنَا زَعَانِفَ (۱) آخَرِیْنِ

(الشاھد فیہ – آخَرِیْنِ نون جمع کا مکسور ہونا جو شاذ ہے)۔

(ترجمہ) ہم نے جعفر اور اس کے باپ کے بیٹوں کو پہچان لیا ہے اور دوسرے بے اصل قبائل کا انکار کیا ہے۔

(ایسے ہی سحیم بن وثیل رباحی کے شعر ہیں)۔

اَکُلَّ الدَّهْرِ حِلٌّ وَارْتِحَالٌ اَمَایُبْقِی (۲) عَلَیَّ وَلَا یَقِیْنِیْ (۳)

وَمَاذَا تَبْتَغِی الشُّعَرَاءُ مِنِّیْ وَقَدْ جَاوَزْتُ حَدَّ الْاَرْبَعِیْنِ

(الشاھد فیہ – اَرْبَعِیْنِ ملحق بالجمع مذکر سالم کا نون شاذ طور پر مکسور ہے)

(ترجمہ) کیا ہر وقت ہی آنا جانا رہے گا کیا (زمانہ) مجھے باقی نہیں چھوڑے گا اور

(۱) جمع ہے زِعْنِفَۃ کی بمعنی بے اصل قبائل (۲) باقی نہیں چھوڑے گا (۳) نہ بچائے گا

نہ بچائے گا؟ شعراء مجھ سے کیا چاہتے ہیں اور یقیناً میں تو چالیس (سالہ عمر کی) حد تجاوز کر چکا ہوں (اب نہ جوانی و رعنائی باقی ہے' نہ مال زیادہ جمع ہونے کی امید ہے)

یاد رہے کہ "اَلْاَرْبَعِیْنِ" میں کسرہ کوئی لغت نہیں۔ جیسا کہ زعم کر لیا گیا ہے۔ جبکہ تثنیہ کے نون کا فتحہ ایک لغت ہے ویسے نون مثنٰی اور ملحق بالمثنٰی کا حق یہ ہے کہ وہ مکسور ہو۔ لغۃً فتح کی مثال حمید بن ثور الہلالی الصحابی کا درج ذیل شعر ہے۔

عَلٰی اَحْوَذِیَّیْنَ (۱) اِسْتَقَلَّتْ (۲) عَشِیَّۃً (۳) فَمَا ھِیَ اِلَّا لَمْحَۃٌ وَتَغِیْبُ

(ترجمہ) [بھٹ تیتر کے] پروں کی کیا ہی پوزیشن ہے کہ دوپہر کے بعد (بلند ہوتے یعنی) اڑتے ہیں۔ [ان کی تیزی کے کیا کہنے] وہ ایک لمحہ کے لیے سامنے آتے ہیں اور پھر غائب ہو جاتے ہیں۔

الشاھد فیہ - اَحْوَذِیَّیْنَ کے نون کا فتحہ ایک لغت ہے۔

مصنف کی کلام کا ظاہر کہتا ہے کہ نون مثنٰی کا فتح قلت میں نون جمع کے کسرہ کی طرح ہے جبکہ ایسے نہیں ہے بلکہ یوں ہے۔ کہ جمع کے نون کا مکسور ہونا شاذ ہے۔ جبکہ نون مثنٰی کا مفتوح ہونا ایک لغت ہے جیسے پہلے بات ہو چکی۔ رہا یہ سوال کہ کیا نون مثنٰی صرف "ی" کے ساتھ مفتوح ہو گا یا "ی" اور الف دونوں کے ساتھ مفتوح ہو گا۔ تو جواب ہے کہ مصنف کی کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوسری بات ہے (یعنی دونوں کے ساتھ مفتوح ہو گا نہ کہ کسی ایک کے ساتھ)

فتح مع الالف کی مثال میں قبیلہ ضبہ کے ایک شخص کا شعر ہے۔

اَعْرِفُ مِنْھَا الْجِیْدَ (۱) وَالْعَیْنَانَا وَمَنْخِرَیْنِ (۳) اَشْبَھَا ظَبْیَانَا (۴)

الشَّاھِدُ فیہ - اَلْعَیْنَانَا اور ظَبْیَانَا کے نونِ مثنٰی بجائے مکسور ہونے کے مفتوح ہیں اور الف کے ساتھ آئے ہیں۔

(۱) اَحْوَذِیّ کا تثنیہ ہے۔ اس سے مراد بھٹ تیتر کے پر ہیں۔ (۲) بلند ہوا' اڑا۔ (۳) دوپہر کے وقت۔ (۱) گردن (۲) نتھنے۔ (۴) ظَبْیٌ کا تثنیہ ہے' ہرنی۔

(ترجمہ) میں (اپنی محبوبہ سلمہ) کی گردن اور آنکھیں اور نتھنے (ناک) پہچانتا ہوں کہ وہ ہرنیوں کے مشابہ ہیں (ویسے ایک قول کے مطابق ظَبْیَانَا ایک شخص کا نام ہے تب ترجمہ ہو گا۔ اس کی ناک ظبیان نامی شخص کی ناک کے مشابہ ہے)۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شعر مصنوعی ہے' دلیل نہیں بنتا۔

---OOO---

وَمَا بِتَا وَأَلِفٍ قَدْ جُمِعَا يُكْسَرُ فِي الْجَرِّ وَفِي النَّصْبِ مَعَا

ترجمہ: اور جو جمع [مونث سالم] الف اور "تا" کے ساتھ آئے اس کی نصبی' جری (دونوں حالتیں) کسرہ کے ساتھ آتی ہیں۔

(ش) جب مصنف ان چیزوں میں گفتگو کرنے سے فارغ ہوا جن میں حروف حرکات کے نائب بنتے ہیں تو اب ان حرکات کا بیان شروع کر دیا جو حرکات کی نائب بنتی ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ قسم نمبرا' جمع مؤنث سالم نمبر ۲' اسم غیر منصرف۔

قسم نمبرا' جمع مونث سالم

جیسے مُسْلِمَاتٌ — ہم نے جمع تکسیر سے احتراز کرتے ہوئے سالم کہا ہے اور جمع تکسیر وہ ہے جس میں واحد کا وزن سلامت نہ رہے جیسے هُنُوْدٌ — اور مصنف نے (وَمابِتَا وَ أَلِفٍ قَدْ جُمِعَ) کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے یعنی وہ الف اور تا۔ زائد تان سے جمع بنائی جائے۔ اب اس سے قُضَاةٌ (جَمْعُ قَاضٍ) خارج ہوئی چونکہ اس میں الف اصلی ہے زائد نہیں۔ چونکہ وہ اصل "ی" سے بدلہ ہوا ہے جبکہ اصل یہ قُضَيَةٌ تھا ایسے ہی أَبْيَاتٌ (جَمْعُ بَيْتٍ) بھی اس سے خارج ہے چونکہ اس کی "ت" اصلی ہے۔

(الف اور تا زائد کا) مطلب یہ تھا کہ وہ اس کے جمع پر دلالت کرنے میں سبب بنیں جیسے هِنْدَاتٌ - اب اس کے ذریعہ قُضَاةٌ اور أَبْيَاتٌ سے احتراز کیا ہے۔ اس میں

ہر ایک مثال الف اور تا کے ساتھ تو آئی ہے اور ہے بھی جمع مگر یہ ہماری بحث میں شامل نہیں ہیں چونکہ یہاں الف اور تا جمع پر دلالت نہیں کرتے بلکہ جمع پر دلالت کرنے والی چیز صیغہ ہے۔اس طرح سے ان مثالوں (قُضَاةٌ وَاَبْيَاتٌ) کی وساطت سے مصنف پر کئے جانے والے اعتراض کا بھی دفاع ہو گیا۔[کہ قُضَاةٌ اور اَبْيَاتٌ جمع مؤنث سالم ہیں اور ان کو جمع مؤنث والا اعراب دیا جائے] اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مصنف کے لیے ضروری نہیں تھا کہ "بِالِفٍ وَتَامَزِيْدَتَيْنِ" کہتا۔پس اس کے قول "بِتَا" میں جار مجرور اس کے قول جمع سے متعلق ہے۔

جمع مؤنث کا حکم

اس جمع کا حکم یہ ہے کہ رفعی حالت ضمہ سے ہوگی اور نصبی جری کسرہ سے جیسے جَاءَنِيْ هِنْدَاتٌ، رَأَيْتُ هِنْدَاتٍ، وَمَرَرْتُ بِهِنْدَاتٍ۔

اس میں کسرہ فتح کا نائب بنا۔بعض کا خیال ہے کہ حالت نصبی میں مبنی ہوگا مگر یہ غلط ہے کیوں کہ اس کے مبنی ہونے کا کوئی موجب نہیں ہے۔

---○○○---

كَذَا اُوْلَاتِ وَ الَّذِيْ اِسْمًا قَدْ جُعِلَ   كَاَذْرِعَاتٍ فِيْهِ ذَا اَيْضًا قُبِلَ

ترجمہ: اسی طرح اُولَاتُ اور وہ جو اسم بنالیا گیا ہو جیسے اَذْرِعَاتُ (کشادہ قدم عورتیں) اس میں بھی وہی اعراب قبول کیا گیا ہے یعنی نصبی حالت کسرہ سے۔

پھر "وَالَّذِيْ اِسْمًا قَدْ جُعِلَ" کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ جو اسم اور علم بنالیا گیا ہو اور وہ جمع مؤنث سالم ہو یا اس سے ملحق۔اس کی بھی نصبی حالت کسرہ سے ہوگی جس طرح کہ علم اور اسم متعین ہونے سے قبل تھی جیسے اَذْرِعَاتٌ (جَمْعُ اَذْرِعَةٍ اور اَذْرِعَةٌ جمع ذِرَاعٌ کی ہے) اور اس کی تنوین حذف نہ ہوگی جیسے هٰذِهِ اَذْرِعَاتٌ، رَأَيْتُ اَذْرِعَاتٍ، وَمَرَرْتُ بِاَذْرِعَاتٍ - اور یہی مذہب صحیح ہے (کہ تنوین حذف نہ

ہوگی) اس میں دو مذہب اور ہیں: نمبرا کہ رفع ضمہ سے نصب جر کسرہ سے اور تنوین حذف ہوگی جیسے هٰذِهٖ اَذْرِعَاتُ، رَأَيْتُ اَذْرِعَاتِ وَمَرَرْتُ بِاَذْرِعَاتِ نمبر ۲ رفع ضمہ سے اور نصب جر (بجائے کسرہ کے) فتحہ سے اور تنوین حذف ہوگی جیسے هٰذِهٖ اَذْرِعَاتُ وَرَأَيْتُ اَذْرِعَاتَ وَمَرَرْتُ بِاَذْرِعَاتَ اور مذکورہ تینوں مذہبوں کی دلیل امرءالقیس بن حجر الکندی کا درج ذیل شعر ہے:

تَنَوَّرْتُهَا (۱) مِنْ اَذْرِعَاتٍ، (۲) وَاَهْلُهَا بِيَثْرِبَ (۳) اَدْنٰى (۴) دَارِهَا نَظَرٌ عَالِيْ (۵)

(ترجمہ) میں نے اس کو (دور سے) اذرعات (شہر) سے دیکھا اور اس کے گھر والے یثرب میں تھے۔ اس کے گھر کے قریب والے گھر کو دیکھ لینا بھی عظیم الشان ہے تو اگر اس کے گھر کو دیکھ لیا جائے تو کس قدر عظیم ہوگا۔

الشَّاهِدُ فِيْهِ — اَذْرِعَاتٍ پہلے مذہب کے مطابق تا مکسورہ مع التنوین ہے۔

نمبر ۲۔ مذہب کے مطابق اَذْرِعَاتِ تا مکسورہ بغیر تنوین کے ہے۔

نمبر ۳۔ مذہب کے مطابق اَذْرِعَاتَ تا مفتوحہ بغیر تنوین کے ہے۔

---ооо---

وَجُرَّ بِالْفَتْحَةِ مَالَا يَنْصَرِفُ مَا لَمْ يُضَفْ اَوْ يَكُ بَعْدَ اَلْ رَدِفْ

ترجمہ: غیر منصرف کو کسرہ فتحہ کے ساتھ دو جب تک وہ مضاف نہ ہو یا معرف باللام نہ ہو۔

(ش) اس شعر میں اس دوسری قسم کی طرف اشارہ ہے جس میں حرکت، حرکت کی نائب بنتی ہے اور اس سے مراد وہ اسم ہے جو منصرف نہ ہو (یعنی غیر منصرف ہو) اور اس کا حکم یہ ہے کہ رفعی حالت ضمہ کے ساتھ ہوگی اور نصبی جری حالت فتحہ سے ہوگی۔ جیسے جَاءَ اَحْمَدُ، رَأَيْتُ اَحْمَدَ، مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ اس میں فتحہ کسرہ کا نائب بنا ہے۔ یہ اس وقت تک جب تک وہ مضاف نہ ہو یا الف لام کے بعد نہ آئے اور اگر مضاف ہو یا

(۱) میں نے اس کو دور سے دیکھا۔ (۲) شام کا ایک شہر ہے۔ (۳) مدینہ منورہ کا قدیم نام ہے۔ (۴) قریب والا۔ (۵) عظیم ہوتا۔

اس پر الف لام داخل ہو گیا تو جری حالت کسرہ سے آجائے گی جیسے مَرَرْتُ بِاَحْمَدِكُمْ، وَمَرَرْتُ بِالْاَحْمَدِ۔

---ooo---

وَاجْعَلْ لِنَحْوِ (يَفْعَلَانِ) النُّوْنَا رَفْعًا ، وَتَدْعِيْنَ وَتَسْأَلُوْنَا

ترجمہ ۔يَفْعَلَانِ ، تَدْعِيْنَ ، تَسْأَلُوْنَ میں رفعی حالت میں نون لائیے یعنی ثابت رکھیے۔

وَحَذْفُهَا لِلْجَزْمِ وَالنَّصْبِ سِمَهْ كَلَمْ تَكُوْنِيْ لِتَرُوْمِيْ مَظْلِمَهْ

ترجمہ ۔اور نصب اور جزم میں اس کا حذف ہونا (فعل کی) علامت ہے جیسے لَمْ تَكُوْنِيْ لِتَرُوْمِيْ مَظْلِمَه [(اے مخاطبہ تو ایسی نہیں ہے کہ ظلم کا ارادہ کرے۔ اس مثال میں لَمْ تَكُوْنِيْ فعل مجزوم بلم ہے' نون حذف ہوا ہے ۔ایسے ہی لِتَرُوْمِيْ فعل مضارع منصوب بلامِ کَیْ ہے اور آخر سے نون حذف ہوا ہے]۔

(ش) جب اسماء کے اعراب بِالنِّيَابَة سے فارغ ہوئے تو اب افعال کے اعراب بِالنِّيَابَة کی بات شروع کر دی ہے' اور اس کے لیے پانچ مثالیں ہیں [يَفْعَلَانِ ، تَفْعَلَانِ ، يَفْعَلُوْنَ ، تَفْعَلُوْنَ تَفْعَلِيْنَ] يَفْعَلَانِ کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ ہر وہ فعل جس میں الف تثنیہ کا ہو گا اس کے شروع میں ''یا'' ہو خواہ ''تا'' ۔ جیسے يَضْرِبَانِ ، تَضْرِبَانِ اور تَدْعِيْنَ بول کر اشارہ کیا کہ ہر وہ فعل جس میں ''یا'' مخاطبہ کی لگی ہو جیسے اَنْتِ تَضْرِبِيْنَ اور تَسْأَلُوْنَ سے اشارہ کیا ہے کہ جس فعل میں ''واو'' جمع کی ہو اس کے شروع میں یا ہو خواہ تا جیسے اَنْتُمْ تَضْرِبُوْنَ ، اَلزَّيْدُوْنَ يَضْرِبُوْنَ — یہ پانچوں مثالیں جو کہ يَفْعَلَانِ ، تَفْعَلَانِ ، يَفْعَلُوْنَ ، تَفْعَلُوْنَ ، تَفْعَلِيْنَ ہیں ۔ ان کا اعراب حالت رفع میں نون ثابت رہنے کے ساتھ ہو گا ۔ اور نصبی و جزمی حالت نون حذف ہونے کے ساتھ ہو گی ۔ اب نون نے حرکتِ ضمہ کی نیابت کی ہے [جیسے اَلزَّيْدَانِ يَفْعَلَانِ اس میں يَفْعَلَانِ فعل مضارع حالت رفع میں ہے اور رفع کی علامت نون کا ثابت رہنا ہے]۔نصبی اور

جزمی حالت میں نون حذف ہو گا۔[گویا نصب و جزم کی علامت نون کا حذف ہونا ہے]

جیسے زَیْدٌ لَنْ یَّقُوْمَ۔ و مَخْرَجًا۔

اب یَقُوْمُ اور یَخْرُجَا میں نصب و جزم کی علامت نون کا حذف ہونا ہے۔ایسے ہی قرآن پاک میں ہے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ۔

---OOO---

وَ سَمِّ مُعْتَلًا مِنَ الْاَسْمَاءِ مَا كَالْمُصْطَفٰى وَ الْمُرْتَقِیْ مَكَارِمَا

ترجمہ: مُصْطَفٰی اور مُرْتَقِیْ جیسے اسموں کا نام معتل رکھ جیسے اَلْمُصْطَفٰی و الْمُرْتَقِیْ

مَکَارِمُ [مُرْتَقِیْ مَکَارِم بمعنی عزت و شرف کے درجات پر چڑھنے والا]۔

فَالْاَوَّلُ الْاِعْرَابُ فِیْهِ قُدِّرَا جَمِیْعُهُ وَهُوَ الَّذِیْ قَدْ قُصِرَا

ترجمہ:پہلے (مُصْطَفٰی) کاکل اعراب (رفع 'نصب ' جر)تقدیری ہو گا اور یہ اسم مقصور ہے۔

وَ الثَّانِ مَنْقُوْصٌ ، وَنَصْبُهُ ظَهَرْ وَ رَفْعُهُ یَنْوِیْ ، كَذَا اَیْضًا یُجَرْ

ترجمہ:

جبکہ دوسرا منقوص ہے اور[دوسرے مُرْتَقِیْ اسم منقوص]کی نصب فتحہ لفظی سے ظاہر آتی ہے اور رفع محذوف منوی[کی صورت میں مقدر ہوتا ہے اور اسی طرح جر بھی مقدر ہوتی ہے]۔

(ش) معتل اسماء و افعال کے اعراب کی بات شروع کی ہے اور ذکر کیا ہے جو مَصْطَفٰی اور مُرْتَقِیْ کی طرح ہو گا اس کا نام معتل ہے اور مُصْطَفٰی سے ایسے اسم کی طرف اشارہ کیا ہے جس کے آخر میں الف لازمی ہو اور اس کا ماقبل مفتوح ہو جیسے عَصًا اور رَحیً اور مُرْتَقِیْ سے اشارہ ہے کہ جس کے آخر میں "یا" ماقبل مکسور ہو جیسے اَلْقَاضِیْ ، اَلدَّاعِیْ۔

اور پھر اشارہ کیا کہ جس کے آخر میں الف ماقبل مفتوح ہو گا اس میں سب حرکات مقدر ہوں گی اور اس کا نام اسم مقصور ہو گا۔

اسم مقصور

ہر وہ اسم معرب ہے جس کے آخر میں الف لازمی ہو۔ [جیسے مُصْطَفٰی ، مُرْتَضٰی [اسم بول کر فعل سے احتراز کیا ہے جیسے یَرْضٰی - اور معرب بول کر مبنی سے احتراز کیا ہے جیسے اِذَا۔ الف بول کر اسم منقوص سے بچاؤ کیا ہے جیسے اَلْقَاضِی - کَمَا سَیَأْتِی تَفْصِیْلُہٗ ۔ لازمی بول کر حالت رفع والے مثنی سے احتراز کیا ہے جیسے اَلزَّیْدَانِ چونکہ اس کا الف لازمی نہیں۔ چونکہ حالتِ نصب و جر میں ''ی'' ہو جاتا ہے جیسے رَأَیْتُ اَلزَّیْدَیْنِ ، مَرَرْتُ بِالزَّیْدَیْنِ

'' وَالثَّانِ مَنْقُوْصٌ '' سے مُرْتَقِیْ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اسم منقوص

وہ اسم معرب ہے جس کے آخر میں یا لازمی ہو اور ماقبل مکسور ہو جیسے اَلْمُرْتَقِیْ اسم بول کر فعل سے احتراز کیا ہے جیسے یرمی معرب بول کر مبنی سے جیسے اَلَّذِیْ۔ ماقبل مکسور بول کر ماقبل ساکن سے احتراز کیا ہے جیسے ظَبْیٌ (بمعنی ہرن) وَرَمْیٌ [یاد رہے کہ یہ ظَبْیٌ ، رَمْیٌ معتل جاری مجری صحیح ہیں (یعنی صحیح کے قائم مقام ہیں اور ہر اعراب قبول کرتے ہیں) اس لیے رفعی حالت ضمہ سے آئے گی اور نصبی فتحہ سے اور جری کسرہ سے۔ جیسے ھٰذَا ظَبْیٌ ، رَأَیْتُ ظَبْیًا ، مَرَرْتُ بِظَبْیٍ] ۔

اسم منقوص کا اعراب

رفعی اور جری حالت میں ی پر ضمہ اور کسرہ مقدر ہو گا [ظاہر اس لیے نہیں کہ وہ یا کے لیے ثقیل ہوتے ہیں] جیسے جَاءَ الْقَاضِیْ ، مَرَرْتُ بِالْقَاضِیْ -- اور حالت نصبی میں

فتحہ ظاہر ہوگا [چونکہ فتحہ خفیف حرکت ہے] جیسے رَأَیْتُ الْقَاضِیَ وقال اللہ تعالیٰ۔ یٰقَوْمَنَا اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللہ (دَاعِیَ پر فتحہ ظاہر ہے)

مذکورہ کلام سے معلوم ہوا کہ اسم کے آخر میں واو ماقبل مضموم نہیں ہوتی۔ الا یہ کہ وہ مبنی ہو جیسے هُوَ اور اسماء ستة (مکبرہ) کے علاوہ کسی اسم معرب کے آخر میں واو ماقبل مضموم نہیں ہوتی اور وہ بھی حالت رفع میں جیسے جاء اَبُوْہُ۔ البتہ کوفیوں نے اور دو جگہ میں اجازت دی ہے۔ نمبرا' جو ہو فعل مگر نام رکھ لیا جائے جیسے یَدْعُوْ، یَغْزُوْ نمبر۲' جو عجمی ہو جیسے سَمَنْدُوْ، قَمَنْدُوْ وغیرہ۔

--- ○○○---

وَاَیُّ فِعْلٍ اٰخِرٌ مِّنْهُ اَلِفْ اَوْ وَاوٌ اَوْیَاءٌ فَمُعْتَلاً عُرِفْ

ترجمہ: جونسے فعل کے آخر میں الف ہو' یا ی ہو یا واو ہو وہ معتل معروف ہے۔

(ش) اشارہ اس طرف ہے کہ معتل وہ افعال ہیں جن کے آخر میں واو ماقبل مضموم ہو [جیسے یَغْزُوْ] یا پھر یائے ماقبل مکسور ہو [جیسے یَرْمِیْ] یا الف ماقبل مفتوح ہو [جیسے یَخْشٰی]

--- ○○○---

فَالْاَلِفَ انْوِفِیْهِ غَیْرَ الْجَزْمِ وَ ابْدِ نَصْبَ مَاکَیَدْعُوْ، یَرْمِیْ

ترجمہ: الف میں جزم کے سوا [نصب اور رفع] مقدر سمجھ اور یَدْعُوْ وَ یَرْمِیْ جیسوں میں نصب ظاہر دے۔

وَالرَّفْعَ فِیْهِمَا انْوِ وَاحْذِفْ جَازِمًا ثَلَاثَهُنَّ تَقْضِ حُکْمًا لَازِمًا

ترجمہ: [ان دونوں میں] رفع مقدر سمجھ اور جزم میں تینوں [الف، واو، ی] کو حذف کردے [اس طرح] تو ایک لازمی حکم کا فیصلہ کرے گا۔

(ش) ان دو شعروں میں فعل معتل کے اعراب کی کیفیت بیان کی ہے اور ذکر کیا

ہے کہ الف پر جزم مقدر نہ ہوگی جبکہ رفع ونصب مقدر ہوں گے جیسے زَیْدٌ یَخْشٰی یخشٰی مرفوع ہے اور علامتِ رفع الف پر ضمہ کا مقدر ہوتا ہے۔ لَنْ یَّخْشٰی میں یَخْشٰی منصوب ہے اور علامت نصب الف پر فتحہ کا مقدر ہوتا ہے لیکن جزم ظاہر ہوگی چونکہ جزمی صورت میں حرفِ اخیر حذف ہوگا جیسے لَمْ یَخْشَ میں الف حذف ہے۔

(وَ اُبْدِ نَصْبَ مَا کَیَدْعُوْ وَیَرْمِیْ) سے اشارہ ہے کہ جس فعل کے آخر میں واو، ی ہوگی اس کی نصب ظاہر کرنا ہوگی جیسے لَنْ یَّدْعُوَ، لَنْ یَّرْمِیَ۔

"وَ الرَّفْعُ فِیْهِمَا انْوِ" میں اشارہ ہے کہ رفع واو، ی پر مقدر ہوگی جیسے یَدْعُوْ ،یَرْمِیْ اس میں علامت رفع واو، ی پر ضمہ کا مقدر ہوتا ہے۔

"وَ احْذِفْ جَازِمًا ثَلَاثَهُنَّ" سے اشارہ ہے کہ الف، واو، ی، تینوں حالت جزم میں حذف ہوں گے جیسے لَمْ یَخْشَ، لَمْ یَغْزُ، لَمْ یَرْمِ اب علامت جزم ان میں الف، واو، ی، کا حذف ہوتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ رفع' الف، واو، ی پر مقدر ہوگی اور جزم تینوں کے حذف کی صورت میں ظاہر ہوگی اور نصب واو، ی پر ظاہر ہوگی اور الف پر مقدر ہو گی۔
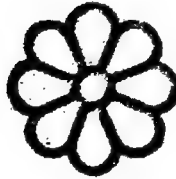
اَلنَّكِرَةُ وَ الْمَعْرِفَةُ

نَكِرَةٌ: قَابِلُ اَلْ، مُؤَثِّرًا، اَوْ وَاقِعٌ مَوْقِعَ مَاقَدْ ذُكِرَا

ترجمہ: نکرہ وہ ہے جو ایسے اَلْ کو قبول کرے جو اسم میں تعریف کا اثر پیدا کرنے والا ہو یا مذکورہ جگہ میں واقع ہو۔

(ش) نکرہ وہ ہے جو لفظ اَلْ قبول کرے اور اَلْ اس میں معرفہ کا اثر پیدا کرے۔ یا پھر وہ ال کو قبول کرنے والے اسم کی جگہ میں واقع ہو۔ ایسے اسم کی مثال جس پر اَلْ آئے، اور اس کو معرفہ بھی بنائے۔ لفظِ رَجُلٌ ہے جیسے آپ کہیں اَلرَّجُلُ [اب رجل پر اَلْ لگایا گیا ہے جس نے اس کو معرفہ بنا دیا ہے]۔ وَتُؤَثِّرُ فِيْهِ التَّعْرِيْفَ کے ذریعہ اس سے احتراز کیا ہے جو اَلْ قبول کرتا ہے مگر اَلْ کا اثر نہیں لیتا جیسے عباس سے اَلْعَبَّاس اس میں آپ اَلْ داخل تو کر رہے ہیں مگر اَلْ نے معرفہ کرنے کا فائدہ نہیں پہنچایا چونکہ وہ اَلْ کے داخل ہونے سے قبل بھی معرفہ ہی تھا اور اَلْ قبول کرنے والے کی جگہ واقع ہونے کی مثال ہے۔ لفظِ ذو جو بمعنی صاحب ہوتا ہے جیسے جَاءَنِيْ ذُوْمَالٍ اَيْ صَاحِبُ مَالٍ۔ ذو نکرہ ہے اور اَلْ کو قبول نہیں کرتا لیکن وہ واقع ہے صاحب کی جگہ پر اور صاحب اَلْ قبول کرتا ہے جیسے اَلصَّاحِبُ

(تو ذو ال قبول کرنے والے لفظ صاحب کی جگہ واقع ہے۔)

وَغَيْرُهٗ مَعْرِفَةٌ: كَهُمْ وَذِيْ، وَهِنْدَ، وَابْنِيْ، وَالْغُلَامِ، وَالَّذِيْ

ترجمہ: اس نکرہ کے علاوہ معرفہ ہے جیسے هُمْ، ذِيْ اور هِنْدَ، اِبْنِيْ، اَلْغُلَامُ اور اَلَّذِيْ۔

(ش) نکرہ کے علاوہ معرفہ ہے اور اس کی چھ اقسام ہیں۔ مضمر جیسے هُمْ اسم اشارہ جیسے ذِيْ، علم جیسے اَلْهِنْدُ معرف باللام جیسے اَلْغُلَامُ موصول جیسے اَلَّذِيْ اور جو

ان میں سے کسی کی طرف مضاف ہو جیسے اِبْنِيْ اور قریب ہی ہم ان پر گفتگو کریں گے۔

فَمَا لِذِيْ غَيْبَةٍ اَوْ حُضُوْرٍ كَاَنْتَ ، وَهُوَ — سَمِّ بِالضَّمِيْرِ

ترجمہ: جو غائب یا حاضر کے لیے ہو اس کا نام ضمیر رکھو جیسے اَنْتَ وَهُوَ۔

(ش) اشارہ اس طرف ہے کہ ضمیر وہ ہوتی ہے جو غائب پر دلالت کرے جیسے هُوَ یا حاضر پر دلالت کرے جیسے اَنْتَ اور پھر اس کی (یعنی حاضر کی) دو قسمیں ہیں: نمبر ۱ ضمیر مخاطب جیسے اَنْتَ — نمبر ۲ ضمیرِ متکلم جیسے اَنَا۔

وَ ذُوْ اِتِّصَالٍ مِنْهُ مَالَا يُبْتَدَا وَلَا يَلِيْ اِلَّا اخْتِيَارًا اَبَدَا

ترجمہ: اس میں سے جو ضمیرِ متصل ہوتی ہے وہ — وہ ہوتی ہے جس سے ابتدا نہ کی جاسکے اور مختار مذہب کے مطابق وہ کبھی بھی [لفظ] اِلَّا کے ساتھ مل کر نہیں آتی۔

كَالْيَاءِ وَالْكَافِ مِنْ (ابْنِيْ اَكْرَمَكَ) وَالْيَاءِ وَالْهَا مِنْ (سَلِيْهِ مَا مَلَكَ)

ترجمہ: جیسے اِبْنِيْ اَكْرَمَكَ میں ی اور ك اور سَلِيْهِ مَا مَلَكَ میں ه ہے [بمعنی اس سے اس چیز کا سوال کر جس کا وہ مالک ہے]۔

(ش) ضمیر بارز متصل اور منفصل کی طرف تقسیم ہوتی ہے۔ متصل وہ ہے جس سے ابتدا نہ کی جاسکے جیسے اَكْرَمَكَ میں کاف ہے اور وہ [ضمیرِ متصل] مختار مذہب میں لفظِ اِلَّا کے ساتھ متصل بعد نہیں آتی اس لیے نہیں کہہ سکتے مَا اَكْرَمْتُ اِلَّاكَ ویسے شعروں میں شاذ طور پر آگئی ہے جیسے ایک غیر معروف شاعر کا شعر ہے۔

اَعُوْذُ بِرَبِّ الْعَرْشِ مِنْ فِئَةٍ بَغَتْ عَلَيَّ ، فَمَالِيْ عَوْضُ (۱) اِلَّاهُ نَاصِرُ

الشاهد فيه - اِلَّاهُ

---

(۱) بدلا لینے والا۔

(ترجمہ) میں عرش کے رب کی پناہ چاہتا ہوں اس جماعت سے جنہوں نے مجھ پر زیادتی کی ہے اور میرا اس کے سوا کوئی بدلہ لینے والا اور مددگار نہیں ہے۔

ایسے ہی ایک اور غیر معروف شاعر کا شعر ہے

وَمَا عَلَيْنَا إِذَا مَا كُنْتِ جَارَتَنَا ۔۔۔ أَنْ لَا يُجَاوِرَنَا إِلَّاكِ دَيَّارُ (1)

الشاھد فیہ — إِلَّاكِ

(ترجمہ) ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے اگر تو ہماری پڑوسن ہو اور تیرے سوا ہمارے پڑوس میں کوئی گھر والا نہ ہو [یعنی اگر تو ہماری پڑوسن ہے تو پھر کسی دوسرے کی کیا ضرورت ہے]

---○○○---

وَكُلُّ مُضْمَرٍ لَهُ الْبِنَا يَجِبْ ۔۔۔ وَلَفْظُ مَا جُرَّ كَلَفْظِ مَا نُصِبْ

ترجمہ: تمام ضمائر کا مبنی ہونا واجب ہے اور جو لفظ [یعنی ضمیر] مجرور ہے وہ منصوب ہی کی طرح ہے [یعنی اس میں لفظی تبدیلی نہیں آتی جیسے لَهٗ میں ہٗ ضمیر مجرور ہے اور إِنَّهٗ میں منصوب]۔

(ش) مضمرات سب مبنی ہیں چونکہ وہ جمود میں حروف کے ساتھ مشابہ ہیں اور اسی لیے ان کی تصغیر نہیں آتی اور نہ تثنیہ جمع ہوتی ہیں [جو بظاہر تثنیہ جمع نظر آتی ہیں یہ حقیقت میں واحد سے تثنیہ جمع نہیں بنائی جاتیں بلکہ وہ تثنیہ اور جمع کے لیے ہی وضع کی گئی ہوتی ہیں] اور جب ان کا مبنی ہونا ثابت ہو گیا [تو اب سمجھو کہ] کچھ ضمیریں نصب اور جر میں مشترک ہیں اور یہ ہر وہ ضمیر ہے جو متصل ہے خواہ منصوب ہو یا مجرور جیسے أكرمتك ومررتُ بِكَ وَإِنَّهٗ وَلَهٗ ۔ اب أَكْرَمْتُكَ میں لَهٗ نصب کی جگہ ہے جبکہ مَرَرْتُ بِكَ میں کاف جر کی جگہ ہے اور إِنَّهٗ کی ھاء نصب کی جگہ میں ہے جبکہ لَهٗ کی ھاء جر کی جگہ میں۔

اور اس میں سے ایک ضمیر بھی ہے جو رفع، نصب، جر تینوں میں مشترک ہے جیسے

(1) کوئی گھر والا

"نا" اور اسی طرف اشارہ کے لیے اس نے کہا ہے۔

---(0)---

لِلرَّفْعِ وَ النَّصْبِ وَجَرٍّ (نَا) صَلَحْ كَاعْرِفْ بِنَا فَاِنَّنَا نِلْنَا الْمِنَحْ

ترجمہ: رفع، نصب، جر کے لیے "نا" مناسب ہے جیسے اِعْرِفْ بِنَا فَاِنَّنَا نِلْنَا الْمِنَحْ [بمعنی ہم کو پہچان بلاشبہ ہم نے مقصد کو پالیا ہے یا ہماری قدر کو پہچان کیونکہ ہم نے عطیے حاصل کیے ہیں]

(ش) یعنی لفظِ "نَا" صلاحیت رکھتا ہے رفع کی [جیسے نِلْنَا میں نَا] نصب کی [جیسے فَاِنَّنَا میں نا] اور جر کی [جیسے بِنَا میں نَا]۔

اور جو ضمیر رفع، نصب اور جر کے لیے استعمال ہو جاتی ہے وہ "ی" بھی ہے جیسے اِضْرِبِیْ میں ی رفعی حالت میں ہے، اور اَکْرَمَنِیْ میں ی نصبی حالت میں اور مَرَّبِیْ میں ی جری حالت میں ہے۔

اور هُمْ ضمیر بھی تینوں حالتوں میں استعمال ہوتی ہے جیسے هُمْ قَائِمُوْنَ میں حالت رفع میں۔ اَکْرَمْتُهُمْ میں حالت نصب میں اور لَهُمْ میں حالت جر میں استعمال ہوئی ہے۔ مصنف نے لفظِ "ی" اور هُمْ کو [لفظ نا کے ساتھ ذکر نہیں کیا] چونکہ یہ دونوں ہر طرح سے "نا" کے مشابہ نہیں ہیں۔ چونکہ نا کا حالت رفع، نصب، جر تینوں حالتوں میں معنی ایک رہتا ہے۔ اور ضمیر متصل رہتی ہے۔ برخلاف "ی" کے وہ اگرچہ رفع، نصب اور جر کے لیے استعمال ہوتی ہے اور تینوں حالتوں میں ضمیر متصل بھی رہتی ہے لیکن تینوں حالتوں میں معنی ایک نہیں رہتا۔ چونکہ وہ حالتِ رفع میں مخاطب کے لیے ہوتی ہے [جیسے اِفْعَلِیْ] اور حالت نصب و جر میں متکلم کے لیے ہوتی ہے [جیسے ضَرَبَنِیْ، مَرَّبِیْ] اور اسی طرح ضمیر هم ہے اور اس کا معنی اگرچہ تینوں حالتوں میں ایک رہتا ہے مگر "نا" کی طرح نہیں ہوتی۔ چونکہ حالتِ رفع میں ضمیر منفصل ہوتی ہے [جیسے هُمْ قَائِمُوْنَ] اور

حالت نصب و جر میں ضمیر متصل ہوگی۔ [جیسے اخذ بتهم و نامرز بهم]

والف والواو والنون لما غاب وغیره کقاما و اعلما

ترجمہ: الف، واو، نون [تینوں ضمیریں] غائب و مخاطب کے لیے آتی ہیں جیسے قاما [تثنیہ غائب کے لیے ہے] اور اعلما [تثنیہ مخاطب کے لیے ہے]۔

(ش) الف، واو اور نون ضمائر مرفوعہ متصلہ سے ہیں اور غائب اور مخاطب کے لیے آتی ہیں۔ غائب کی مثال ہے الزیدان قاما، و الزیدون قاموا، و الھندات قمن مخاطب کی مثال ہے۔ اعلما، اعلموا، اعلمن

مصنف کے قول وغیرہ میں مخاطب اور متکلم شامل ہیں [یعنی الف، واو، ی، مخاطب و متکلم کے لیے بھی آتی ہیں] حالانکہ یہ ٹھیک اور مناسب نہیں کہا گیا چونکہ یہ تینوں ضمیریں غائب اور مخاطب کے لیے تو استعمال ہوتی ہیں جیسے بیان ہوا مگر متکلم کے لیے بالکل استعمال نہیں ہوتیں۔

ومن ضمیر الرفع ما یستتر کافعل اوافق نغتبط اذ تشکر

ترجمہ: ضمیر مرفوع میں سے ضمیر مرفوع مستتر [وجوبی] ہوتی ہے جیسے افعل، اوافق، نغتبط، اذ تشکر۔ [یعنی کام کیجیے میں موافق رہوں گا۔ جب شکر کروگے تو ہم رشک کریں گے]۔

(ش) ضمیر۔ مستتر اور بارز کی طرف منقسم ہوتی ہے اور پھر مستتر واجب اور جائز کی طرف تقسیم ہوتی ہے۔

واجب الاستتار وہ ہے جس کی جگہ پر اسم ظاہر یا ضمیر منفصل نہ آسکتی ہو [جیسے

اضرب میں اَنْتَ ہے] اور جائز الاستتار وہ ہے جس کی جگہ اسم ظاہر یا ضمیر منفصل آ سکے ۔

[جیسے زَیْدٌ قَامَ اَیْ ھُوَ]

مصنف نے اس شعر میں وہ چار جگہیں ذکر کی ہیں جن میں ضمیر کا مستتر ہونا واجب ہے ۔

جگہ نمبرا۔واحد مخاطب کے لیے فعلِ امر جیسے افعل اس میں اَنْتَ وُجُوْبًا مستتر ہے اور اس ضمیر کو ظاہر لانا جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس کی جگہ اسم ظاھر نہیں آ سکتا اور یہ اپنے محل میں ظاہر آتی ہی نہیں ہے ۔اس لیے آپ اِفْعَلْ زَیْدٌ نہیں کہہ سکتے ۔لیکن جو اِفْعَلْ اَنْتَ [کہہ لیتے ہیں] تو یہ اَنْتَ افعل میں مقدر ضمیر کی تاکید ہے ' فاعل نہیں ۔ چونکہ اس کے بغیر بھی فقرہ صحیح ہے کہ آپ کہیں اِفْعَلْ ۔

البتہ اگر امر واحد مونث یا مطلق تثنیہ اور جمع کے لیے ہو گا تو ضمیر بارز [ظاہر] آ ئے گی جیسے اِضْرِبِیْ ، اِضْرِبَا ، اِضْرِبُوْا ، اِضْرِبْنَ ۔

جگہ نمبر ۲ ۔فعل مضارع کا وہ صیغہ جس کے شروع میں ہمزہ آتا ہے وہاں بھی ضمیر وجوباً مستتر ہوتی ہے جیسے اُوَافِقُ ۔ اس میں اَنَا مقدر ہے اور اگر آپ اُوَافِقُ اَنَا کہیں تو اَنَا ضمیرِ مستتر کی تاکید ہوگی نہ کہ فاعل ۔

جگہ نمبر ۳ ۔فعل مضارع کا وہ صیغہ جس کے شروع میں نون ہو جیسے نَغْتَبِطُ اَیْ نَحْنُ

جگہ نمبر ۴ ۔فعل مضارع کا وہ صیغہ جس کے شروع میں تائے مخاطب ہو جیسے تَشْکُرُ اَیْ اَنْتَ اور اگر صیغہ واحد مخاطب ہو یا مطلق تثنیہ یا جمع کا ہو تو ضمیر ظاہر آتی ہے ۔ جیسے اَنْتِ تَفْعَلِیْنَ [ی ضمیر بارز] وَاَنْتُمَا تَفْعَلَانِ میں [الف ضمیر بارز] وَاَنْتُمْ تَفْعَلُوْنَ میں [واو ضمیر بارز] وَاَنْتُنَّ تَفْعَلْنَ میں [نون ضمیر بارز] ہے ۔

یہ وہ مواقع ہیں جہاں مصنف نے ضمیر مستتر لانا واجب ذکر کیا ہے ۔

مستتر کے جواز کی مثال ہے زَیْدٌ یَقُوْمُ اَیْ ھُوَ ۔ یہ وہ ضمیر ہے جس کو مستتر رکھنا جائز

ہے [واجب نہیں] چونکہ اس کی جگہ اسم ظاہر یا ضمیر منفصل لا سکتے ہیں اس لیے آپ کہہ سکتے ہیں زَیْدٌ یَقُوْمُ اَبُوْہُ اور اسی طرح ہر وہ فعل جس کی نسبت فاعل غائب یا غائبہ کی طرف کی جائے اس میں ضمیر مستتر رکھنا جائز ہے جیسے ھِنْدٌ تَقُوْمُ اَیْ ھِیَ اور جو بھی اس کے معنی میں ہو جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ اَیْ ھُوَ۔

---ooo---

وَ ذُوْ ارْتِفَاعٍ وَ انْفِصَالٍ : اَنَا ، ھُوَ ، وَ اَنْتَ ، وَ الْفُرُوْعُ لاَ تَشْتَبِہْ

ترجمہ: اور [ضمائر] مرفوعہ منفصلہ اَنَا ، ھُوَ اور اَنْتَ ہیں [اور یہ اصول ہیں جبکہ باقی سب فروع ہیں]۔ اور فروع مشتبہ نہیں ہیں [یعنی واضح ہیں]۔

(ش) پہلے بات گزری ہے کہ ضمیر کی دو قسمیں ہیں مستتر اور بارز اور مستتر کی بات ہو چکی اور بارز کی بھی دو قسمیں ہیں متصل اور منفصل۔ اور متصل [تین طرح کی ہوتی ہے] مرفوع ، منصوب اور مجرور اور اس کی بات ہو چکی ہے۔ اور منفصل [دو طرح کی ہوتی ہے] مرفوع اور منصوب جبکہ مجرور نہیں ہوتی۔

مصنف نے اس شعر میں مرفوع منفصل کا ذکر کیا ہے اور وہ بارہ ہیں۔ انا [واحد متکلم کے لیے] نَحْنُ [جمع متکلم مشترک یا اپنے نفس کی تعظیم کے لیے اگر واحد ہو تو]۔ انت [مخاطب کے لیے]۔ اَنْتِ [مونث مخاطبہ کے لیے] اَنْتُمَا [تثنیہ مؤنث یا مذکر مخاطب کے لیے] اَنْتُمْ [جمع مذکر مخاطب کے لیے] اَنْتُنَّ [جمع مؤنث مخاطبہ کے لیے]۔ ھُوَ [مذکر غائب کے لیے] ھِیَ [مونث غائبہ کے لیے] ھُمَا [تثنیہ مذکر یا مؤنث غائبہ کے لیے] ھُمْ [جمع مذکر غائب کے لیے] ھُنَّ [جمع مؤنث غائبہ کے لیے]

---ooo---

وَ ذُوْ انْتِصَابٍ فِیْ انْفِصَالٍ جُعِلاَ اِیَّایَ وَ التَّفْرِیْعُ لَیْسَ مُشْکِلاَ

ترجمہ : اور ضمیر منصوب منفصل اِیَّایَ مقرر ہوئی ہے جبکہ اس کی فروع بنانا [یعنی اِیَّانَا ، اِیَّاکَ ، اِیَّاکُمَا وغیرہ]۔ کوئی مشکل نہیں ہیں۔

(ش) مصنف نے اس شعر میں ضمائر منصوبہ منفصلہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ بارہ ہیں۔ ایّای واحد متکلم کے لیے | ایّانا | متکلم مشترک یا اپنے آپ کی تعظیم کرنے والے کے لیے | ایّاکَ | مذکر مخاطب کے لیے | ایّاکِ | مؤنث مخاطبہ کے لیے | ایّاکما | تثنیہ مذکر یا مؤنث مخاطبہ کے لیے | ایّاکم | جمع مذکر مخاطب کے لیے | ایّاکنّ | جمع مؤنث مخاطب کے لیے | ایّاہ | واحد مذکر غائب کے لیے | ایّاہا | واحد مونث غائبہ کے لیے | ایّاہما | تثنیہ مذکر یا مؤنث غائبہ کے لیے | ایّاہم | جمع مذکر غائب کے لیے | ایّاہنّ | جمع مؤنث غائبہ کے لیے |۔

وَفِيْ اِخْتِيَارٍ لَايَجِيءُ الْمُنْفَصِلُ اِذَا تَأَتّٰى اَنْ يَّجِيْءَ الْمُتَّصِلُ

ترجمہ: پسندیدہ یوں ہے کہ جہاں ضمیر متصل آ سکتی ہو وہاں ضمیر منفصل نہ آئے۔

(ش) ہر وہ جگہ جہاں ضمیر متصل لانا ممکن ہو وہاں اس سے بدل کر منفصل لانا جائز نہیں ہے سوائے اس جگہ کے جس کو مصنف قریب ہی ذکر کریں گے۔

آپ اَکْرَمْتُکَ کی بجائے اَکْرَمْتُ اِیَّاکَ نہیں کہہ سکتے چونکہ اس میں متصل لاکر اَکْرَمْتُکَ کہنا ممکن ہے۔

اور اگر متصل کا لانا ممکن نہ ہو تو پھر منفصل کا لانا ضروری ہو جاتا ہے جیسے اِیَّاکَ اَکْرَمْتُ۔ اور شعروں میں متصل کے امکان کے باوجود منفصل لائی گئی ہے۔ جیسے کہ شاعر فرزدق نے شعر کہا ہے:

بِالْبَاعِثِ (۱) الْوَارِثِ (۲) الْاَمْوَاتِ قَدْ ضَمِنَتْ اِیَّاهُمُ الْاَرْضُ فِيْ دَهْرِ الدَّهَارِيْرِ (۳) (۴)

الشاهد فيه ضمنتهم کی بجائے ضمیر منفصل لاکر ضَمِنَتْ اِیَّاهُمْ بولا ہے حالانکہ ضمیر متصل لانا ممکن تھا تو گویا شعروں میں اسکی اجازت ہے۔

(ترجمہ) | شعر سے قبل حلفتُ مُقَدَّرٌ ہے اس لیے ترجمہ ہے قسم ہے)

---

(۱) مردے زندہ کرنے والا (۲) سب کا وارث، حقیقی مالک جسکی طرف سب کو واپس جانا ہے۔
(۳) کفیل بنی (۴) ماضی کے زمانے

مردوں کو قبروں سے اٹھانے والے (اللہ کی) جو ان کا وارث (حقیقی ہے) اس حال میں کہ زمین زمانوں میں سے ہر زمانے میں ان کی کفیل ہے۔ [یعنی مِنْهَا خَلَقْنَا كُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى ہم نے اسی زمین سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں مار کر لوٹائیں گے اور پھر دوبارہ اسی سے زندہ کر اٹھائیں گے یعنی زمین ہر طرح سے ضامن ہے]

---ooo---

وَصِلْ اَوِ افْصِلْ هَاءَ سَلْنِيْهِ وَمَا اَشْبَهَهٗ فِيْ كُنْتُهُ الْخُلْفُ انْتَمٰى

ترجمہ: سَلْنِيْهِ کی هاء ضمیر کو اور جو اس سے مشابہ ہو، متصل لاؤ یا منفصل جبکہ كُنْتُهٗ کی ضمیر (ہٗ) میں اختلاف پیدا ہوا ہے۔

كَذَاكَ خِلْتَنِيْهِ، وَاتِّصَالَا اَخْتَارُ، غَيْرِيْ اِخْتَارَ الْاِنْفِصَالَا

ترجمہ: اسی طرح خِلْتَنِيْهِ کی (ہٗ) میں اختلاف ہے جبکہ مجھے اِتِّصَال [یعنی ضمیر متصل] لانا پسند ہے اور میرے غیر نے ضمیرِ منفصل (نا) کو پسند کیا ہے۔

(ش) ان دو شعروں میں ان جگہوں کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں ضمیر متصل کے امکان کے باوجود ضمیر منفصل لانا جائز ہے [جیسے اَلدِّرْهَمُ سَلْنِيْهِ کی بجائے اَلدِّرْهَمُ سَلْنِيْ اِيَّاهُ]۔ سَلْنِيْهِ سے اشارہ ہے کہ جو فعل دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوا ہو اور دوسرا مفعول اصل میں پہلے کی خبر نہ ہو اور وہ دونوں [مفعول] ضمیریں ہوں، اب اس میں ضمیر ثانی کو متصل لانا بھی جائز ہے اور منفصل لانا بھی جیسے آپ ضمیر متصل لاتے ہوئے کہہ سکتے ہیں۔ اَلدِّرْهَمُ سَلْنِيْهِ یا منفصل لاتے ہوئے اَلدِّرْهَمُ سَلْنِيْ اِيَّاهُ کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح ہر وہ فعل جو اس کے مشابہ ہو گا جیسے ضمیر متصل لاتے ہوئے اَلدِّرْهَمُ اَعْطَيْتُكَهُ یا منفصل لاتے ہوئے کہیں اَلدِّرْهَمُ اَعْطَيْتُكَ اِيَّاهُ۔ ویسے مصنف کی کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں متصل یا منفصل لانا برابر برابر جائز ہے۔ اور اکثر نحویوں کی کلام سے ظاہر ہوتا ہے جبکہ سیبویہ کی کلام سے بھی بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں

متصل لانا واجب ہے اور منفصل کا آنا شعروں کے ساتھ خاص ہے۔ (فِیْ کُنْتُہٗ الْخُلْفُ اِنْتَمٰی) سے اشارہ ہے کہ جب کَانَ وَاَخَوَاتُھَا کی خبر کوئی ضمیر بنے تو اس کو متصل یا منفصل لانا جائز ہے اور مختار مذہب میں اختلاف ہے۔ویسے مصنف نے متصل کو پسند کیا ہے جیسے کُنْتُہٗ اور سیبویہ نے منفصل کو پسند کیا ہے جیسے بجائے کنتہ کے کُنْتُ اِیَّاہٗ اور مزید جیسے آپ کہیں اَلصَّدِیْقُ کُنْتُہٗ۔ وَکُنْتُ اِیَّاہٗ۔

اور اسی طرح خِلْتَنِیْہِ کی مثال میں مصنف نے متصل کو پسند کیا ہے اور اس سے مراد ہر وہ اسم ہے جو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو اور ان میں سے دوسرا اصل میں پہلے کی خبر ہو اور وہ دونوں مفعول ضمیریں ہوں۔سیبویہ کے نزدیک یہاں بھی ضمیر منفصل مختار ہے جیسے خِلْتَنِیْ اِیَّاہٗ۔ اور سیبویہ کا مذہب راجح ہے چونکہ عربی زبان میں اکثر اس طرح استعمال ہوتا ہے جیسا کہ سیبویہ نے بیان کیا ہے اور وہ عرب سے بلاواسطہ لغت لینے والے ہیں۔

ویسم بن طارق شاعر نے درج ذیل شعر کہا ہے:

اِذَا قَالَتْ حِذَامُ(1) فَصَدِّقُوْھَا فَاِنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَتْ حِذَامُ

(ترجمہ) جب حذام بات کرے تو اس کی تصدیق کرو بلاشبہ بات وہی ہوتی ہے جو حذام کہے۔

الشاھد فیہ یہ شعر ایک ضرب المثل ہے۔مطلوب یہ ہے کہ جس طرح حذام عورت کی بات بڑی معتبر ہوتی ہے اسی طرح امام سیبویہ کی بات بھی بڑی معتبر ہے اس کو مان لیا جائے یہی شاہد ہے۔

وَقَدِّمِ الْاَخَصَّ فِیْ اِتِّصَالٖ وَقَدِّمَنْ مَا شِئْتَ فِیْ اِنْفِصَالٖ

ترجمہ: [اگر دو ضمیریں جمع ہوں تو] اخص کو مقدم کرو اور منفصل میں جس کو

(1) لقمان بن عاد کی بیٹیوں میں سے ایک ہے جو یمامہ کی ملکہ تھی اور اس کا نام یمامہ تھا اس کے نام پر ملک کا نام پڑ گیا تھا۔اس کی نظر اتنی تیز تھی کہ تین دن کی مسافت سے دیکھ لیتی تھی

چاہو' مقدم کرو۔

(ش) ضمیرِ متکلم ضمیرِ مخاطب سے اخص ہے اور ضمیرِ مخاطب ضمیرِ غائب سے اخص ہے۔ اگر دو ضمیریں منصوب جمع ہو جائیں اور ایک دوسرے سے اخص ہو۔ اگر وہ متصل ہیں تو اخص کو مقدم کرنا واجب ہو گا۔ جیسے آپ کہیں اَلدِّرْهَمُ اَعْطَيْتُكَهُ وَ اَعْطَيْتَنِيْهِ۔ ضمیر مخاطب كَ کو ضمیر غائب هُ سے اور ضمیر متکلم ى کو ضمیر غائب هُ سے قبل لایا گیا ہے چونکہ وہ اپنے مقابل کی ضمیر کی نسبت اخص ہیں۔ چونکہ كَ مخاطب کا ہے ى متکلم کی اور ہ غائب کی۔

ضمیروں کی ترتیب اخص و اعم ہونے کے اعتبار سے یوں ہے:

۱۔ متکلم مخاطب کی نسبت اخص ہے۔

۲۔ مخاطب غائب کی نسبت اخص ہے۔

۳۔ غائب مخاطب کی نسبت اعم ہے۔

۴۔ مخاطب متکلم کی نسبت اعم ہے۔

ضمیر غائب کو مخاطب یا متکلم پر مقدم کرنا ناجائز ہے۔ [جب یہ متصل ہوں] جیسے اَعْطَيْتُكَهُ [بمعنی میں نے تجھے وہ چیز دی] کی بجائے اَعْطَيْتُهُوْكَ کہنا غلط ہے ایسے ہی اَعْطَيْتَنِيْهِ کی بجائے [بمعنی تو نے مجھے وہ چیز دی] اَعْطَيْتَهُوْنِيْ کہنا غلط ہے۔ ویسے ایک قوم نے اسے جائز قرار دیا ہے جیسے ابن الاثیر نے غریب الحدیث میں حضرت عثمان کا قول نقل کیا ہے۔ اَرَاهُمُنِي الْبَاطِلُ شَيْطَانًا جو سیدھا کرنے سے اَرَانِيهِمُ الْبَاطِلُ شَيْطَانًا ہو گا [بمعنی باطل نے مجھے انہیں شیطان بنا کر دکھایا] اور اگر دو میں سے ایک ضمیرِ منفصل ہو تو جسے چاہو' مقدم کرو جیسے اخص کو مقدم کر کے آپ کہیں اَعْطَيْتُكَ اِيَّاهُ۔ وَ اَعْطَيْتَنِيْ اِيَّاهُ [اس میں كَ مخاطب اور ى متکلم کو اِيَّاهُ غائب پر مقدم کیا] اور چاہیں تو غیر اخص [اعم] کو مقدم کر کے کہیں اَعْطَيْتُهُ اِيَّاكَ و اَعْطَيْتَهُ اِيَّايَ [اس میں ضمیرِ غائب هُ کو اِيَّاكَ مخاطب اور اِيَّايَ متکلم ضمیر پر مقدم کیا گیا ہے۔ (وَقَدِّمَنْ مَا شِئْتَ فِيْ

اِنْفِصَال) سے اشارہ اسی طرف تھا۔ یہ جو ذکر کیا ہے مطلق طور پر اس میں اجازت نہیں بلکہ اجازت صرف اس صورت میں ہے کہ وہاں معنی میں اختلاط نہ ہو اور اگر اختلاطِ معنی کا خدشہ ہو تو پھر غیر اخص منفصل کی تقدیم کی اجازت نہیں جیسے زید اَعْطَیْتُكَ اِیَّاہُ کی بجائے زَیْدٌ اَعْطَیْتُہٗ اِیَّاكَ کہنا غلط ہے چونکہ اس سے معلوم نہیں ہوتا کہ زید لینے والا ہے یا زید کسی کو دیا جا رہا ہے۔

---○○○---

وَفِيْ اِتِّحَادِ الرُّتْبَۃِ الْزَمْ فَصْلَا وَقَدْ يُبِيْحُ الْغَيْبُ فِيْهِ وَصْلَا

ترجمہ: جب دو ضمیریں ایک مرتبہ کی ہوں تو ان میں سے ایک منفصل لاؤ جبکہ غیب کی دو متصل آ سکتی ہیں۔

(ش) جب دو ضمیریں جمع ہوں دونوں منصوب ہوں اور رتبہ میں برابر ہوں مثلاً دونوں متکلم کی ہوں یا مخاطب کی یا غائب کی تو دونوں میں [ایک منفصل کا] فاصلہ ضروری ہے جیسے اَعْطَیْتَنِیْ اِیَّایَ [پہلی ی متکلم کی ضمیر متصل اور دوسری اِیَّایَ ضمیرِ منفصل ہے] وَ اَعْطَیْتُكَ اِیَّاكَ [پہلی ك ضمیر متصل ہے دوسری اِیَّاكَ منفصل]۔ وَ اَعْطَیْتُہٗ اِیَّاہُ [پہلی ہٗ متصل اور دوسری اِیَّاہُ منفصل ہے] دونوں ضمیروں کو متصل لانا جائز نہیں۔ اس لیے اَعْطَیْتَنِیْ اِیَّایَ کی بجائے اَعْطَیْتَنِیْنِیْ اور اَعْطَیْتُكَ اِیَّاكَ کی بجائے اَعْطَیْتُكَكَ اور اَعْطَیْتُہٗ اِیَّاہُ کی بجائے اَعْطَیْتُہُوْہُ کہنا غلط ہے۔

ہاں البتہ اگر دو ضمیریں غائب کی ہوں اور دونوں لفظوں میں مختلف ہوں تو صحیح ہے جیسے اَلزَّیْدَانِ الدِّرْھَمُ اَعْطَیْتُھُمَاہُ اور ابن حاجب نے کافیہ میں اسی طرف اشارہ کیا ہے یہ کہتے ہوئے۔

مَعَ اخْتِلَافٍ مَا وَنَحْوُ (ضَمِنَتْ اِیَّاھُمُ الْاَرْضُ) الضَّرُوْرَۃُ اقْتَضَتْ

الشاھد فیہ — ضَمِنَتْ اِیَّاھُمْ بجائے ضَمِنَتْھُمْ ضمیرِ متصل کے اِیَّاھُمْ ضمیر

منفصل استعمال ہوئی ہے۔

(ترجمہ) دو ضمیروں کے لفظوں میں اختلاف کی وجہ سے دونوں جمع ہو سکتی ہیں [اگر غائب کی ہوں]

اور بسا اوقات یہ شعر الفیہ میں ثابت کیا جاتا ہے جو غلط ہے اور "وَنَحْوُ ضَمِنَتْ إِيَّا الْحَجِّ لَيْتَنِي" سے اشارہ کیا ہے کہ جہاں ضمیر متصل کا لانا واجب ہوتا ہے وہاں بوقتِ ضرورتِ شعری ضمیرِ منفصل لائی جاتی ہے جیسے ایک دوسرے شاعر فرزدق کا قول ہے

بِالْبَاعِثِ الْوَارِثِ الْأَمْوَاتِ قَدْ ضَمِنَتْ إِيَّاهُمُ الْأَرْضُ فِي دَهْرِ الدَّهَارِيرِ

الشاہد فیہ — شعری ضرورت کی وجہ سے إِيَّاهُمْ ضمیرِ منفصل لائی گئی ہے وہ یہ کہ دوسرے مصرعہ کے الفاظ پہلے کے برابر کرنے کے لیے ایسے کیا گیا ہے۔ یہ شعر ترجمہ سمیت پیچھے گزر چکا ہے۔

وَقَبْلَ يَا النَّفْسِ مَعَ الْفِعْلِ الْتُزِمْ نُونُ وِقَايَةٍ وَ (لَيْسِي) قَدْ نُظِمْ

ترجمہ: فعل کے ساتھ ی متکلم سے قبل نون وقایہ لگانا لازم کیا گیا ہے۔ جبکہ لیسی میں کبھی نون بغیر بھی [ی سے] نظم کر دیتے ہیں۔

(ش) جب فعل کے ساتھ ی متکلم ملے تو اس کے ساتھ لازماً نون لگاتے ہیں جس کا نام نونِ وِقایہ رکھا جاتا ہے۔ وقایہ نام اس لیے ہے کہ اس نے فعل کو کسرے سے بچایا ہے جیسے أَكْرَمَنِي، يُكْرِمُنِي، أَكْرِمْنِي اور فعل لَيْسَ کے ساتھ شاذ طور پر حذف بھی ہوتا ہے جیسے رؤبہ بن عجاج کا شعر ہے۔

عَدَدْتُ قَوْمِي كَعَدِيدِ (١) الطَّيْسِ (٢) إِذْ ذَهَبَ الْقَوْمُ الْكِرَامُ لَيْسِي

الشاہد فیہ (بجائے لَيْسَنِي کے نون وقایہ حذف کر کے) لَيْسِي

---

(١) کثرت (٢) زیادہ ریت

(ترجمہ) میں نے اپنی قوم (کے افراد) کی گنتی کی تو بہت زیادہ ریت کے ذروں کے برابر تھی اور اب میرے سوا سب معزز قوم جا چکی ہے [یعنی فوت ہو چکی ہے]۔

اور اَفعَلَ تعجب میں اختلاف ہے کہ اس میں نون وقایہ لازمی ہے یا نہیں جیسے مَا اَفقَرَنِی اِلٰی عفو اللہ [مجھے اللہ کی معافی کی کتنی ہی محتاجگی ہے] اور جو لازم نہیں مانتا وہ بولتا ہے مَا اَفقَرِیْ اِلٰی عَفوِ اللہِ ـ صحیح یہ ہے کہ نون وقایہ اس میں بھی لازمی ہے۔

---000---

وَ (لَیتَنِیْ) فَشَا ، وَ (لَیتِیْ) نَدَرَا وَمَعَ (لَعَلَّ) اعْکِسْ ، وَکُنْ مُخَیَّرًا

لَیتَ کے ساتھ نون [وقایہ] کا آنا مشہور ہے اور لَیتِیْ نادر ہے اور لَعَلَّ کے ساتھ اس کے برعکس [نادر آتا ہے اور اکثر نہیں آتا] اور تو مختار ہے۔

فِی الْبَاقِیَاتِ ، وَاضْطِرَارًا خَفَّفَا مِنِّیْ وَعَنِّیْ بَعْضُ مَنْ قَدْ سَلَفَا

ترجمہ: لَعَلَّ کی باقی اخوات میں [نون لا یا نہ لا] اور مِنِّیْ وَعَنِّیْ میں ضرورتِ شعری میں بعض سلف نے تخفیف پڑھی ہے [یعنی نون حذف کیا ہے اور بولا ہے] مِنِیْ وَعَنِیْ ـ (نونِ غیر مشدّد کے ساتھ۔)

(ش) ان دو شعروں میں حروف کے ساتھ نونِ وقایہ کا حکم ذکر کیا گیا ہے اور لَیتَ کا ذکر کیا کہ اس میں نون نادر ہی حذف ہوتا ہے جیسے زید خیر طائی کا شعر ہے:

کَمُنْیَةِ جَابِرٍ اِذْ قَالَ: لَیتِیْ اُصَادِفُهُ (1) وَاُتْلِفُ جُلَّ مَالِیْ

الشاھد فیہ: لَیتِیْ بغیر نون وقایہ کے۔

(ترجمہ) جابر کی خواہش اور تمنی کی طرح جب مزید اس نے تمنا کی اور کہا کاش میں اسے (یعنی زید کو) پالیتا اور بڑے سے بڑا مال خرچ کر دیتا۔

لغتِ عرب میں اکثر لَیتَ کے ساتھ نون ثابت ہے جیسے قرآن پاک میں بھی ہے:

(1) میں اسے پالیتا

یَالَیْتَنِیْ (کُنْتُ مَعَهُمْ) اور لَعَلَّ کا ذکر کیا کہ یہ لَیْتَ کے برعکس ہے اور فصیح یہ ہے کہ وہ نون بغیر ہو جیسے قرآن پاک میں فرعون کی طرف سے حکایت ہے۔ (لَعَلِّیْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ) اور لَعَلَّ کے ساتھ نون کا ثبوت قلیل ہی ہے۔ جیسے ایک معروف شاعر کا شعر ہے:

فَقُلْتُ اَعِیْرَنِیْ (۱) الْقَدُوْمَ (۲) لَعَلَّنِیْ اَخُطُّ (۳) بِهَا قَبْرًا (۴) لِاَبْیَضَ (۵) مَاجِدٍ (۶)

الشاھد فیہ — لَعَلَّنِیْ، لَعَلَّ کے ساتھ نونِ وقایہ کا استعمال ہوا ہے۔

(ترجمہ) میں نے کہا مجھے کلہاڑا عاریتاً دے دو شاید کہ میں چمکتی ہوئی سفید تلوار کے لیے میان بناؤں۔

پھر ذکر کیا کہ تجھے باقی میں اختیار ہے یعنی لَیْتَ لَعَلَّ کی باقی اخوات یعنی اِنَّ، اَنَّ کَاَنَّ اور لٰکِنَّ میں آپ کہیں اِنِّیْ یا اِنَّنِیْ — اَنِّیْ یا اَنَّنِیْ — کَاَنِّیْ یا کَاَنَّنِیْ — لٰکِنِّیْ یا لٰکِنَّنِیْ — پھر ذکر کیا کہ مِنْ وَعَنْ کے ساتھ نون وقایہ لازمی ہے جیسے بولیں مِنِّیْ، عَنِّیْ (نون کی شد کے ساتھ) اور کچھ نحوی نون حذف کرتے ہیں اور کہتے ہیں مِنِیْ عَنِیْ نون بغیر تشدید کے اور یہ قول شاذ ہے۔ جیسے ایک غیر معروف شاعر کا شعر ہے۔

اَیُّهَا السَّائِلُ عَنْهُمْ وَعَنِیْ لَسْتُ مِنْ قَیْسٍ وَلَا قَیْسُ مِنِیْ

الشاھد فیہ — عَنِیْ وَمِنِیْ نون کی تخفیف نہ کہ تشدید۔

(ترجمہ) ان کے اور میرے متعلق سوال کرنے والے نہ میں قیس سے ہوں اور نہ قیس مجھ سے۔

--- ○○○ ---

وَفِیْ لَدُنِّیْ لَدُنِیْ قَلَّ، وَفِیْ قَدْنِیْ وَقَطْنِیْ الْحَذْفُ اَیْضًا قَدْ یَفِیْ

ترجمہ: لَدُنِّیْ میں لَدُنِیْ قلیل ہے اور قَدْنِیْ وقَطْنِیْ میں بھی کبھی حذف وفا کرتا ہے [یعنی ہوتا ہے]۔

(۱) مانگواں دے دو (۲) کلہاڑا (۳) کھودوں (۴) میان (۵) چمکیلی (۶) تلوار

(ش) اشارہ اس طرف ہے کہ لَدُنِّیْ میں نونِ وقایہ کا ثابت رہنا فصیح ہے جیسے آیت قرآنی ہے "قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا" اور نون کا حذف قلیل ہے جیسے مذکورہ آیت میں ایک قراءت ہے۔ "مِنْ لَدُنِیْ" نون کے تخفیف کے ساتھ بغیر تشدید کے۔ قَدْ اور قَطْ میں اکثر نون ثابت ہوتا ہے جیسے قَدْنِیْ، قَطْنِیْ اور قلیل طور پر حذف ہوتا ہے جیسے قَدِیْ، وَقَطِیْ اَیْ حَسْبِیْ — ابو نخیلہ حمید بن مالک الارقط شاعر کا شعر ہے:

قَدْنِی (۱) مِنْ نَصْرِ الْخُبَیْبَیْنِ (۲) قَدِیْ لَیْسَ الْاِمَامُ بِالشَّحِیحِ (۳) الْمُلْحِدِ (۴)

الشاھد فیہ اس میں حذفِ نون اور اثباتِ نون دونوں طرح دکھایا گیا ہے۔ یعنی قَدْنِیْ وَقَدِیْ میں۔

ترجمہ: مجھے دونوں خبیبوں کی مدد کافی ہے۔ [چونکہ] امام حد سے بڑھ کر بخیل نہیں ہے۔

---○○○---

(۱) بمعنی حسبی (۲) اس کی واحد خبیب ہے (۳) بخیل (۴) حد سے بڑھا ہوا

اَلْعَلَمُ

اِسْمٌ يُعَيِّنُ الْمُسَمّٰى مُطْلَقَا عَلَمُهُ كَجَعْفَرٍ، وَخِرْنِقَا
وَقَرَنٍ، وَعَدَنٍ، وَلَاحِقٍ، وَشَذْقَمٍ، وَهَيْلَةٍ، وَوَاشِقٍ

ترجمہ: علم وہ اسم ہے جو مسمی کو مطلقاً متعین کرتا ہے جیسے جَعْفَرٌ، خِرْنِقٌ، قَرَنٌ، عَدَنٌ، لَاحِقٌ، شَذْقَمٌ، هَيْلَةٌ اور وَاشِقٌ۔

[یاد رہے کہ ان سب اسماء کی وضاحت بعد میں آ رہی ہے]

(ش) علم وہ اسم ہے جو مسمی کو مطلقاً متعین کرے یعنی بلاقیدِ تکلم، خطاب یا غیبہ کے "اَلْاِسْمُ" جنس ہے جو نکرہ اور معرفہ دونوں کو شامل ہے۔

(وَيُعَيِّنُ مُسَمَّاهُ) اس جنس کی فصل ہے جس نے نکرہ کو خارج کر دیا اور "بلاقید" نے علم کے علاوہ باقی معرفوں کو نکال دیا جیسے مضمرات ان میں مسمی متعین ہوتا ہے مگر قیدِ تکلم کے ساتھ [جیسے اَنَا] یا قید خطاب کے ساتھ [جیسے اَنْتَ] یا قید غیبہ کے ساتھ [جیسے هُوَ]

پھر شیخ مصنف نے انسانوں اور غیر انسانوں کے ناموں سے مثال دی ہے صرف یہ بتانے کے لیے کہ عقلاء کے اعلام ہوں یا غیر کے اسم میں سب شامل ہیں۔ البتہ یہ شرط ہے کہ مانوس ہوں۔

تفصیل اسماء مذکورہ

جعفر شخص کا نام ہے [خِرْنِقٌ [ایک شاعرہ کا نام ہے جو طارق بن عبدی والدہ کی طرف سے بہن تھی] قَرَنٌ قبیلہ کا نام ہے۔ "عَدَنٌ" اسم مکان ہے "لَاحِقٌ" معاویہ کے ایک گھوڑے کا نام ہے۔ "شَذْقَمٌ" نعمان بن منذر کی اونٹنی کا نام ہے۔ "هَيْلَةٌ"

ایک بکری کا نام ہے۔ "واشقٌ" ایک کتے کا نام ہے۔

---○○○---

وَاِسْمًا اَتٰی ، وَ کُنْیَۃً ، وَلَقَبًا وَاَخِّرَنْ ذَا اِنْ سِوَاہُ صَحِبَا

ترجمہ : علم اسم بن کر آتا ہے اور کنیت ولقب بھی۔ اس [لقب کو] موخر کیجئے اگر وہ اپنے سوا سے [یعنی اسم سے] مل کر آئے۔

(ش) علم تین قسموں میں تقسیم ہے: اسم ،کنیت اور لقب۔ اسم سے مراد وہ ہے جو کنیت اور لقب نہ ہو جیسے زَیْدٌ، عُمَرُ۔

اور کنیت وہ ہوگی جس کے شروع میں اَبٌ یا ام کا لفظ آئے جیسے اَبُوْعَبْدِاللہ ، اُمُّ الْخَیْرِ۔

لقب وہ ہوتا ہے جس سے کسی کی مدح یا مذمت سمجھ آئے جیسے زَیْنُ الْعَابِدِیْن [بمعنی عابدوں کی زینت] اَنْفُ النَّاقَۃِ [بمعنی اونٹنی کی ناک اور یہ جعفر بن قریع کا لقب ہے]۔

"اَخِّرَنْ ذَا" سے اشارہ ہے کہ جب لقب اسم کے ساتھ مل کر آئے تو لقب کا مؤخر ہونا واجب ہے جیسے زَیْدٌ اَنْفُ النَّاقَۃِ۔ لقب کا اسم پر مقدم آنا جائز نہیں ہے اس لیے آپ اَنْفُ النَّاقَۃِ زَیْدٌ نہیں کہہ سکتے مگر قلیل طور پر اس کا استعمال ہے۔ جیسے جنوب اخت عمرو ذی الکلب بن عجلان۔ شاعرہ کا شعر ہے:

بِاَنَّ ذَا الْکَلْبِ عَمْرًا خَیْرُھُمْ حَسَبًا بِبَطْنِ شَرْیَانَ[1] یَعْوِیْ[2] حَوْلَہُ الذِّئْبُ

الشاھد فیہ — ذَا الْکَلْبِ عَمْرًا عمرو اسم مؤخر ہے جبکہ ذَا الْکَلْبِ لقب ہے اور مقدم ہے۔

(ترجمہ) بلاشک (اس قبیلے والوں کو پیغام پہنچا دو کہ) عمرو ذُو الْکَلْبِ ان سب میں

(1) جگہ کا نام ہے (2) بھیڑیے کا آواز نکالنا۔

سے کہیں بہتر اور اچھا ہے۔ وادی شریان کے وسط میں مدفون ہے۔ جہاں اس کے ارد گرد بھیڑیئے آوازیں نکالتے ہیں۔ (بھیڑیئے کا آواز نکالنا موت سے کنایہ ہے۔)

مصنف کی کلام کے لفظ "سِوَاہُ" کے تحت اسم اور کنیت دونوں آتے ہیں جبکہ لقب کا صرف اسم سے مؤخر ہونا واجب ہے جبکہ کنیت کے ساتھ لقب کے مقدم یا مؤخر ہونے میں اختیار ہے۔ آپ لقب کو موخر کریں اور بولیں اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ تو ٹھیک ہے۔ یا لقب مقدم رکھ کر بولیں زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ تو بھی ٹھیک ہے [زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کا لقب ہے]

نوٹ: بعض نسخوں میں "اَخِّرَنْ ذَا اِنْ سِوَاهُ صَحِبَا" کی بجائے یوں ہے "وَذَا اِجْعَلْ آخِرًا اِذَا اِسْمًا صَحِبَا" اس نسخہ والا قول موجودہ نسخہ سے زیادہ اچھا ہے چونکہ اعتراض سے محفوظ ہے کیونکہ اس میں صراحت ہے کہ جب لقب اسم کے ساتھ آئے گا تو مؤخر ہو گا جس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ کنیت کے ساتھ اس طرح واجب نہیں ہے اور ہے بھی ایسے ہی جیسے پہلے ذکر ہوا اور اگر مصنف "اَخِّرَنْ ذَا اِنْ سِوَاهَا[1] صَحِبَا" کہتا تو اس پر کوئی اعتراض ہی وارد نہ ہوتا۔ لفظِ کنیت چونکہ مؤنث ہے اس لیے اس کا واضح معنی یہ ہونا تھا "اَخِّرِ اللَّقَبَ اِذَا صَحِبَ سِوَى الْكُنْيَةِ — وَهُوَ الْاِسْمُ -- فَكَاَنَّهٗ قَالَ وَاَخِّرِ اللَّقَبَ اِذَا صَحِبَ الْاِسْمَ یعنی لقب کو مؤخر کیجئے جب وہ کنیت کے علاوہ کے ساتھ [یعنی اسم کے ساتھ] مل کر آئے۔ اب ظاہر ہے کہ کنیت کے علاوہ کا مطلب اسم ہے تو گویا مصنف نے یوں کہا کہ جب لقب اسم کے ساتھ آئے تو لقب کو مؤخر رکھو۔

---ooo---

وَاِنْ يَكُوْنَا مُفْرَدَيْنِ فَاَضِفْ حَتْمًا، وَاِلَّا اَتْبِعِ الَّذِيْ رَدِفْ

ترجمہ: اور وہ دونوں [اسم اور لقب] مفرد ہوں تو حتمی طور پر [پہلے کو دوسرے کی طرف] مضاف کر ورنہ [جب دونوں یا کوئی ایک مرکب ہو گا تو] بعد میں آنے

---

[1] مجھے لگتا ہے کہ صحیح "سِوَاهَا" ہے اور کاتب یا نسخہ کی غلطی سے سِوَاہُ لکھا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

والے کو پہلے کے [اعراب] کے تابع کر۔

(ش) جب اسم اور لقب جمع ہوں تو دونوں مفرد ہوں گے یا مرکب یا اسم مرکب ہو گا اور لقب مفرد یا پھر اسم مفرد ہو گا اور لقب مرکب [یہ کل چار صورتیں بنتی ہیں متوافقین اور متخالفین]۔ اب اگر دونوں مفرد ہیں تو بصریوں کے نزدیک پہلے کا مضاف ہونا واجب ہے جیسے هٰذَا سَعِيْدُ كُرْزٍ [بمعنی عقلمند، حاذق] وَرَأَيْتُ سَعِيْدَ كُرْزٍ وَمَرَرْتُ بِسَعِيْدِ كُرْزٍ کوفیوں کے نزدیک اتباع جائز ہے جیسے هٰذَا سَعِيْدٌ كُرْزٌ، وَرَأَيْتُ سَعِيْدًا كُرْزًا، مَرَرْتُ بِسَعِيْدٍ كُرْزٍ۔ اور مصنف نے اس کتاب کے علاوہ دوسری جگہ ان کی موافقت کی ہے۔ اور اگر مفرد نہیں ہیں۔ دونوں مرکب ہیں جیسے عَبْدُ اللّٰهِ اَنْفُ النَّاقَةِ۔ یا مرکب اور مفرد ہے جیسے عَبْدُ اللّٰهِ كُرْزٌ وَسَعِيْدٌ اَنْفُ النَّاقَةِ۔ اس صورت میں اتباع واجب ہے پس آپ اعراب میں دوسرے کو پہلے کے تابع کریں گے۔ وَيَجُوْزُ الْقَطْعُ اِلَى الرَّفْعِ اَوِ النَّصْبِ یعنی یہ بھی جائز ہے کہ آپ اتباع کو ختم کر کے دوسرے کو مرفوع یا منصوب پڑھیں جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ اَنْفُ النَّاقَةِ وَاَنْفَ النَّاقَةِ اب رفع دیتے وقت اس کا مبتدا مقدر ہو گا اور تقدیر عبارت ہو گی مَرَرْتُ بِزَيْدٍ هُوَ اَنْفُ النَّاقَةِ۔ جبکہ نصب کی صورت میں اَعْنِيْ مقدر ہو گا جو نصب دے گا تقدیر عبارت ہو گی مَرَرْتُ بِزَيْدٍ اَعْنِيْ اَنْفَ النَّاقَةِ۔

قطع اتباع کی صورتیں

مرفوع کے ساتھ منصوب کی طرف قطع ہو گا [یعنی پہلا حصہ اسم مرفوع ہو گا جبکہ دوسرا حصہ لقب منصوب ہو گا] جیسے هٰذَا زَيْدٌ اَنْفَ النَّاقَةِ۔ یا پھر منصوب کے ساتھ مرفوع کی طرف قطع ہو گا [یعنی اسم منصوب ہو گا اور لقب مرفوع] جیسے رَأَيْتُ زَيْدًا اَنْفُ النَّاقَةِ

یا پھر مجرور کے ساتھ منصوب یا مرفوع کی طرف قطع ہو گا [یعنی اسم مجرور ہو گا اور

لقب منصوب یا مرفوع ہو گا] جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ اَنْفَ النَّاقَۃِ وَاَنْفُ النَّاقَۃِ۔

---○○○---

وَمِنْهُ مَنْقُوْلٌ : كَفَضْلٍ وَاَسَدْ وَذُوْ ارْتِجَالٍ كَسُعَادٍ، وَاُدَدْ

ترجمہ : اس [علم] سے [ایک قسم] منقول ہے جیسے فَضْلٌ وَاَسَدٌ اور [دوسری قسم] ذُوْ ارتجَال ہے [جو مرتجل کے نام سے مشہور ہے] جیسے سُعَادٌ [فرضی محبوبہ کا نام ہے] اور وَاُدَدٌ [بمعنی سخت مگر نام ہے]

وَجُمْلَةٌ، وَمَا بِمَزْجٍ رُكِّبَا، ذَا اِنْ بِغَيْرِ وَيْهِ تَمَّ اُعْرِبَا

ترجمہ: اور [جو علم] جملہ بن کر آئے اور جو مرکب مزج [یعنی مرکب بنائی] ہو اگر اُسکا آخر وَیْهِ بغیر ہے تو اس کا اعراب پورا ہو گا [یعنی معرب ہو گا اور ہر قسم کا اعراب لے گا]۔

وَشَاعَ فِي الْاَعْلَامِ ذُوْ الْاِضَافَهْ كَعَبْدِ شَمْسٍ وَاَبِيْ قُحَافَهْ

ترجمہ : اور اعلام میں اضافت والے بھی مشہور ہیں جیسے عَبْدُ شَمْسٍ، اَبُوْ قُحَافَۃَ

(ش) علم کی دو قسمیں ہیں مَنْقُوْل اور مُرْتَجَل۔

مُرْتَجَل وہ ہوتا ہے جو علم بننے سے قبل دوسرے معنی میں استعمال نہ ہوا ہو جیسے سُعَاد اور وَاُدَدْ

منقول وہ اسم ہے جو پہلے غیرِ علمیت میں استعمال ہوتا رہا ہو۔ پھر وصفت سے منقول ہوا ہو۔ [جیسے حَارِثٌ (یہ پہلے صرف صفت تھا اب علم بن گیا ہے)] یا وہ مصدر سے منقول ہو [جیسے فَضْلٌ پہلے صرف مصدر تھا اب نام ہے] یا اسم جنس سے منقول ہو [جیسے اَسَدٌ] یہ سب معرب ہوں گے۔

اور یا پھر وہ جملہ سے منقول ہو جیسے قَامَ زَیْدٌ [اگر کسی کا علم بنا دیا جائے] وَزَیْدٌ قَائِمٌ۔ تو اس کے اعراب کا حکم یہ ہے کہ اس کا اعراب حکائی ہو گا۔ جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ قَائِمٌ

وَوَضَعُوْا لِبَعْضِ الْاَجْنَاسِ عَلَمْ كَعَلَمِ الْاَشْخَاصِ لَفْظًا وَهُوَ عَمّ

ترجمہ: انہوں نے بعض جنسوں کے لیے علم وضع کیے ہیں جو لفظاً علمِ اشخاص کی طرح ہیں ویسے وہ علمِ اشخاص کی نسبت عام ہیں [جیسے بولا جاتا ہے]

مِنْ ذَاكَ أُمُّ عِرْيَطٍ لِلْعَقْرَبِ وَهٰكَذَا ثُعَالَةٌ لِلثَّعْلَبِ

ترجمہ: اس میں سے اُمُّ عِرْيَط — لِلْعَقْرَبِ [بچھو کے لیے] اور ثُعَالَةٌ لِلثَّعْلَبِ [لومڑی کیلئے]-

وَمِثْلُهُ بَرَّةُ لِلْمَبَرَّةِ كَذَا فَجَارِ عَلَمٌ لِلْفَجْرَةِ

ترجمہ: اور اسی طرح بَرَّةُ لِلْمَبَرَّةِ [نیکی کرنے والی عورت کے لیے] ایسے ہی فَجَارِ علم ہے لِلْفَجْرَةِ [فاجرہ عورت کے لیے]-

(ش) علم کی دو قسمیں ہیں: علمِ شخص اور علمِ جنس۔

پھر علمِ شخص کے دو حکم ہیں معنوی اور لفظی۔ معنوی وہ ہوتا جس سے ایک معین شخص مراد ہو جیسے زَیْدٌ، اَحْمَدُ وغیرہ۔

لفظی وہ ہوتا ہے کہ حال کا اس سے متأخر آنا صحیح ہو [اور وہ معرفہ ہو] جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ ضَاحِكًا [میں زید ہے][1] یا اس میں علمیت کے علاوہ کوئی اور سبب منع صرف موجود ہو اور وہ غیر منصرف ہو جیسے هٰذَا اَحْمَدُ

یا اس پر الف لام کا داخل ہونا منع ہو جیسے جَاءَ الْعَمْرُوْ کہنا غلط ہے چونکہ یہ الف لام سے قبل بھی معرفہ تھا اس لیے الف لام لانے کی ضرورت نہ تھی۔

علمِ جنس لفظی حکم میں علمِ شخص کی طرح ہے جیسے آپ کہیں هٰذَا اُسَامَةُ مُقْبِلًا اس کو منع صرف پڑھیں اور حال اس کے بعد لے آئیں [چونکہ ذو الحال معرفہ ہے] اس پر الف لام لگانے کی اجازت نہیں ہے [چونکہ پہلے ہی معرفہ ہے] اس لیے آپ نہیں کہہ

---

(1) شارح نے لفظِ واو استعمال کیا ہے۔ مناسب تھا کہ لفظِ اَوْ استعمال ہوتا۔ ہم نے اسی لئے لفظِ اَوْ کا معنیٰ کیا ہے "صدیقی"۔

سکتے هٰذَا الْأُسَامَةُ اور معنی میں علمِ جنس کا حکم نکرہ کا سا ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ ایک متعین شخص کو خاص نہیں کرتا جیسے ہر اَسَد پر أُسَامَةُ صادق آتا ہے اور ہر عُقْرَبُ [بچھو] پر أُمِّ عریط صادق آتا ہے اور ثعلب [لومڑ] پر ثُعَالَةُ صادق آتا ہے۔ نیز علمِ جنس شخص کے لیے ہوتا ہے کَمَا تَقَدَّم اور معنی کے لیے بھی ہوتا ہے جیسے مثال گزری ہے بَرَّةُ لِلْمَبَرَّةِ وَفَجَارِ لِلْفَجْرَةِ۔

---ooo---

ترجمہ: جو مطلقاً جمع کے لیے ہو [عاقل غیرعاقل مذکر مؤنث] سب کے لیے۔ اُولیٰ سے اشارہ کر اور مد زیادہ بہتر ہے [جیسے اُولاء اور سابقہ اسماء اشارات سب قریب کے لیے تھے] اور دور کے لیے بول۔

--- (۱) ---

بِالْكَافِ حَرْفًا دُوْنَ لَامٍ أَوْ مَعَهْ ۝ وَاللَّامُ إِنْ قَدَّمْتَ هَا مُمْتَنِعَهْ

[ذَاكَ ذَلِكَ ذَلِكَ] حرف کاف کے ساتھ لام بغیر۔ یا لام سمیت اور اگر پہلے "ھا" آئے گی تو لام ممتنع ہے جیسے هٰذَاكَ نہ کہ هٰذَالِكَ۔

(ش) جمع مذکر ہو یا مؤنث اس کی طرف اُولیٰ سے اشارہ کیا جائے گا۔ اسی لیے مصنف نے "بِشْرٍ لِجَمْعٍ مُطْلَقًا" کہا ہے۔ اس لفظ مُطْلَق کا تقاضا ہے کہ اس سے عقلاء و غیرعقلا سب کی طرف اشارہ کیا جائے گا اور یہ بات ایسے ہی ہے اور ویسے اس کا اکثر استعمال عقلاء کے لیے ہے اور غیرعاقل کے لیے استعمال کی دلیل۔ جریر بن عطیہ خطفی کا درج ذیل شعر ہے۔

ذُمَّ (۱)الْمَنَازِلَ (۲) بَعْدَ مَنْزِلَةِ اللِّوٰی (۳) ۝ وَالْعَيْشَ (۴)بَعْدَ أُولٰئِكَ الْأَيَّامِ

الشاهد فیه — أُولٰئِكَ الْأَيَّامِ — أُولٰئِكَ کا استعمال اَیَّام غیرعاقل کے لیے ہوا ہے۔

ترجمہ: لِوٰی مقام والی منزل کے بعد تمام منزلوں کی مذمت کر (یعنی) لوی میں جو خوشحالی کے دن گزرے ہیں ان کے بعد والی زندگی کی مذمت کر۔

أولي میں دو لغات ہیں نمبر۱ مد کے ساتھ جو کہ اہل حجاز کی لغت ہے اور قرآن پاک میں بھی استعمال ہوئی ہے۔ نمبر۲ قصر ہے [یعنی بغیر مد کے] اور یہ بنو تمیم کی لغت

---

(۱) مذمت کر (۲) اترنے اور ٹھہرنے کی جگہیں (۳) جگہ کا نام (۴) زندگی

ہے۔اور " وَلَدَى الْبُعْدِ انْطِقَا بِالْكَافِ۔۔ إِلَى آخِرِ الْبَيْتِ " سے اشارہ کیا کہ مشار الیہ کے دو رتبے ہیں۔ قرب اور بعد۔ پہلے جتنے اسماءِ اشارات گزرے ہیں وہ قریب کے لیے تھے۔ جب بعید کے لیے اشارہ کا ارادہ ہو گا تو ذا کے ساتھ کَ کا اضافہ ہو گا جیسے ذَاكَ یا کاف اور لام — دونوں کا اضافہ ہو گا جیسے ذٰلِکَ یا ذالک

اور یہ کاف حرفِ خطاب ہے اس کے لیے اعراب کی جگہ نہیں ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اگر اسم اشارہ پہ ھائے تنبیہ مقدم آجائے تو اس کے ساتھ صرف کاف آئے گا۔ کاف اور لام جمع نہیں کیے جا سکتے' ناجائز ہیں۔ اس لیے آپ نہیں کہہ سکتے هٰذَالِكَ ۔ اور صرف کاف کی مثال طرفہ بن عبد بکری کا درج ذیل شعر ہے:

رَأَيْتُ بَنِي غَبْرَاءَ (۱) لَا يُنْكِرُونَنِي وَلَا أَهْلُ هٰذَاكَ الطِّرَافِ (۲) الْمُمَدَّدِ

الشاهد فيه هٰذَاك ، لام بغیر۔

(ترجمہ) میں نے دیکھا فقراء کو وہ میرے [فضائل کا] انکار نہیں کرتے اور نہ ہی ۔۔۔ انکار کرتے ہیں ۔۔۔ نہ معلوم میرے قبیلے والے میرے خلاف کیوں ہوئے بیٹھے ہیں۔

کلامِ مصنف سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مشار الیہ کے صرف دو درجے ہیں' قرب و بعد جیسے ہم وضاحت کر چکے۔ مگر جمہور کے نزدیک اس کے تین درجے ہیں۔ قُرْبٰی ، وُسْطٰی ، بُعْدٰی اب قریب کے لیے کاف و لام سے خالی اسم اشارہ استعمال ہو گا جیسے ذِی اور وسطٰی کے لیے کاف والا استعمال ہو گا جیسے ذَاكَ اور بعید کے لیے کاف لام سمیت والا جیسے ذٰلِکَ یا ذَالِكَ

---○○○---

وَبِهُنَا أَوْ هٰهُنَا أَشِرْ إِلَى دَانِي الْمَكَانِ وَبِهِ الْكَافَ صِلَا

ترجمہ: ھُنَا اور ھٰہُنَا سے مکان قریب کی طرف اشارہ کرو اور اس کے ساتھ

---

(۱) فقراء ۔۔۔ غنیاء۔

کاف ملاؤ۔

فِي الْبُعْدِ. أَوْ بِثَمَّ فُهْ، أَوْ هُنَا أَوْ بِهُنَالِكَ انْطِقَنْ، أَوْ هِنَّا

ترجمہ: مکان بعید کے لیے لفظ ثَمّ کے ساتھ بول۔ یا هُنَا یا هُنَالِكَ کہہ یا پھر هِنَّا

(ش) مکان قریب کی طرف هُنَا سے اشارہ ہو گا۔ جب شروع میں ھا تنبیہ لگے گی تو ھھُنَا کہا جائے گا اور مصنف کی رائے کے مطابق هُنَاكَ، هُنَالِكَ، هَنَّا [ہا کے فتحہ اور نون مشدد کے ساتھ] هِنَّا [ہا کے کسرہ اور نون مشدد کے ساتھ] ثَمَّ اور هِنَّتْ کے ساتھ مکان بعید کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔

دوسروں کے نزدیک هُنَاكَ متوسط کے لیے ہے اور اس کے بعد والے بعید کے لیے ہیں۔

--- ○○○---
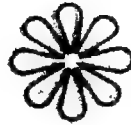
اَلْمَوْصُوْلُ

مَوْصُوْلُ الْاَسْمَاءِ اَلَّذِیْ، اَلْاُنْثٰی اَلَّتِیْ، وَالْیَا اِذَا مَا ثُنِّیَا لَا تُثْبِتْ

ترجمہ: اسماء میں سے اسم موصول [مذکر کے لیے] اَلَّذِیْ ہے اور مونث کے لیے اَلَّتِیْ ہے اور جب یہ دونوں تثنیہ بنیں گے تو ی کو ثابت نہ رکھ [بلکہ حذف کر]۔

بَلْ مَا تَلِیْهِ اَوْلِهِ الْعَلَامَهْ، وَالنُّوْنُ اِنْ تُشْدَدْ فَلَا مَلَامَهْ

ترجمہ: بلکہ جس [ذا، تا] کو [ی] ملی ہے اسے وارث بنا علامت [تثنیہ کا۔ جو رفع میں الف اور نصب و جر میں ی ہوگی] جیسے ذِیْ سے ذَانِ وَذَیْنِ اور تِیْ سے تَانِ وَتَیْنِ ہے۔ اور اگر نون کو مشدد کر دیں تو کوئی ملامت نہیں [جیسے ذَانِّ، تَانِّ، ذَیْنِّ، تَیْنِّ]۔

وَالنُّوْنُ مِنْ ذَیْنِ وَتَیْنِ شُدِّدَا اَیْضًا وَتَعْوِیْضٌ بِذَاكَ قُصِدَا

ترجمہ: اور ذَیْنِ وَتَیْنِ کا نون بھی مشدد ہوگا اور نون کی تشدید یا سے عوض شمار کی گئی ہے اور مقصود بنائی گئی ہے۔

(ش) موصول کی دو قسمیں ہیں موصول حرفی اور موصول اسمی۔ مصنف نے تو حرفی کا ذکر نہیں کیا مگر ہم کرتے ہیں۔ موصول حرفی کی پانچ اقسام ہیں:

قسم نمبر ۱۔ اَنْ مَصْدَرِیَّہ، ۲۔ اَنَّ (وَاَنْ مُخَفَّفَه مِنَ الْمُثَقَّلَه)، ۳۔ کَیْ، ۴۔ مَا مَصْدَرِیَہ ظرفیہ و غیر ظرفیہ، ۵۔ لو۔

قسم نمبر ا۔ اَنْ مصدریہ: یہ فعل متصرف کے ساتھ آتا ہے وہ ماضی ہو [جیسے عَجِبْتُ مِنْ اَنْ قَامَ زَیْدٌ] یا مضارع ہو [جیسے عَجِبْتُ مِنْ اَنْ یَقُوْمَ [illegible] ہو [جیسے [illegible]

نوٹ: اگر اَنْ کے بعد فعل غیر متصرف [illegible]

[illegible]

اَجَلُهُمْ]

قسم نمبر۲۔ اَنَّ یہ اپنے اسم و خبر کے ساتھ آتا ہے جیسے عَجِبْتُ مِنْ اَنَّ زَیْدًاقَائِمٌ۔ (اَوَ لَمْ یَکْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا) الآیۃ۔

یاد رہے کہ اَنْ مخففہ مثقلہ کی طرح اپنے اسم خبر پر آتا ہے صرف فرق اتنا ہے کہ اَنْ مخففہ کا اسم کبھی کبھی محذوف ہوتا ہے جبکہ مثقلہ کا مذکور ہوتا ہے۔

قسم نمبر ۳۔ کَیْ۔ ہے یہ صرف فعل مضارع کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے جِئْتُ لِکَیْ تُکْرِمَ زَیْدًا

قسم نمبر ۴۔ ما۔ یہ مصدر یہ ظرفیہ ہوتا ہے [جیسے لَا اَصْحَبُكَ مَا دُمْتَ مُنْطَلِقًا۔ اَیْ مُدَّتَ دَوَامِكَ مُنْطَلِقًا [بمعنی جتنی مدت تک تو چلتا رہے گا میں تیرے ساتھ رہوں گا] یا مصدر یہ غیر ظرفیہ جیسے عَجِبْتُ مِمَّا ضَرَبْتَ زَیْدًا۔

یہ ماضی کے ساتھ استعمال ہوتا ہے [جیسے مثال مذکور] اور مضارع کے ساتھ بھی [جیسے لَا اَصْحَبُكَ مَا یَقُوْمُ زَیْدٌ۔ وَعَجِبْتُ مِمَّا تَضْرِبُ زَیْدًا (وَمِنَ الْقُرْآن)] بما نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ]

اور جملہ اسمیہ کے ساتھ بھی آتا ہے [جیسے عَجِبْتُ مِمَّا زَیْدٌ قَائِمٌ۔ وَلَا اَصْحَبُكَ مَا زَیْدٌ قَائِمٌ] ویسے یہ قلیل ہے جبکہ اکثر طور پر مامصدر یہ ظرفیہ مضارع منفی بِلَمْ (بمعنی ماضی منفی) پر استعمال ہوتا ہے [جیسے لَا اَصْحَبُكَ مَا لَمْ تَضْرِبْ زَیْدًا] اور اس فعل مضارع پر مامصدر یہ قلیل آتا ہے جو لم کے ساتھ منفی نہ ہو۔ جیسے لَا اَصْحَبُكَ مَا یَقُوْمُ زَیْدٌ اور جیسے کہ جرول حطیہ شاعر کا شعر ہے:

أَطُوْفُ مَا اَطُوْفُ ثُمَّ اٰوِیْ اِلٰی بَیْتٍ قَعِیْدَتُهٗ (۱) لَکَاعِ (۲)

الشاھد فیہ۔ ما أطوف مامصدر یہ مضارع مثبت پر آگیا ہے۔

---

(۱) گھر بیٹھی رہنے والی، مراد عورت سے ہے۔ (۲) خبیثہ، بد خصلت

ترجمہ: میں گھومتا ہوں جب تک گھومتا ہوں پھر ایسے گھر کی طرف آتا ہوں جہاں ایک خبیث عورت بیٹھی ہوتی ہے [جو میری بیوی ہے اور اس طرح باہر کی نسبت میں گھر میں زیادہ پریشان ہوتا ہوں]۔

قسم نمبر۵۔ لو یہ ماضی اور مضارع دونوں پر آتا ہے [جیسے وَدِدْتُ لَوْ قَامَ زَيْدٌ وَوَدِدْتُّ لَوْ يَقُوْمُ زَيْدٌ]۔

مصنف نے "مَوْصُوْلُ الْاَسْمَاءِ" کہہ کر موصولِ حرفی سے احتراز کیا ہے اور موصولِ حرفی یہ ہیں: اَنْ، اَنَّ، كَيْ، مَا اور لَوْ ۔ ان میں سے ہرایک کی علامت یہ ہے کہ ان کی جگہ مصدر کا واقع ہونا صحیح ہو جیسے وَدِدْتُ لَوْ تَقُوْمُ ۔ اَيْ قِيَامَكَ ۔ وَعَجِبْتُ مِمَّا تَصْنَعُ ۔ اَيْ مِنْ صُنْعِكَ، وَجِئْتُ لِكَيْ اَقْرَءَ ۔ اَيْ لِلْقِرَاءَةِ ۔ وَيُعْجِبُنِيْ اَنَّكَ قَائِمٌ ۔ اَيْ قِيَامُكَ ۔ وَيُرِيْدُ اَنْ تَقُوْمَ ۔ اَيْ قِيَامَكَ ان سب کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

موصولِ اسمی

مفرد مذکر کے لیے اَلَّذِيْ، مفرد مونث کے لیے اَلَّتِيْ ۔ اور اگر آپ تثنیہ بنائیں گے تو (ی) گرا کر اس کی جگہ حالتِ رفع میں الف لائیں گے [جیسے اَللَّذَانِ، اَللَّتَانِ] اور حالت نصب و جر میں ی۔ لائیں گے [جیسے اَللَّذَيْنِ، اَللَّتَيْنِ]۔ اور اگر چاہیں تو "ی" محذوفہ کے عوض نون کو مشدد کر سکتے ہیں [جیسے اَللَّذَانِّ، اَللَّتَانِّ] [1] اور ایک قراءت کے مطابق ہے ۔ وَاللَّذَانِّ يَاْتِيَانِهَا مِنْكُمْ۔ اور کوفیوں کے مذہب کے مطابق "ی" کے ساتھ بھی تشدید جائز ہے جیسے اَللَّذَيْنِّ، وَاللَّتَيْنِّ اور ایک قرائت پڑھی گئی ہے رَبَّنَا اَرِنَا الَّذَيْنِّ [نون کی تشدید کے ساتھ]۔

یاد رہے کہ یہ تشدید اسماء اشارہ۔ ذَا ۔ تَا سے تثنیہ بناتے وقت بھی جائز ہے جیسے ذَانِّ، تَانِّ اسی طرح "ی" کے ساتھ بھی جیسے ذَيْنِّ، تَيْنِّ اور یہی مذہب کوفیوں کا

[1] اصل کتاب میں۔ اَللَّذَانِ کو اَلَّذَانِ۔ ایسے ہی بعد والے کچھ اسماء موصولہ میں ڈبل لام لکھی ہوئی ہے جو غلط ہے۔

ہے۔ اور تشدید سے مقصود الف محذوفہ کا عوض لانا ہے۔ جیسے اَلَّذِیْ اور اَلَّتِیْ میں گزرا ہے۔

--- m m m ---

جَمْعُ الَّذِیْ الْاُلٰی الَّذِیْنَ مُطْلَقَا وَبَعْضُهُمْ بِالْوَاوِ رَفْعًا نَطَقَا

ترجمہ: اَلَّذِیْ کی جمع اَلْاُلٰی ہے [مذکر، مؤنث، عاقل، غیر عاقل سب کے لیے] اور اَلَّذِیْنَ [جمع مذکر عاقل کے لیے ہے اور اعراب میں] مطلق ہے [رفعی، نصبی، جری تینوں حالتوں میں اَلَّذِیْنَ رہے گا] جبکہ بعض نے رفع واو سے بولا ہے [جیسے اَلَّذُوْنَ]

بِاللَّاتِ وَاللَّاءِ الَّتِیْ قَدْ جُمِعَا وَاللَّاءِ كَالَّذِیْنَ نَزْرًا وَقَعَا

ترجمہ: اَلَّتِیْ کی جمع اَللَّاتِ اور اَللَّاءِ ہے اور نادر طور پر اَللَّاءِ اَلَّذِیْنَ کے معنی میں آجاتا ہے۔

(ش) جمع مذکر کے لیے الالی مطلق ہے۔ یعنی عاقل ہو یا غیر عاقل جیسے جَاءَنِیْ اَلْاُلٰی فَعَلُوْا — اور یہ کبھی کبھی جمع مؤنث کے لیے بھی استعمال ہو جاتا ہے جیسے کہ شاعر ابو ذؤیب خویلد بن خالد الھذلی نے درج ذیل شعر میں مذکر اور مونث دونوں کے لیے استعمال کیا ہے۔

تُبْلِی (۱)اَلْاُلٰی یَسْتَلْئِمُوْنَ (۲) عَلَی الْاُلٰی تَرَاهُنَّ یَوْمَ الرَّوْعِ (۳) كَالْحِدَاءِ (۴) الْقُبَّلِ

الشاھد فیہ اَلْاُلٰی یَسْتَلْئِمُوْنَ جمع مذکر کے لیے ہے اور تَرَاهُنَّ جمع مونث کے لیے اس طرح اَلْاُلٰی مذکر و مؤنث دونوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

(ترجمہ) اور ان کو [موتیں] ختم کر رہی ہیں خواہ وہ زرعیں پہنے ہوئے ایسے گھوڑوں پر سوار ہیں / جن کو آپ جنگ کے دن دیکھیں گے کہ بھینگی نظر والی چیل کی

---

(۱) ان کو موتیں ختم کر رہی ہیں۔ (۲) زرعیں پہنتے ہیں (۳) جنگ کا دن (۴) بھینگی نظر والی چیل

طرح [دیکھتے ہیں]۔

پہلے یَسْتَلْئِمُوْنَ کہا پھر تَرَاهُنَّ [یعنی الالٰی کو مذکر و مؤنث دونوں کے لیے استعمال کیا۔ جمع مذکر عاقل کے لیے۔ رفع، نصب، جر (تینوں حالتوں میں) مطلق طور پر اَلَّذِیْنَ استعمال ہو گا جیسے جَآءَنِی الَّذِیْنَ اَکْرَمُوْا زَیْدًا، وَرَأَیْتُ الَّذِیْنَ اَکْرَمُوْهُ وَمَرَرْتُ بِالَّذِیْنَ اَکْرَمُوْهُ۔

بعض عرب (یعنی بنوہذیل) حالتِ رفع میں اَلَّذُوْنَ اور حالتِ نصب اور جر میں الذین بولتے ہیں اور اس پر دلیل ابو زید کا درج ذیل شعر بناتے ہیں:

نحن اَلَّذُوْنَ صَبَّحُوْا (۱) الصَّبَاحَا یَوْمَ النَّخِیْلِ (۲) غَارَةً مِلْحَاحًا (۳)

الشاھد فیہ بجائے اَلَّذِیْنَ کے اَلَّذُوْنَ استعمال کیا گیا ہے۔

(ترجمہ) ہم وہ ہیں جنھوں نے مل کر صبح کے وقت [دشمن پر] نخیل والے دن شدید حملہ کیا تھا۔

جمع مؤنث میں (ی) حذف کر کے "اَللَّاتِ" اور وَالَّاءِ جیسے جَاءَنِی اللَّاتِ فَعَلْنَ وَاللَّاءِ فَعَلْنَ کہنا جائز ہے۔ اور (ی) کا اثبات بھی جائز ہے جیسے اَللَّاتِیْ وَاللَّائِیْ اور اَلَّاءِ بمعنی اَلَّذِیْنَ بھی آتا ہے۔

جیسے بنو سالم کے ایک شاعر نے کہا ہے

فَمَا آبَائُنَا بِاَمَنَّ مِنْهُ عَلَیْنَا اَلَّاءِ قَدْ مَهَّدُوْا الْحُجُوْرَا

الشاھد فیہ الاء بمعنی الذین استعمال ہوا ہے

ترجمہ : ہمارے آباء و اجداد بھی (ممدوح) سے زیادہ احسان کرنے والے نہیں ہیں جنھوں نے (پیار و محبت سے پالنے کے لیے) اپنی گود کو ہمارے لیے بچھونا بنائے رکھا۔

---

(۱) کثیر تعداد والے بن کر صبح کے وقت حملہ کرنا (۲) جگہ کا نام ہے۔ (۳) زوردار

(یہ(۱) ایسے ہی ہے جیسے درج ذیل شعر میں اَلْاُلیٰ بمعنی اَلَّاءِ آتا ہے۔)

فَاَمَّا الْاُلیٰ یَسْکُنَّ غَوْرَتِهَامَةٍ فَکُلُّ فَتَاتٍ تَتْرُكُ الْحِجْلَ اَقْصَمَا

الشاهد فیه – اَلْاُلیٰ – یَسْکُنَّ بمعنی اَلَّاءِ یَسْکُنَّ –

ترجمہ: لیکن وہ عورتیں جو تہامہ کے زیریں علاقہ میں رہتی ہیں ان میں سے ہر ایک اپنی پازیبوں کو چھوڑے ہوئے ہے اور اس نے ان کو اپنے دانتوں سے کاٹ پھینکا ہے [یعنی وہ اتنی حسین ہیں کہ ان کو مصنوعی حسن کی ضرورت نہیں ہے]۔

---○○○---

مَنْ وَمَا وَاَلْ تُسَاوِیْ مَا ذُکِرَ وَهٰکَذَا ذُوْ عِنْدَ طَیِّئٍ شُهِرْ

ترجمہ: مَنْ، مَا، اَلْ (واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث سب کے لیے) برابر ہے جیسے پہلے ذکر ہوا اور اسی طرح بنو طی کے نزدیک لفظِ ''ذُوْ'' (واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث) سب کے لیے مشہور ہے۔

وَکَالَّتِیْ اَیْضًا لَدَیْهِمْ ذَاتُ وَمَوْضِعُ اللَّاتِیْ اَتیٰ ذَوَاتُ

ترجمہ: اور ''ذَاتُ'' (واحد مونث کے لیے ہے) اَلَّتِیْ کی طرح اور اَللَّاتِیْ کی جگہ ذَوَاتُ آجاتا ہے۔

ش:۔ تُسَاوِیْ مَا ذُکِرَ، ، سے اشارہ کیا ہے کہ مَنْ، مَا، اَلْ (الف لام) واحد، تثنیہ، جمع مذکر و مؤنث (سب کے لیے ہوگا)۔

جیسے جَاءَنِیْ، مَنْ قَامَ، وَمَنْ قَامَتْ – وَمَنْ قَامَا وَمَنْ قَامَتَا، وَمَنْ قَامُوْا وَمَنْ قُمْنَ –

(۱) یہ بریکٹ والی عبارت عام شرح ابن عقیل اسلامی اکادمی والی میں نہیں ہے۔

أَعْجَبَنِيْ مَا رَكِبَ وَ مَا رَكِبْتُ — وَمَا رَكِبَا وَمَا رَكِبَتَا — وَمَا رَكِبُوْا وَمَا رَكِبْنَ — وَجَاءَنِيْ الْقَائِمُ وَ الْقَائِمَةُ — وَ الْقَائِمَانِ وَ الْقَائِمَتَانِ — وَ الْقَائِمُوْنَ وَ الْقَائِمَاتُ —"مَا" اکثر غیر عاقل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (جیسے سُبْحَانَ، مَايُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ) اور کبھی کبھی عاقل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (جیسے قولہ تعالی ہے فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى) اور عرب کا قول ہے (سُبْحَانَ مَا سَخَّرَ كُنَّ لَنَا)

"مَنْ "مَا — کے الٹ اکثر عاقل کے لئے استعمال ہوتا ہے (جیسے قولہ تعالی — وَمَنْ قَتَلَ نَفْسًا) اور کبھی غیر عاقل کے لیے (جیسے قولہ تعالی وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ — يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ) اور اسی طرح عباس بن احنف شاعر کا شعر ہے جس میں من غیر عاقل کے لیے استعمال ہوا ہے۔

بَكَيْتُ عَلٰى سِرْبِ الْقَطَا اِذْ مَرَرْنَ بِيْ فَقُلْتُ وَ مِثْلِيْ بِالْبُكَاءِ جَدِيْرُ

اَسِرْبَ الْقَطَا هَلْ مَنْ يُعِيْرُ جَنَاحَهٗ لَعَلِّيْ اِلٰى مَنْ قَدْ هَوَيْتُ اَطِيْرُ

الشاهد فيه — مَنْ يُعِيْرُ — کا مَنْ غیر عاقل کے لیے استعمال ہوا جبکہ مَنْ قَدْ هَوَيْتُ میں عاقل کے لیے۔

ترجمہ: کبوتریوں کی ایک جماعت پر میں رویا جب وہ میرے پاس سے گزری ویسے میرے جیسے کو رونا ہی مناسب ہے۔اے کبوتریوں کی جماعت تم میں سے کوئی ہے جو مجھے اپنے پر عاریۃً دے دے شاید کہ میں اڑکر اس (محبوبہ) کے پاس پہنچ جاؤں جسے میں چاہتا ہوں۔

اَلْ (الف — لام) عاقل و غیر عاقل دونوں کے لیے ہے۔ جیسے جَاءَنِيْ الْقَائِمُ وَ الْمَرْكُوْبُ البتہ۔ اَلْ —کے اسم یا حرف ہونے میں اختلاف ہے۔

ایک قوم —کے نزدیک یہ اسم موصول ہے اور یہی صحیح ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حرفِ موصول ہے۔ تیسرا قول ہے کہ یہ حرفِ تعریف ہے موصول نہیں ہے۔ (مَنْ اور مَا غیر مصدریہ) بالاتفاق اسم ہیں جبکہ (مَا) مصدریہ میں

اختلاف ہے۔ جس میں صحیح یہ ہے کہ یہ حرف ہے۔ جبکہ امام اخفش اسے اسم کہتے ہیں

"ذُو" بنوطی اسے موصول استعمال کرتے ہیں اور یہ عاقل و غیر عاقل دونوں کے لیے ہوتا ہے اور انکی مشہور لغات میں لفظِ واحد کے ساتھ واحد 'تثنیہ 'جمع مذکر و مؤنث سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

جیسے جَاءَنِی ذُوقَامَ وَ ذُوقَامَتْ – وَ ذُوْ قَامَا وَ ذُوقَامَتَا" – وَ ذُوْ قَامُوْا وَ ذُوقُمْنَ)اور کچھ عرب واحد مؤنث کے لیے "ذَاتُ" استعمال کرتے ہیں (جیسے جَاءَنِیْ ذَاتُ قَامَتْ)اور جمع مؤنث کے لیے "ذَوَاتُ" (جیسے "جَاءَنِیْ ذَوَاتُ قُمْنَ) اور مصنف نے (کَالَّتِیْ اَیْضًا – اَلْبَیْتَ) سے اشارہ اسی کی طرف کیا ہے۔

کچھ نحویوں نے "ذو" کو تثنیہ 'جمع (مذکر و مؤنث الگ الگ)بنایا ہے جیسے ذَوَا تثنیہ مذکر حالت رفع کیے لیے ذَوُوْ (جمع مذکر حالت رفع) ذَوِیْ (تثنیہ مذکر حالت نصب ذَوِیْ (تثنیہ مذکر حالت جر کے لیے)اور تثنیہ مونث رفع میں۔ "ذَوَاتَا" اور نصب و جر میں "ذَوَاتَیْ اور جمع مونث میں "ذَوَاتُ "استعمال کیا ہے اور ذَوَاتُ مبنی علی الضم رہے گا جبکہ شیخ بہاؤالدین بن نحاس نے اسے جمع مؤنث سالم والا اعراب دیا ہے۔ مبنی نہیں مانا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ (ذُوْ موصولہ) مبنی ہے اور کچھ اسکے معرب ہونے کے قائل ہیں اور رفع میں واو اور نصب میں الف اور جر میں ی لگاتے ہیں جیسے جَاءَنِیْ ذُوقَام – رَاَیْتُ ذَاقَامَ وَمَرَرْتُ بِذِیْ قَامَ اور اس صورت میں یہ صاحب کے معنی والے ذو کی طرح ہو گا۔ جیسے کہ منظور بن سحیم الفقعسی کا شعر ہے جس میں ذو معرب استعمال ہوا ہے۔

فَاِمَّا کِرَامٌ مُوْسِرُوْنَ لَقِیْتُھُمْ فَحَسْبِیْ مَنْ ذِیْ عِنْدَھُمْ مَاکَفَانِیَا [1]

الشاھد فیہ – مَنْ ذِیْ عِنْدَھُمْ اگر ذِیْ پڑھیں تو معرب ہے اور ذُوْ پڑھیں تو مبنی ہو گا۔

---

(۱) ترجمہ صفحہ نمبر ۲۷ پر گزر گیا ہے۔

اور ذَاتُ کو ذَوَاتُ کی طرح رفع 'نصب، جر میں مبنی پڑھنا فصیح ہے اور کچھ نحوی مُسْلِمَاتُ کی طرح رفع 'ضمہ سے نصب و جر کسرہ سے دیتے ہوئے معرب مانتے ہیں۔

---ooo---

وَ مِثْلُ مَا ذَا بَعْدَ مَا اِسْتِفْهَامِ ۔۔۔ اَوْمَنْ اِذَا لَمْ تُلْغَ فِي الْكَلَامِ

ترجمہ : ذَا (واحد 'تثنیہ 'جمع 'مذکر 'مونث 'اسم موصول ہونے میں) مَا کی طرح ہے 'بشرطیکہ ذَا سے پہلے مَا استفہامیہ یا مَنْ استفہامیہ موجود ہو اور ذَا کلام میں مُلغی نہ ہو (یعنی مَا اور من کے ساتھ ملا کر ایک کلمہ برائے استفہام نہ بنایا گیا ہو۔)

ش :۔ یعنی اسماءِ اشارات میں سے صرف ذَا کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ موصول اور (واحد 'تثنیہ 'جمع 'مذکر 'مؤنث ہونے میں) ما کی طرح استعمال ہوتا ہے جیسے مَنْ ذَا عِنْدَكَ؟ ومَا ذَاعِنْدَكَ؟۔ اس میں مفرد مذکر و غیرمذکر وغیرہ سب برابر ہیں۔

ذَا کے موصول ہونے میں شرط ہے کہ اس سے قبل ما۔ استفہامیہ ہو یا من استفہامیہ جیسے مَنْ ذَاجَاءَكَ۔ وَمَا ذَافَعَلْتَ۔؟

ترکیب ۔ (مَنْ) ، اسم استفہام۔ (مبتداء) ، (ذَا بمعنی اَلَّذِیْ) اسم موصول (من) مبتدا کی خبر (جَاءَكَ) (جملہ ہوکر) صلہ موصول کا اور تقدیر عبارت ہوگی۔مَنْ اَلَّذِیْ جَاءَكَ۔؟

دوسری مثال کی ترکیب مَا۔ مبتدا۔ ذَا۔ اسم موصول بمعنی اَلَّذِیْ خبر مَا مبتدا کی اور فَعَلْتَ (کا مفعول محذوف ہے اصل فقلتہ تھا 'یہ جملہ ہوکر) صلہ بنا۔

اب کل اصل عبارت تھی۔ (مَا اَلَّذِیْ فَعَلْتَهٗ) مصنف نے "اِذَا لَمْ تُلْغَ فِي الْكَلَامِ" کہہ کر اس بات سے احتراز کیا ہے کہ مَا کو ذَا یا مَنْ کے ساتھ ملا کر ایک کلمہ برائے استفہام نہ بنالیا ہو۔

اس صورت میں ذَا۔ مُلْغٰی ہوگا موصول نہ ہوگا۔ جیسے [illegible] بمعنی اَیُّ شَیْءٍعِنْدَكَ؟ اسی طرح مَنْ ذَاعِنْدَكَ؟ (یہ دونوں برائے سوال و استفہام ہیں۔)

ترکیب ۔ان کی ترکیب یوں ہوگی ۔مَا ذَا (ایک کلمہ کے طور پر) مبتدا اور عِنْدَکَ خبر اسی طرح مَنْ ذَا (ایک کلمہ کے طور پر) مبتدا اور عِنْدَکَ خبر ۔اب ان دونوں مثالوں میں ذَا مُلْغٰی ہے ۔چونکہ جزو کلمہ ہے اس لیے بھی کہ مَا ذَا اور مَنْ ذَا ہر ایک مجموعہ اِستفہام کے لیے ہے ۔نہ کہ اکیلا ایک جز۔

---ooo---

وَكُلُّهَا يَلْزَمُ بَعْدَهَا صِلَهْ عَلٰى ضَمِيرٍ لَائِقٍ مُشْتَمِلَهْ

ترجمہ : ہر موصول کے لیے ایسے صلہ کا ہونا ضروری ہے جو (موصول کے) مناسب حال ضمیر پر مشتمل ہو۔

ش :۔موصولات اسمی ہوں یا حرفی سب کے لیے صلہ کا آنا ضروری ہے جو اس کے معنی کی وضاحت کرے ۔

موصولِ اسمی کے صلہ کے لیے شرط ہے کہ وہ موصول کے مناسب حال ضمیر پر مشتمل ہو ۔یعنی موصول کے مفرد 'تثنیہ 'جمع 'مذکر 'مؤنث وغیرہ ہونے میں صلہ کے ساتھ آنے والی ضمیریں موافق ہو جیسے (واحد 'مذکر کی مثال ہے) جَاءَ الَّذِیْ ضَرَبْتُهٗ تثنیہ وجمع میں ۔جَاءَ الَّذَيْنِ ضَرَبْتُهُمَا ۔ وَ الَّذِيْنَ ضَرَبْتُهُمْ ۔ ایسے ہی مؤنث میں جَاءَتْ اَلَّتِيْ ضَرَبْتُهَا ۔ وَ اللَّتَانِ ضَرَبْتُهُمَا ۔ وَ الّاتِيْ ضَرَبْتُهُنَّ اور کبھی موصول لفظاً مفرد ہوتا ہے مگر معنی میں تثنیہ' جمع وغیرہ ہوتا ہے ۔جیسے مَنْ ۔مَا ہے جب آپ ان سے غیر مفرد مذکر مراد لینا چاہیں تو لفظ کی رعایت بھی جائز ہے اور معنی کی رعایت بھی ۔

---ooo---

[1](جیسے لفظ کی رعایت کرتے ہوئے بولیں گے ۔) اَعْجَبَنِيْ مَنْ قَامَ وَ مَنْ قَامَتْ اور معنی کی رعایت کرتے ہوئے بولیں گے ۔ اَعْجَبَنِيْ مَنْ قَامَا وَمَنْ قَامَتَا ۔ وَمَنْ قَامُوْا ، وَمَنْ قُمْنَ ۔

وَجُمْلَةٌ اَوْشِبْهُهَا اَلَّذِیْ وُصِلْ بِهٖ کَمَنْ عِنْدِیْ اَلَّذِیْ اِبْنُهٗ کُفِلْ

ترجمہ: (موصول کا) صلہ جملہ ہو گا یا شبہ جملہ جیسے مَنْ عِنْدِیْ اَلَّذِیْ اِبْنُهٗ کُفِلَ (بمعنی ۔ میرے پاس وہ شخص ہے جس کا بیٹا کفیل بنایا گیا ہے)

ش ۔ موصول کا صلہ صرف جملہ یا شبہ جملہ ہوتا ہے ۔ اور شبہ جملہ سے مراد ظرف اور جار جرور ہے ۔ اور یہ تب ہے جب موصول غیر اَلْ ہو اور اسکی تفصیل بعد میں آ رہی ہے ۔

صلہ جملہ کے لیے تین شروط ہیں ۔ ۱ ۔ جملہ خبریہ ہو ۔ ۲ ۔ معنی تعجب سے خالی ہو ۔ ۳ ۔ اپنے ماقبل کی کلام کا محتاج نہ ہو ۔

۱ ۔ خبریہ کہہ کر ۔ طلبیہ اور انشائیہ سے احتراز کیا ہے ۔ آپ طلبیہ کی مثال میں نہیں کہہ سکتے جَاءَنِيْ الَّذِیْ اَضْرِبْهُ ۔ برخلاف کسائی کے ۔ (اور جملہ انشائیہ کی صورت میں نہیں کہا جا سکتا ۔ جَاءَنِيْ الَّذِیْ لَیْتَهٗ قَائِمٌ ۔ برخلاف ہشام کے ۔

۲ ۔ (خَالِیَةٌ مِنْ مَعْنَی التَّعَجُّبِ) کہہ کر جملہ تعجبیہ سے احتراز کیا ہے جیسے نہیں کہا جا سکتا جَاءَنِيْ الَّذِیْ مَا اَحْسَنَهٗ ۔ اور اگرچہ ہم اسے اصل کے لحاظ سے خبریہ بھی کہتے ہیں مگر ساتھ ساتھ یہ تعجبیہ بھی ہے ۔ اسی لیے انشائیہ ہوا ہے ۔

۳ ۔ (غَیْرُ مُفْتَقِرَةٍ اِلٰی کَلَامٍ قَبْلَهَا) کہہ کر ۔ جَاءَنِيْ الَّذِیْ لٰکِنَّهٗ قَائِمٌ جیسی مثال سے احتراز کیا ہے ۔ چونکہ یہ جملہ صلہ ایسا ہے جو اپنے سے پہلے ایک اور جملہ کا مطالبہ کرتا

---

[1] میری نظر میں شرح کی عبارت غلط ہے ۔ یہ (اِذَا قَصَدْتَ بِهِمَا غَیْرَ الْمُفْرَدِ الْمُذَکَّرِ فَیَجُوْزُ حِیْنَئِذٍ مُرَاعَاةُ اللَّفْظِ وَمُرَاعَاةُ الْمَعْنٰی) کی بجائے یوں ہونا چاہیے تھی اِذَا قَصَدْتَ بِهِمَا مُفْرَدَ الْمُذَکَّرِ اَوِ الْمُؤَنَّثِ فَیَجُوْزُ حِیْنَئِذٍ مُرَاعَاةُ اللَّفْظِ وَاِذَا قَصَدْتَ بِهِمَا غَیْرَهُمَا فَیَجُوْزُ حِیْنَئِذٍ مُرَاعَاةُ الْمَعْنٰی تب ترجمہ ہوتا جب مَنْ ، مَا سے مفرد معنی مراد ہو گا تو لفظ کی رعایت کرنے کی اجازت ہے اور تثنیہ جمع میں معنی کی رعایت جائز ہے ۔

ہے (گویا اپنے ماقبل کی کلام کا محتاج ہے) جیسے مَاقَعَدَ زَیْدٌ لٰکِنَّہٗ قَائِمٌ

نوٹ: ظرف اور جار مجرور کے لیے شرط ہے کہ وہ تام [1] ہوں مطلب یہ کہ صلہ بنانے سے فائدہ ہو (یعنی جملے مفید ہوں) جیسے جَاءَنِیْ الَّذِیْ عِنْدَكَ — وَالَّذِیْ فِی الدَّارِ — ان میں عامل فعل محذوف وجوبی ہے۔تقدیر عبارت ہے۔

جَاءَ الَّذِیْ اِسْتَقَرَّ عِنْدَكَ اَوْ الَّذِیْ اِسْتَقَرَّ فِی الدَّار

اور اگر تام نہ ہوں گی۔ [2] تو ان کو صلہ بنانا جائز نہیں ہے جیسے جَاءَ الَّذِیْ بِكَ وَ جَاءَ الَّذِیْ الْیَوْمَ کہنا ناجائز ہے۔چونکہ یہ تام اور مفید نہیں ہیں اس لیے صلہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے

--- ○○○---

وَصِفَةٌ صَرِیْحَةٌ صِلَةُ اَلْ وَكَوْنُهَا بِمُعْرَبِ الْاَفْعَالِ قَلّ

ترجمہ: (اسم موصول) اَلْ کا صلہ صفت صریح آتی ہے اور اسکا صلہ فعل معرب (یعنی فعل مضارع) بہت کم آتا ہے۔

ش:۔ اَلْ کا صلہ صرف صفتِ صریح آتی ہے۔ مصنف نے اپنی بعض کتب میں وضاحت کی ہے کہ صفت صریح سے مراد اسم فاعل 'اسم مفعول اور صفت مشبہ ہیں جس کی بالترتیب مثالیں یوں ہیں۔ اَلضَّارِبُ – اَلْمَضْرُوْبُ - اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ

اب اس سے اَلْقُرَشِیّ نکل گیا (چونکہ یہ وصف کے لیے مؤول ہے عرب نے اسے قریش کی طرف منسوب کر کے صفت کی تاویل کی ہے تاکہ اس کا صفت واقع ہونا صحیح ہو) اور اَلْاَفْضَلُ بھی خارج ہوا چونکہ اسکی فعل سے مشابہت نہیں ہے جیسے اسم فاعل وغیرہ کی ہے۔

نوٹ: صفت مشبہ پر داخل ہونے والے الف لام کے موصول ہونے میں اختلاف ہے

---

[1] یعنی ان کا متعلق عام ہو یا خاص وہ کسی قرینہ کی وجہ سے حذف ہو۔
[2] یعنی جس کا متعلق خاص ہو اور وہ بلا قرینہ حذف ہو۔

اور شیخ ابو الحسن بن عصفور کے اس مسئلہ میں کسی قول کو پسند کرنے میں اضطراب ہے۔ کبھی وہ موصولہ مانتے ہیں۔کبھی نہیں۔ الف لام کا فعل مضارع سے ملک کر آنا شاذ ہے اور مصنف نے (وَكَوْنُهَا بِمُعْرَبِ الْأَفْعَالِ قَلّ) سے اس طرف ہی اشارہ کیا ہے اور اس پر شاہد کے طور پر فرزدق شاعر کا درج ذیل شعر ہے۔

مَا أَنْتَ بِالْحَكَمِ (۱) التُّرْضَى (۲) حُكُوْمَتُهُ وَلَا الْأَصِيْلُ (۳) وَلَا ذِي الرَّأْيِ وَالْجَدَلِ (۴)

الشاهد فيه – التُّرْضَى –فعل مضارع اَلْ ملا ہوا

ترجمہ: ارے نہ تو تو قاضی ہے کہ تیرا فیصلہ مانا جاتا ہو اور نہ اعلی نسب کا مالک اور نہ صاحب رائے اور نہ ہی جھگڑے میں غالب۔ (تو تجھے قاضی کیسے مان لیں۔)

اور اس (الف لام کا فعل مضارع پر آنا) جمہور بصریوں کے نزدیک شعروں کے ساتھ خاص ہے اور مصنف نے الفیہ کے علاوہ دوسری جگہ ذکر کیا ہے کہ شعر کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ مختار طور پر جائز ہے۔

اَلْ جملہ اسمیہ پر بھی آتا ہے اور ظرف پر شاذ طور پر آتا ہے۔ جملہ اسمیہ کی مثال ایک غیر معروف شاعر کا شعر ہے۔

مِنَ الْقَوْمِ الرَّسُوْلُ اللهِ مِنْهُمْ هُمُ دَانَتْ (۵) رِقَابُ بَنِي مَعَدِّ

الشَّاهِد فيه – الرَّسُوْلُ اللهِ – الف لام مبتدا الرسول مضاف پر آگیا۔

ترجمہ: میں قریش قوم میں سے ہوں۔جن میں سے اللہ کا رسول ہے ان کے لیے بنو معد کی گردنیں مطیع ہوگئی ہیں۔(بنو عدنان) کی گردنیں ذلت سے جھک گئی ہیں (یعنی بنو عدنان بنو ہاشم کے مقابلہ میں کمزور ہیں)

ظرف پر لام آنے کی مثال ایک غیر معروف شاعر کا شعر ہے۔

مَنْ لَا يَزَالُ شَاكِرًا عَلَى الْمَعَهْ (۵) فَهُوَ حَرٍ (۶) بِعِيْشَةٍ ذَاتِ سَعَهْ

---

(۱) قاضی۔(۲) جس کا فیصلہ مانا جاتا ہو۔(۳) اعلیٰ حسب والا (۴) جھگڑے میں غالب

(۵) بمعنیٰ الذی معہ۔(۶) لائق ہے۔

الشاهد فیه – اَلْمَعَهُ – اس میں الف لام بمعنی الذی کا ظرف پر آنا شاذ ہے
ترجمہ: جو شخص اپنے پاس موجود نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتا رہتا ہے ' وہ اس لائق ہے کہ اس کو وسعت اور خوب آسانی والی زندگی ملے ۔ (قوله تعالي – لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ)

--- ooo ---

اَیٌّ کَمَا وَ اُعْرِبَتْ مَا لَمْ تُضَفْ وَصَدْرُ وَصْلِها ضَمِيْرٌ اِنْحَذَفْ

ترجمہ: (مذکر 'مؤنث 'مفرد 'تثنیہ 'جمع میں) اَیٌّ – مَا – کی طرح ہے معرب ہوگا جب تک مضاف نہ ہو گا اور اسکے صلہ کا صدر (یعنی پہلا حصہ) ضمیر محذوف نہ ہو گی – (جیسے يُعْجِبُنِيْ اَيُّهُمْ قَائِمٌ جو اصل میں هُوَ قَائِمٌ تھا اور صدر صلہ ضمیر هُوَ – حذف کر دی گئی جبکہ اَیٌّ مضاف بھی ہے وَرَاَيْتُ اَيُّهُمْ قَائِمٌ، وَمَرَرْتُ بِاَيُّهِمْ قَائِمٌ – ان سب میں هُوَ ضمیر صدرِ صلہ محذوف ہے)

ش – یعنی اَیٌّ مثل مَا کے استعمال ہوتا ہے کہ لفظِ مفرد کے ساتھ ہوگا مذکر 'مؤنث ' مفرد 'تثنیہ 'جمع وغیرہ کیلئے جیسے – يُعْجِبُنِيْ اَيُّهُمْ هُوَ قَائِمٌ اور پھر اَیٌّ کے چار احوال ہیں –

۱۔ اَیٌّ مضاف ہو اور اس کے صدرِ صلہ کو ذکر کیا گیا ہو جیسے يُعْجِبُنِيْ اَيُّهُمْ هُوَ قَائِمٌ

۲۔ نہ اَیٌّ مضاف ہو اور نہ اس کا صدرِ صلہ مذکور ہو جیسے يُعْجِبُنِيْ اَیٌّ قَائِمٌ –

۳ – اَیٌّ مضاف نہ ہو اور اسکا صدرِ صلہ مذکور ہو جیسے يُعْجِبُنِيْ اَیٌّ هُوَ قَائِمٌ

نوٹ ۔ ان مذکورہ تینوں حالتوں میں اَیٌّ تینوں حرکات کے ساتھ معرب ہو گا – جیسے

حال نمبر ۱ کی مثال يُعْجِبُنِيْ اَيُّهُمْ هُوَ قَائِمٌ – وَرَاَيْتُ اَيَّهُمْ هُوَ قَائِمٌ – وَمَرَرْتُ بِاَيِّهِمْ هُوَ قَائِمٌ –

حال نمبر ۲ کی مثال يُعْجِبُنِيْ اَیٌّ قَائِمٌ – وَرَاَيْتُ اَيًّا قَائِمٌ – وَمَرَرْتُ بِاَيٍّ قَائِمٌ

حال نمبر ۳ کی مثال يُعْجِبُنِيْ اَیٌّ هُوَ قَائِمٌ – وَرَاَيْتُ اَيًّا هُوَ قَائِمٌ – وَمَرَرْتُ بِاَيٍّ

هُوَ قَائِمٌ

حال نمبر ۴ یہ ہے کہ ——— اَیٌّ مضاف ہو اور صدرِ صلہ محذوف ہو جیسے يُعْجِبُنِيْ اَيُّهُمْ قَائِمٌ — یہ حالت مبنی علی الضم ہے جیسے يُعْجِبُنِيْ اَيُّهُمْ قَائِمٌ — وَرَاَيْتُ اَيُّهُمْ قَائِمٌ وَ مَرَرْتُ بِاَيُّهُمْ قَائِمٌ — وَمِنْهُ قوله تعالى (ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا) (اس میں اَیٌّ مضاف ہے اور صدرِ صلہ هُوَ محذوف ہے اور اَیٌّ مبنی علی الضم ہے) اور اسی طرح غسان بن وعلۃ شاعر کا شعر ہے۔

اِذَا مَا لَقِيْتَ بَنِيْ مَالِكٍ   فَسَلِّمْ عَلٰى اَيُّهُمْ اَفْضَلُ

الشاهد فيه — اَیٌّ مضاف ہے اور اسکا صدرِ صلہ ھو محذوف ہے اور اَیٌّ مبنيٌ عَلَى الضَّمِّ ہے۔

ترجمہ: جب تو بنی مالک کو ملے تو اس میں سے افضل کو سلام کہنا

اور یہ مفہوم مصنف کے قول "وَاُعْرِبَتْ مَا لَمْ تُضَفْ — اِلٰى آخِرِ الْبَيْتِ" سے لیا گیا ہے۔

یعنی اَیٌّ معرب ہو گا جب مضاف نہ ہو اور صدرِ صلہ محذوف ہو۔ اب اس میں تینوں سابقہ حالتیں داخل ہو گئیں یعنی جب اَیٌّ مضاف ہو صدرِ صلہ مذکور ہو یا اَیٌّ مضاف نہ ہو اور نہ صدرِ صلہ مذکور ہو۔ یا اَیٌّ مضاف نہ ہو اور صدرِ صلہ مذکور ہو

باقی رہ گئی حالت رابعہ اور وہ یہ کہ اَیٌّ مضاف ہو اور صدرِ صلہ ذکر نہ ہو تو یہ اسوقت معرب نہ ہو گا۔

---ooo---

وَبَعْضُهُمْ اَعْرَبَ مُطْلَقًا وَفِيْ   ذَا الْحَذْفِ اَيًّا غَيْرُ اَيٍّ يَقْتَفِيْ

ترجمہ: بعض (نحویوں) نے اَیٌّ کو مطلقاً معرب مانا ہے اور اَیٌّ کے علاوہ دوسرے اسماءِ موصولہ (صدرِ صلہ کے) حذف (کے سلسلہ میں) اَیٌّ کے تابع ہیں۔

بشرطیکہ صلہ طویل ہو۔

اِنْ يُّسْتَطَلْ وَصْلٌ وَاِنْ لَّمْ يُسْتَطَلْ فَالْحَذْفُ نَزْرٌ وَ اَبَوْا اَنْ يُّخْتَزَلْ

ترجمہ: ۔اور اگر صلہ طویل نہ ہو تو حذف کرنا قلیل ہے اور اس صورت میں انہوں نے (صدرِ صلہ) کے حذف کا انکار کیا ہے۔

اِنْ صَلُحَ الْبَاقِيْ لِوَصْلٍ مُكْمِلٍ وَالْحَذْفُ عِنْدَهُمْ كَثِيْرٌ مُنْجَلِيْ

ترجمہ: اگر صدرِ صلہ حذف ہونے کے بعد جو باقی بچا ہے وہ ایسا صلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہو جو موصول کو مکمل کرنے والا ہو' (چونکہ اس صورت میں صدرِ صلہ کا حذف اور غیر حذف معلوم نہ ہو سکے گا۔ اس صورت میں) اکثر حذف اور واضح ہوتا ہے (اگر صدرِ صلہ حذف ہونے کے بعد باقی ماندہ جملہ مکمل صلہ نہ بنتا ہو۔تاکہ حذفِ صدرِ صلہ معلوم ہو سکے)

فِيْ عَائِدٍ مُتَّصِلٍ اِنْ انْتَصَبْ بِفِعْلٍ اَوْ وَصْفٍ كَمَنْ نَرْجُوْ يَهَبْ

ترجمہ: جو ضمیرِ متصل فعل یا صفت کی وجہ سے منصوب ہو اور اسم موصول کی طرف لوٹتی ہو تو اس کو ان کے نزدیک حذف کرنا زیادہ واضح ہے۔جیسے مَنْ نَرْجُوْ يَهَبْ

(جو اصل نَرْجُوْهُ تھا۔بمعنی ہم جس سے امید رکھتے ہیں وہ ہبہ کرتا ہے)۔

ش:۔ مطلب یہ ہے کہ بعض عرب نے اَيٌّ کو مطلقاً معرب مانا ہے۔یعنی اگرچہ اَيٌّ مضاف ہو اور صدرِ صلہ محذوف ہو جیسے يُعْجِبُنِيْ اَيُّهُمْ قَائِمٌ - وَرَاَيْتُ اَيَّهُمْ قَائِمٌ - وَمَرَرْتُ بِاَيِّهِمْ قَائِمٌ - قوله تعالي ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيَّهُمْ اَشَدُّ - بنصبِ اَيَّهم - ایک قراءت کے مطابق اور شعر فَسَلِّمْ عَلٰى اَيِّهِمْ اَفْضَلُ - بالجرِّ - اَيِّهِم - بھی پڑھا گیا ہے۔

اور مصنف نے "وَفِيْ ذَا الْحَذْفِ - اِلٰى اٰخِرِهٖ" سے ان جگہوں کی طرف اشارہ

کیا ہے جہاں اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر حذف ہوتی ہے۔ وہ ضمیر مرفوع ہو گی یا کچھ اور اگر مرفوع ہوگی تو صرف اس صورت میں حذف ہوگی کہ وہ ضمیر مبتدا ہو اور اس کی خبر مفرد ہو جیسے۔ وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ (هُوَ) اِلٰهٌ۔ وَاَیُّهُمْ (هُوَ) اَشَدُّ

(اب پہلی مثال میں لفظِ اِلٰهٌ سے پہلے هُوَ ضمیر مبتدا محذوف ہے۔ دوسری مثال میں اَشَدُّ سے قبل هُوَ ضمیر مبتدا محذوف ہے۔ یہ اس لیے کہ ان کی خبریں۔ اِلٰهٌ، اَشَدُّ مفرد آرہی ہیں) اور نہیں کہا جا سکتا۔ جَاءَنِی اللَّذَانِ قَامَ (جو اصل) اَللَّذَانِ هُمَا قَامَا تھا) اور وَ اللَّذَانِ ضَرَبَ (جو اصل اَللَّذَانِ هُمَا ضَرَبَا تھا۔ چونکہ پہلی مثال میں (محذوف ہونے والی ضمیر هُمَا مبتدا۔ اصل کے اعتبار سے) فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے

اور دوسری (مثال میں هما

ضمیر محذوف مبتدا ہے جو اصل) نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ جب فاعل یا نائب فاعل ضمیر بنیں تو فعل کو ان کے مطابق آنا ہوتا ہے اس لیے قَامَ اور ضَرَبَ کہنا غلط ہے اور قَامَا، ضَرَبَا کہنا صحیح ہے۔) وہ ضمیر جو اَیٌّ کے صلہ کے طور پر مبتدا ہوگی وہ حذف ہو جائے گی اگرچہ صلہ طویل نہ بھی ہو جیسے مثال گزر چکی ہے۔ یُعْجِبُنِیْ اَیُّهُمْ (هُوَ) قَائِمٌ وَنَحْوُهٗ۔ البتہ غَیْرُ اَیِّ کے صلہ میں آنے والی ضمیر مبتدا تب ہی حذف ہوتی ہے جب صلہ طویل ہو جیسے جَاءَ الَّذِیْ هُوَ ضَارِبٌ زَیْدًا کی مثال میں (چونکہ صلہ طویل ہے اس لیے هو ضمیر مبتدا حذف کر کے) بول سکتے ہیں۔ جَاءَ الَّذِیْ ضَارِبٌ زَیْدًا

۔ یعنی هُوَ کا حذف جائز ہے اور ایسے ہی انکا قول ہے۔ مَا اَنَا بِالَّذِیْ قَائِلٌ لَکَ سُوْءًا

۔ جو اصل میں مَا اَنَا بِالَّذِیْ هُوَ قَائِلٌ لَکَ سُوْءًا ہے

اور اگر صلہ طویل نہ ہو تو حذف قلیل ہے اور کوفیوں کے ہاں اس کی اجازت قیاساً ہے جیسے "جَاءَ الَّذِیْ قَائِمٌ" جو اصل میں جَاءَ الَّذِیْ هُوَ قَائِمٌ ہے ایسے ہی قولہ تعالی ۔ تَمَامًا عَلَی الَّذِیْ اَحْسَنُ (نون) کے رفع کے ساتھ ایک قراءت کے مطابق جو اصل هُوَ اَحْسَنَ ہے۔

اور نحویوں نے اجازت دی ہے ۔لَا سِیَمَّا زَیْدٌ کی مثال میں (جب زَیْدٌ کو مرفوع پڑھا جائے) کہ ما موصولہ ہو اور زید مبتدا محذوف کی خبر ہو اور تقدیری عبارت ہو ۔ لا سِیَّ الَّذِیْ هُوَ زَیْدٌ ۔ اب اسم موصول پر لوٹنے والی ضمیر (ھو) وجوبا حذف کر دی گئی ۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں غَیْرُ اَیّ کے ساتھ صدرِ صلہ وجوبا حذف ہوتا ہے حالانکہ صلہ طویل بھی نہیں ہوتا ۔اور یہ قیاساً ہے نہ کہ شاذ طور پر ۔

" وَاَبَوْا اَنْ يُّخْتَزَلْ ۔ اِنْ صَلَحَ الْبَاقِيْ لِوَصْلٍ مُكْمِلٍ " سے اشارہ کیا ہے کہ صدرِ صلہ کے حذف کے لیے یہ شرط ہے کہ حذف کے بعد باقی ماندہ فقرہ صلہ بننے کے قابل رہے ۔ (جیسے کہ آنے والی مثالوں میں صدرِ صلہ حذف ہونے کے بعد باقی ماندہ فقرہ صلہ بننے کے لیے مکمل طور پر قابل اور اہل ہے) جیسے جَاءَ الَّذِيْ ۔ هُوَ ۔ اَبُوْهُ مُنْطَلِقٌ ۔ اَوْ ۔ هُوَ يَنْطَلِقُ (اب ان دونوں مثالوں سے ھو ۔ حذف کر بھی دیں تو باقی ماندہ فقرہ صلہ بننے کے قابل ہے) ایسے ہی جب صلہ ظرف اور جار مجرور مکمل ہوں (تو بھی هُوَ کے حذف ہونے سے باقی فقرہ صلہ بننے کے قابل ہوتا ہے ۔) جیسے جَاءَ الَّذِيْ هُوَ عِنْدَكَ ۔ (اَوْ ۔ هُوَ فِي الدَّارِ ۔ ان جگہوں میں صدرِ صلہ حذف کرنا جائز نہیں ہے ۔اس لیے بجائے جَاءَ الَّذِيْ هُوَ اَبُوْهُ مُنْطَلِقٌ کے) (هُوَ حذف کر کے جَاءَ الَّذِيْ اَبُوْهُ مُنْطَلِقٌ نہیں کہہ سکتے ۔چونکہ کلام ھو کے بغیر بھی مکمل ہے اور اس هُوَ کے حذف ہونے سے اس کا حذف اور عدم حذف معلوم نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی باقی مذکورہ مثالوں میں اور اس میں اَيّ اور غَيْرُ اَيّ کا کوئی فرق نہیں ہے ۔اس لیے آپ نہیں بول سکتے ۔ يُعْجِبُنِيْ اَيُّهُمْ هُوَ يَقُوْمُ کی بجائے اَيُّهُمْ يَقُوْمُ ۔ هُوَ حذف کرتے ہوئے ۔چوں کہ جملہ مکمل ہونے کی وجہ سے حذف معلوم نہیں ہوتا اور یہ حکم ضمیرِ مبتدا کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ قانون یوں ہے کہ جب کلام حذف اور عدمِ حذف دونوں کا احتمال رکھے (یعنی حذف اور عدمِ حذف معلوم نہ ہو سکے)تو حذف ناجائز ہے ۔ جیسے اس محذوف ضمیر کے علاوہ صلہ میں ایک اور ضمیر ہو جس کا موصول پر لوٹنا صحیح ہو جیسے جَاءَ الَّذِيْ ضَرَبْتُهٗ فِيْ دَارِهٖ اب

اس سے ضَرَبْتُهٗ کی ضمیرہ حذف کر کے جَاءَ الَّذِیْ ضَرَبْتُ فِیْ دَارِہٖ کہنا جائز نہیں۔ چوں کہ ضمیر کا حذف معلوم نہیں ہو سکتا اس تفصیل کے بعد مصنف کی کلام کا ابہام ظاہر ہو گیا ہو گا۔ چونکہ اس نے وضاحت نہیں کی کہ کب حذف ضمیر کے بعد باقی ماندہ فقرہ ایسا صلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہو کہ وہاں صدر صلہ حذف نہ ہو گا۔ خواہ ضمیر مرفوع ہو' منصوب ہو یا مجرور۔ خواہ اسم موصول اَیٌّ ہو یا کوئی دوسرا۔ بلکہ بعض دفعہ اسکے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ حذف کا حکم ضمیر مرفوع کے ساتھ مخصوص ہے اور اَیٌّ کے علاوہ دوسرے موصولات کے ساتھ خاص ہے۔ چونکہ مصنف کی کلام اسی کے گرد گھومتی ہے جبکہ حقیقت اس طرح نہیں ہے۔ بلکہ جب بھی اور جہاں بھی صدر صلہ کے حذف کے بعد باقی ماندہ فقرہ صلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہو گا خواہ وہ اَیٌّ کا صلہ ہو یا کسی دوسرے اسم موصول کا اس میں حذف جائز نہیں ہے۔ جیسے جَاءَ الَّذِیْ هُوَ اَبُوْهُ مُنْطَلِقٌ وَ يُعْجِبُنِیْ اَيُّهُمْ هُوَ، اَبُوْهُ مُنْطَلِقٌ اور اسی طرح منصوب اور مجرور جیسے جَاءَ الَّذِیْ ضَرَبْتُهٗ فِیْ دَارِہٖ — وَمَرَرْتُ بِالَّذِیْ مَرَرْتُ بِهٖ فِیْ دَارِہٖ — وَيُعْجِبُنِیْ اَيُّهُمْ ضَرَبْتُهٗ فِیْ دَارِہٖ — وَمَرَرْتُ بِاَيِّهِمْ مَرَرْتُ بِهٖ فِیْ دَارِہٖ " وَالْحَذْفُ عِنْدَهُمْ كَثِيْرٌ مُنْجَلِیْ — اِلٰی آخِرِہٖ " سے اشارہ ضمیر منصوب کی طرف ہے جو صلہ کی طرف لوٹتی ہے۔ اس کے حذف کے جواز کے لیے شرط ہے کہ متصل ہو اور فعل تام یا وصف کے ساتھ منصوب ہو جیسے جَاءَ الَّذِیْ ضَرَبْتُهٗ اس میں ضَرَبْتُهٗ کی ھا حذف کر کے کہہ سکتے ہیں جَاءَ الَّذِیْ ضَرَبْتُ (اور وصف کی مثال ہے) جَاءَ الَّذِیْ اَنَا مُعْطِيْكَهٗ دِرْهَمٌ۔ ایسے ہی ہے قوله تعالى — ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا — اَیْ خَلَقْتُهٗ وَحِيْدًا — وقوله تعالى — اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا — اَیْ بَعَثَهٗ رَسُوْلًا

اسی طرح مُعْطِيْكَهٗ سے ھا حذف کر کے بول سکتے ہیں۔ اَلَّذِیْ اَنَا مُعْطِيْكَ دِرْهَمٌ

اسی طرح ایک غیر معروف شاعر کا قول ہے۔

مَا اللّٰهُ مُوْلِيْكَ فَضْلٌ فَاحْمَدَنْهُ بِهٖ ۔۔۔ فَمَا لَدٰی غَيْرِہٖ نَفْعٌ وَلَا ضَرَرٌ

تقدیرِ عبارت تھی ۔ اَلَّذِیْ اللّٰہُ مُوْلِیْکَہٗ فَضْلٌ ۔ بس ھَا حذف کر دی گئی ۔

ترجمہ شعر: ۔ اللہ آپ کو جو کچھ دیتا ہے وہ محض اس کا فضل ہے ۔ اس لیے اس کی حمد کرتے رہو ۔ اس کے سوا کوئی بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے ۔

مصنف کی کلام کا تقاضا ہے کہ یہ اکثر ہوتا ہے جبکہ ایسے نہیں بلکہ وصف کے ساتھ قلیل طور پر حذف ہوتی ہے جبکہ فعل کے ساتھ (صلہ کی ضمیر منفصل) اکثر حذف ہوتی ہے

نوٹ ۔ اگر ضمیر منفصل ہوگی تو حذف جائز نہیں ۔ جیسے جَاءَ الَّذِیْ اِیَّاہُ ضَرَبْتُ ۔ اس سے (اِیَّاہُ ۔ کا حذف ناجائز ہے) اسی طرح جو ضمیر غیرِ فعل یا غیرِ وصف کے ساتھ منصوب ہوگی خواہ وہ متصل بھی ہو اس کو حذف کرنا جائز نہیں ۔ جیسے جَاءَ الَّذِیْ اِنَّہٗ مُنْطَلِقٌ ۔ اب اس میں ھا کا حذف ہونا ناجائز ہے ۔ اسی طرح جب فعل ناقص کے ساتھ ضمیر منصوب (متصل) ہو تو بھی حذف ناجائز ہے ۔ جیسے جَاءَ الَّذِیْ کَانَہٗ زَیْدٌ ۔

---ooo---

کَذَاكَ حَذْفُ مَابِوَصْفٍ خُفِضَا   کَاَنْتَ قَاضٍ بَعْدَ اَمْرٍ مِنْ قَضٰی

ترجمہ : اسی طرح (اس ضمیر کو) حذف کرنا جائز ہے جو صیغہ صفت (اسم فاعل) کے ساتھ (مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے) مجرور ہو جیسے فعل قَضٰی سے امر کے بعد اَنْتَ قَاضٍ میں ہے ۔ قولہ تعالیٰ فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ ۔ اَصْلُہٗ قَاضِیْہٖ تھا ھا حذف کر دی گئی چونکہ وہ قاعدہ مذکورہ کے بعد آتی تھی ۔

کَذَا الَّذِیْ جُرَّ بِمَا الْمَوْصُوْلُ جُرّ   کَمُرَّ بِالَّذِیْ مَرَرْتُ فَهُوَ بَرّ

ترجمہ : اسی طرح وہ ضمیر مجرور جو ایسے حرفِ جار کے ساتھ مجرور ہو جو موصول پر آیا ہو (لفظاً یا معنًی) اسکو بھی حذف کر سکتے ہیں ۔ جیسے مُرَّ بِالَّذِیْ مَرَرْتُ فَهُوَ بَرٌّ (اَصْلُہٗ مَرَرْتُ بِہٖ) تھا ۔

ش :— جب ضمیرِ مرفوع اور منصوب کی بات کر کے فارغ ہوا تو اب ضمیرِ مجرور کی بات شروع کر دی ہے پھر ضمیر مجرور یا تو اضافت کی وجہ سے ہوگی یا حرف جار کی وجہ سے ۔اب اگر اضافت کی وجہ سے مجرور ہے تو حذف نہ ہوگی ۔الا یہ کہ اس کا مضاف حال یا استقبال کے معنی والا اسم فاعل ہو (جیسے جَاءَ الَّذِی اَنَا ضَارِبُهُ - اَلْاٰنَ - اَوْ - غَدًا) — آپ ھا حذف کر کے کہہ سکتے ہیں جَاءَ الَّذِی اَنَا ضَارِبٌ

اور اگر اس کے علاوہ کسی اور مضاف کے ساتھ مجرور ہو گا تو حذف نہیں ہو گا ۔ جیسے جَاءَ الَّذِیْ اَنَا غُلَامُهُ — اَوْ — اَنَا مَضْرُوْبُهُ — اَوْ — اَنَا ضَارِبُهُ اَمْسِ (اب ان میں مضاف الیہ مجرور ضمیر کو حذف نہیں کیا جا سکتا)

مصنف نے ''كَاَنْتَ قَاضٍ،، سے اشارہ قولہ تعالی —فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ —کی طرف کیا ہے جو اصل میں اَنْتَ قَاضِیْهِ تھا ۔اس سے ھا حذف کر دی گئی ہے مصنف نے مثال ایسی پیش کر دی ہے (جس میں معنیٰ حال و استقبال موجود تھا) اس سے ضرورت نہ رہی کہ وصف کو اسم فاعل اور بمعنی حال یا استقبال کے ساتھ مقید کیا جاتا ۔ اور اگر حرف جار کے ساتھ مجرور ہو گی تو پھر یہ شرط ہے کہ اسی قسم کا حرف جار لفظاً و معنیً اسم موصول پر بھی آیا ہو ۔ اور دونوں میں عامل کا مادہ ایک ہو جیسے مَرَرْتُ بِالَّذِیْ مَرَرْتُ بِهٖ — اَوْ — اَنْتَ مَارٌّ بِهٖ تو اس صورت میں ھا حذف ہو سکتی ہے ۔اور آپ بول سکتے ہیں ۔مَرَرْتُ بِالَّذِیْ مَرَرْتَ اور ایسے ہی قولہ تعالی — وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ — اَیْ مِنْهُ — اور مَرَرْتُ بِالَّذِیْ اَنْتَ مَارٌّ اَیْ بِهٖ اور شاعر عنترہ بن شداد عبسی کا شعر اسی قبیل سے ہے

وَقَدْ كُنْتَ تُخْفِیْ حُبَّ سَمْرَاءَ (۱) حِقْبَةً (۲) فَبُحْ (۳) لَاٰنَ (۴) مِنْهَا بِالَّذِی انت بائِحٌ (۵)

ترجمہ ۔مدت دراز سے تو سمرا کی محبت کو چھپاتا رہا اب تو جو ظاہر کرنے والا ہے ۔ وہ ظاہر کر ہی دے ۔

(۱) محبوبہ کا نام ہے ۔ (۲) [illegible] سال مراد ہیں [illegible] (۳) ظاہر کر دے ۔ (۴) یعنی الآن
(۵) ظاہر کرنے والا

اگر حروفِ جارہ مختلف ہوں گے یا ان کے معنی مختلف ہوں گے یا عامل مختلف ہوں گے تو ضمیر حذف نہ ہو گی ۔ مختلف حروف کی مثال ۔ مَرَرْتُ بِالَّذِیْ غَضِبْتَ عَلَیْهِ (موصول پر باہے اور صلہ پر علی ہے) اس لیے عَلَیْهِ کی ھاء حذف نہ ہو گی ۔

مختلف المعنی کی مثال مَرَرْتُ بِالَّذِیْ مَرَرْتُ بِهٖ عَلٰی زَیْدٍ ۔ اس میں موصول والی با الصاق کے لیے ہے اور (بِهٖ) والی سبب کے لیے ہے ۔ اب معنوی اختلاف کی وجہ سے (بہ) حذف نہیں ہو سکتی ۔

مختلف عوامل کی مثال ۔ مَرَرْتُ بِالَّذِیْ فَرِحْتَ بِهٖ اب بِالَّذِیْ کا عامل مَرَرْتُ ہے اور بِهٖ کا فَرِحْتَ ۔ اس لیے بِهٖ حذف نہیں ہو سکتا ۔ (ان سب کا حذف ناجائز ہے)

یہ سب صورتیں اس کے قول (کَذَا الَّذِیْ جُرَّ بِمَا الْمَوْصُوْلُ جُرّ) کی مشار الیہ ہیں ۔ یعنی صرف وہ ضمیر حذف ہو گی جو اسی حرف سے مجرور ہو جس سے اسم موصول مجرور ہوا ۔ جیسے مَرَرْتُ بِالَّذِیْ مَرَرْتَ [1] (بِهٖ) فَهُوَ بَرٌّ ۔ سے بہ حذف کر دی (یہ صرف اس لیے کہ با سے اَلَّذِیْ مجرور ہے اور اسی قسم کی با سے بہ مجرور ہے) مصنف نے ایسی مثال پیش کی ہے کہ بقیہ شروط (مذکورہ) کی ضرورت ہی نہیں رہی ۔

--- ○○○ ---

(۱) حاشیہ خضری والی شرح میں بصیغہ امر مُرَّ ہے جو متن کے موافق ہے ۔

اَلْمَعْرِفَۃُ بِاَدَاۃِ التَّعْرِیْفِ

اَلْ حَرْفُ تَعْرِیْفٍ اَوِ اللَّامُ فَقَطْ ۔۔۔ فَنَمَطٌ عَرَّفْتَ قُلْ فِیْہِ النَّمَطُ

ترجمہ: اَلْ حرفِ تعریف ہے یا صرف حرفِ لام ۔ لفظِ نمط (بمعنی چٹائی، جماعت) کو معرفہ بناکر النَّمَطُ بول

ش:- اَلرَّجُلُ وغیرہ کے حرف تعریف میں نحویوں کا اختلاف ہے ۔ امام خلیل نے کہا کہ الف اور لام ۔ دونوں حروف تعریف ہیں اور ہمزہ قطعی ہے ۔

جبکہ امام سیبویہ نے کہا کہ حرفِ تعریف صرف لام ہے ۔ اور ہمزہ وصلی ہے جو حرفِ ساکن کو بولنے کے لیے لایا گیا ہے ۔

پھر الف لام تعریف کی تین قسمیں ہیں

۱۔ الف لام عہدی ۔ جیسے آپ کہیں لَقِیْتُ رَجُلًا فَاَکْرَمْتُ الرَّجُلَ ۔ ایسے ہی (قولہ تعالی ۔ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۔ فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ)

۲۔ اِسْتِغْرَاقِ جنسی ۔ جیسے قولہ تعالی ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۔ الف لام ۔ استغراق جنسی کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ لفظِ کُلٌّ کا استعمال مناسب ہو جیسے مثال مذکورہ میں اَلْاِنْسَانُ کی بجائے کُلُّ اِنْسَانٍ بولنا مناسب ہے ۔

۳۔ الف لام ۔ حقیقی تعریف والا ۔ جیسے اَلرَّجُلُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَرْئَۃِ یعنی رجل کی حقیقت مرءۃ کی حقیقت سے بہت بہتر ہے

نوٹ:۔ اَلنَّمَطُ ۔ بچھونے کی ایک قسم ہے ۔ اس کی جمع اَنْمَاطٌ ہے جیسے سَبَبٌ کی جمع اَسْبَابٌ ہے اور النمط کا معنی ۔ ایسی جماعت کے بھی ہیں جن کا مقصد اور معاملہ ایک ہو ۔ جیسا کہ جوہری نے کہا ہے

وَقَدْ تُزَادُ لَازِمًا كَاللَّاتِ وَالْآنَ وَالَّذِيْنَ ثُمَّ اللَّاتِ

ترجمہ : اور کبھی الف لام زائد لازمی ہوتا ہے جیسے اَللَّاتِ (اسم صنم)، اَلْآنَ۔ اَلَّذِیْنَ، اَللَّاتِ (اسم موصول)

وَلِاضْطِرَارٍ كَبَنَاتِ الْأَوْبَرِ كَذَا وَطِبْتَ النَّفْسَ يَاقَيْسُ السَّرِيُّ

ترجمہ : اور کبھی (الف لام) اضطراری (ضرورتِ شعری کے لیے) زائدہ ہوتا ہے۔ جیسے بَنَاتُ الْاَوْبَرِ (کھمبیوں کی ایک قسم کا نام ہے)
اسی طرح طِبْتَ النَّفْسَ یَاقَیْسُ السریُّ۔(اے سردار قیس تو اپنے نفس کے اعتبار سے خوش ہوا ہے۔ اس میں تمیز پر الف لام اضطراری آیا ہے)

ش۔ان دو شعروں میں مصنف نے الف لام کے زائد آنے کا ذکر کیا ہے۔اب اس زائد کی دو قسمیں ہیں۔زائد لازمی۔زائد غیرلازمی۔پھر زائد لازمی کی مثال میں اَللَّاتُ کا ذکر کیا ہے۔(جو مکہ کے ایک بت کا نام تھا) اور اَلْآن کا ذکر کیا ہے (جو ظرف زمان مبنی بر فتح ہے) ویسے اَلْآن کے الف لام میں اختلاف ہے۔ایک قوم کے نزدیک یہ حاضر وقت (حال) کو معرفہ بنانے کے لیے ہے جیسے مَرَرْتُ بِهٰذَا الرَّجُلِ۔ میں ہے اور اَلْآنَ کا معنی ہے هٰذَا الْوَقْتُ (یہ وقت موجود) اس صورت میں تو یہ زائدہ نہیں ہے اور ایک قوم مصنف سمیت اس طرف ہے کہ یہ زائدہ ہے اور اَلْآنَ معنی حروف یعنی لام حضور کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔اور اَلَّذِیْنَ اور اَللَّاتِ کی مثال سے مراد اسماءِ موصولہ ہیں جن پر الف لام داخل ہوا ہے اور یہ اس بنا پر مبنی ہیں کہ موصولہ کا معرفہ ہونا صلہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔اس طرح الف لام زائدہ ہوتا ہے اور یہ مذہب ایک قوم کا ہے اور مصنف نے بھی یہی اختیار کیا ہے۔

دوسری جماعت کا خیال ہے کہ موصول کا معرفہ ہونا الف لام کی وجہ سے ہے اگر اس پر ہو تو جیسے اَلَّذِیْ اور اگر اس پر الف لام نہ ہو جیسے مَنْ ۔۔۔مَا تو الف لام کی نیت کی

وجہ سے معرفہ ہوتے ہیں جبکہ اَلّتِیْ اضافت کی وجہ سے معرفہ ہوتا ہے ۔اس صورت میں الف لام زائد نہ ہو گا ۔اور جو ایک قراءت کے مطابق صِرَاطَ لَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (بغیر الف) پڑھا گیا ہے ۔تو اس سے زائد ہونا ثابت نہیں ہوتا ۔چونکہ ہو سکتا ہے کہ تعریف کا اَلْ معرفہ ہونے کے باوجود شذوذاً حذف ہوا ہو جیسے ان کے قول ۔ سَلاَمٌ عَلَیْکُمْ (بغیر تنوین)میں حذف ہوا ہے جبکہ اس سے ان کا ارادہ اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ کہنے کا ہے اور زائد غیرلازمی وہ ہے جو علم پر ضرورتِ شعری کے لیے داخل ہوتا ہے جیسے ان کا قول ۔بَنَاتِ اَوْبَرَ کے متعلق ہے ۔بَنَاتُ الْاَوْبَرِ۔

(جو کھمبی کی ایک قسم کا علم ہے)اسی قبیل سے ایک غیرمعروف شاعر کا شعر ہے ۔

وَلَقَدْ جَنَیْتُکَ (۱) اَکْمُؤًا (۲) وَعَسَاقِلاً (۳) وَلَقَدْ نَھَیْتُکَ عَنْ بَنَاتِ الْاَوْبَرِ (۴)

الشاھد فیہ —بَنَاتُ الْاَوْبَرِ —علم الف لام اضطراری والا (یعنی ضرورت شعری والا)

ترجمہ —میں نے تیرے لیے کھمبیاں چنی ہیں اور عساقل بھی (ایک دوسری قسم کی کھمبیاں)اور میں نے منع کیا تھا تجھے بے کار قسم کی مٹیالے رنگ کی کھمبیوں سے ۔

بَنَاتُ الْاَوْبَرِ اصل بَنَاتُ اَوْبَر (بغیر الف لام کے)تھا پھر اس پر الف لام لگایا گیا اور امام مبرد کہتے ہیں کہ بَنَاتِ اَوْبَر —علم نہیں ہے ۔اس طرح اسکے نزدیک الف لام زائد نہیں اور الف لام اضطراری تمیز پر داخل ہوتا ہے جیسے رشید بن شہاب یشکری کا شعر ہے ۔

رَاَیْتُکَ لَمَّا اَنْ عَرَفْتَ وُجُوْھَنَا (۵) صَدَدْتَّ (۶) وَطِبْتَ (۷) النَّفْسَ یَا قَیْسُ عَنْ عَمْرٍو

الشاھد فیہ —طِبْتَ النَّفْسَ — اَلنَّفْسَ تمیز معرف باللام ہے حالانکہ تمیز نکرہ ھوتی ہے ۔

---

(۱) اصل جَنَیْتُ لَکَ ہے ۔(۲)(۳) کھمبیوں کی ایک اعلیٰ قسم ہے ۔(۴) کھمبیوں کی ایک ردی قسم ہے جو مٹیالے رنگ کی ہوتی ہے ۔(۵) ہماری ذات کو ۔(۶) منہ پھیر لیا تھا ۔(۷) خود کو خوش کر لیا تھا ۔

ترجمہ : اے قیس میں نے تجھے دیکھا جب تو نے ہماری ذاتوں کو (جنگ کی ثابت قدمی میں) دیکھ لیا تھا اور منہ پھیر کر صرف اپنے دوست عمر کو پسند کرتے ہوئے بھاگ گیا تھا۔

اصل میں طِبْتَ نَفْسًا — تھا۔ الف لام کا اضافہ کیا گیا اور یہ اس بنا پر کہ تمیز صرف نکرہ ہوتی ہے اور یہ مذہب کوفیوں کا ہے۔ اور بصری اس کے معرفہ کے جواز کے قائل ہیں اس لئے ان کے نزدیک الف لام زائد نہیں ہے۔
مصنف نے (بَنَاتِ الْاَوْبَرِ) اور "طِبْتَ النَّفْسَ يَاقَيْسُ السَّرِيُّ"
کہہ کر ہمارے ذکر کردہ دونوں شعروں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

--- ○○○---

وَ بَعْضُ الْاَعْلَامِ عَلَيْهِ دَخَلَا لِلَمْحِ مَا قَدْ كَانَ عَنْهُ نُقِلَا

ترجمہ : بعض اعلام پر الف لام اس لیے داخل ہوتا ہے تاکہ اس معنی کی طرف اشارہ ہو جس سے وہ منقول ہوا ہے۔

كَالْفَضْلِ وَالْحَارِثِ وَالنُّعْمَانِ فَذِكْرُ ذَا وَحَذْفُهُ سِيَّانِ

ترجمہ: جیسے اَلْفَضْل ' اَلْحَارِث ' النُّعْمَان ۔ ان پر الف لام کا آنا یا حذف ہونا برابر ہے۔

ش :۔ پیچھے مصنف نے ذکر کیا تھا کہ الف لام معرفہ بناتا ہے اور زائد ہوتا ہے ان کی تفصیل ذکر ہو چکی ہے ' پھر ان دو شعروں میں ذکر کرتا ہے کہ الف لام صفت سے علم کے لیے منقول ہوتا ہے۔ مراد یہ کہ الف لام اس مسمی پر داخل ہوتا ہے جو اعلام منقولہ سے ہو اور اس پر الف لام کا داخل ہونا مناسب ہو جیسے حَسَنٌ سے اَلْحَسَنُ ہے اور اکثر وہ صفت سے منقول علم پر داخل ہوتا ہے جیسے حَارِثٌ سے اَلْحَارِثُ اور کبھی مصدر سے منقول پر بھی آجاتا ہے جیسے فَضْلٌ سے اَلْفَضْلُ اور غیر مصدر یعنی اسم جنس سے منقول پر

تینوں کی اصل کو مدنظر رکھتے ہوئے ان پر الف لام داخل کرنا بھی جائز ہے۔ اور حال کو دیکھتے ہوئے الف لام حذف بھی ہو سکتا ہے۔

(لِلَمْحِ مَاقَدْ كَانَ عَنْهُ نُقِلَا) کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ الف لام کا فائدہ یہ ہے کہ وہ جس صفت یا معنی سے علم منقول ہوا ہے اس پر دلالت ہو سکے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب آپ صفت یا معنی سے منقول کا ارادہ کریں گے تو وہ علم محض اس کے معنی کے ساتھ تفاؤل (مدد اور برکت) کے طور پر بنایا گیا ہو گا کہ آپ اس تفاؤل پر دلالت کے لیے الف لام ساتھ لائیں۔ جیسے اَلْحَارِثُ۔ یہ نام محض معنی کے تفاؤل کے لیے رکھا گیا ہے۔ وہ یوں کہ وہ زندہ رہے گا اور کھیتی باڑی کا کام کرے گا وغیرہ۔ اسی طرح ہر وہ اسم جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو جملہ میں کسی صورت صفت بن سکتا ہو جیسے فضل وغیرہ ہے (اس صورت میں الف لام اس صفت کی طرف اشارہ کرنے کیلئے داخل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر آپ صرف اس کے علم ہونے کو دیکھیں (اور اس کے منقول عنہ کو نہ دیکھیں) تو الف لام داخل نہیں ہو سکتا۔ اب آپ بولیں گے، حَارِثٌ۔ فَضْلٌ۔ نُعْمَانُ۔ الف لام معنی کا فائدہ دیتا ہے اور یہ معنی الف لام بغیر نہیں لیا جا سکتا۔ اور اس طرح الف لام زائد نہ ہو گا۔ برخلاف اس کے جس نے زائد گمان کیا ہے۔ اس طرح الف لام کا ذکر اور حذف برابر سرابر نہیں ہے جیسے کہ مصنف کی کلام سے ظاہر ہے، بلکہ حذف اور اثبات کو دونوں حالتوں پر موقوف رکھا جائے گا۔ جیسے پہلے ذکر ہوا۔ اور وہ یوں کہ اگر صفت وغیرہ کا لحاظ ہو گا تو الف لام لائیں گے ورنہ حذف کریں گے۔

---○○○---

وَقَدْ يَصِيرُ عَلَمًا بِالْغَلَبَهْ مُضَافٌ اَوْ مَصْحُوبُ اَلْ كَالْعَقَبَهْ

ترجمہ:- اور کبھی غلبہ کی وجہ سے مضاف ہو کر علم ہوتا ہے یا اَلْ کے ساتھ۔ جیسے الْعَقَبَة[1]

[1] یہ ایک بستی کے لئے مخصوص ہے۔

وَحَذْفَ اَلْ ذِیْ اِنْ تُنَادِ اَوْتُضِفْ　اَوْجِبْ وَفِیْ غَیْرِھِمَا قَدْ یَنْحَذِفْ

ترجمہ :۔ اور واجب جان غلبہ کی وجہ سے اَلْ کے ساتھ آنے والے علم کے ال کے حذف کرنے کو منادیٰ یا مضاف ہونے کی صورت میں اور ان دو صورتوں (منادیٰ، مضاف) کے علاوہ حذفِ اَلْ کبھی کبھی ہوتا ہے۔

ش :۔ ان کی اقسام میں سے ایک قسم اَلْ برائے غلبہ ہے جیسے اَلْمَدِیْنَۃُ، اَلْکِتَاب ۔ ان کا حق تو یہ تھا کہ ہرمدینہ کو اَلْمَدِیْنَہ کہتے اور ہر کتاب کو اَلْکِتَاب کہتے مگر غالب یوں ہو گیا کہ مَدِیْنَۃُ الرَّسُوْل کو اَلْمَدِیْنَہ اور سیبویہ کی کتاب کو اَلْکِتَاب کہا جانے لگا ہے ۔ حتیٰ کہ جب یہ مطلق طور پر بولیں گے تو ان مذکورہ دو کے سوا کی طرف ذہن نہیں جائے گا۔ (تو گویا اَلْ ان دونوں پر غلبہ والا ہے)

نوٹ : یہ اَلْ صرف ندا اور مضاف سے حذف ہوتا ہے۔ جیسے الصعق (1) سے یَا صَعِقُ اور ایسے ہی ھٰذِہٖ مَدِیْنَۃُ الرَّسُوْل صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان دو صورتوں کے علاوہ حذف شاذ ہے۔ جیسے عربوں سے سنا گیا ہے۔ کہتے ہیں ھٰذَا عُیُوْقٌ طَالِعًا (یہ عیوق سیارہ طلوع ہو رہا ہے) اور یہ اصل میں اَلْعُیُوْق تھا۔ اور یہ ایک ستارے کا نام ہے اور کبھی علم غلبہ کے طور پر مضاف ہوتا ہے جیسے اِبْنِ عُمَرَ، ابْنِ عَبَّاس، ابْنِ مَسْعُود

یہ مضاف ہونا۔ عبادلہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (یعنی ابن عمر، ابن عباس، ابن مسعود کے ساتھ) اس کے بعد ان کی اولاد بھی اس میں شامل نہیں۔ اگرچہ ان پر بھی صادق آنا چاہیے تھا اور یہی حق تھا لیکن یہ صرف ان مذکورہ پر ہی غالب آیا ہے حتیٰ کہ اگر مطلقاً عبد اللہ بولا جائے گا تو اس سے عبد اللہ بن عمر مراد ہوں گے۔ ایسے ہی ابن عباس اور ابن مسعود (رضی اللہ عنہم) اور یہ اضافت ان سے الگ نہیں ہوتی نہ ندا میں اور نہ مضاف وغیرہ میں جیسے یا ابن عمر ....

(1) لغتہً ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جس پر بجلی گری ہو لیکن اب یہ خویلد بن نفیل کے ساتھ خاص ہے جس نے ہوا کو گالی دی تھی تو اس پہ بجلی آ پڑا تھا۔

اَلِابْتِدَاءُ

مُبْتَدَاٌ زَیْدٌ وَعَاذِرٌ خَبَرْ اِنْ قُلْتَ زَیْدٌ عَاذِرٌ مَنِ اعْتَذَرْ

ترجمہ: اگر آپ بولیں "زَیْدٌ، عَاذِرٌ مَنِ اعْتَذَر" (تو اس میں) زَیْدٌ مبتدا ہے اور عَاذِرٌ خبر ہے۔ (بمعنی زید عذر کرنے والے کا عذر قبول کر لیتا ہے۔)

وَاَوَّلٌ مُبْتَدَاٌ وَالثَّانِی فَاعِلٌ اَغْنٰی فِیْ اَسَارٍ ذَانٌ

ترجمہ: (اور مبتدا کی دوسری قسم یہ ہے) ذَانِ میں پہلا (یعنی سَارٍ) مبتداء اور دوسرا (یعنی ذَانِ) فاعل ہے جس نے مبتداء کو خبر سے مستغنی کر دیا ہے۔

وَقِسْ وَکَاسْتِفْهَامِ النَّفْیُ وَقَدْ یَجُوْزُ نَحْوُ فَائِزٌ اُولُو الرَّشَدْ

ترجمہ:۔ اور اسی طرح آگے قیاس کرو اور نفی (اسم فاعل سے پہلے آنے اور اس کو مبتدا بنانے میں) استفہام کی طرح ہے اور کبھی (نفی یا استفہام کے بغیر بھی اسم فاعل مبتدا بن جاتا ہے) اور "فَائِزٌ اُولُو الرَّشَدِ" کہنا جائز ہے۔

ش: مصنف نے ذکر کیا ہے کہ مبتداء کی دو قسمیں ہیں۔ نمبرا' مبتدا۔ جس کی خبر ہوتی ہے۔ نمبر۲' مبتدا جس کا فاعل ہوتا ہے جو خبر کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اول کی مثال ہے " زَیْدٌ، عَاذِرٌ، مَنِ اعْتَذَرَ " اس سے مراد وہ مبتدا ہے جو ایسا وصف نہ ہو جو نفی و استفہام پر مشتمل ہو۔ مذکورہ مثال میں زَیْدٌ مبتدا ہے اور عَاذِرٌ خبر ہے ' اور مَنْ اِعْتَذَرَ عَاذِرٌ کا مفعول ہے۔ دوسرے کی مثال ہے " اَسَارٍ ذَانِ " ہمزہ استفہام کا ہے اور " سَارٍ " مبتدا ہے اور " ذَانِ " سَارٍ کا فاعل ہے جو خبر کے قائم مقام ہے اور جو اس طرح کا ہوگا اسکو اس پر قیاس کیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر وہ وصف جس کا اعتماد

استفہام یا نفی پر ہو جیسے اَقَائِمٌ الزَّیْدَانِ اور مَاقَائِمٌ الزَّیْدَانِ اور اگر وصف کا (کسی چیز پر) اعتماد نہ ہو تو وہ مبتدا نہ ہو گا اور یہ مذہب اخفش کے سوا بصریوں کا ہے اور وہ مبتدا فاعل ظاہر کو رفع دے گا جیسے مثالیں گزری ہیں۔ یا ضمیر منفصل کو رفع دے گا۔ جیسے اَقَائِمٌ اَنْتُمَا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے کلام مکمل ہوتی ہو اور اگر کلام مکمل نہ ہوتی ہو تو وہ مبتدا نہ بن سکے گا جیسے اَقَائِمٌ اَبَوَاهُ زَیْدٌ اس میں زَیْدٌ مبتدا موخر ہے۔ اور قَائِمٌ (بجائے مبتدا بننے کے) خبر مقدم ہے اور اَبَوَاهُ قَائِمٌ کا فاعل ہے۔ اب یہاں قَائِمٌ مبتدا نہیں بن سکتا چونکہ وہ فاعل سے مل کر کلام مکمل نہیں بنتا۔ چونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اَقَائِمٌ اَبَوَاهُ بولنے سے کلام مکمل ہوتی ہو۔

اور اسی طرح جو وصف ضمیر مستتر کو رفع دے گا اس کو بھی مبتدا بنانا ناجائز ہے اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ "مَا زَیْدٌ قَائِمٌ وَلَا قَاعِدٌ" کی مثال میں قَاعِدٌ۔ مبتدا ہے اور اس میں مستتر ضمیر فاعل ہے جس نے خبر سے مستغنی کر دیا ہے۔ اس لیے کہ وہ ضمیر منفصل نہیں ہے بلکہ متصل ہے۔ (اس لیے قَاعِدٌ کو مبتدا بنانا ناجائز ہے) ویسے اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

یاد رہے استفہام کے لیے حرف ہو یا اسم دونوں برابر ہیں۔ حرف کی مثال گزر چکی ہے۔ اسم کی مثال یوں ہے "کَیْفَ جَالِسٌ الْعَمْرَانِ" اسی طرح نفی حرفِ نفی کے ساتھ ہو یا فعلِ منفی کے ساتھ کوئی فرق نہیں۔ جیسے لَیْسَ قَائِمٌ الزَّیْدَانِ اس میں لَیْسَ فعل ماضی ناقص ہے اور قَائِمٌ اس کا اسم (مبتدا) ہے اور الزَّیْدَانِ فاعل اسکی خبر کے قائم مقام (وخبر مبتدا) ہے۔ غَیْرُ قَائِمٍ الزَّیْدَانِ غَیْرُ مبتدا ہے قائم مخفوض (یعنی مجرور) بِالْاِضَافَه ہے اور اَلزَّیْدَانِ قَائِمٌ کا فاعل ہے۔ قائم مقام غَیْرُ کی خبر کے چونکہ معنی ہے۔ مَاقَائِمٌ الزَّیْدَانِ تو غَیْرُ قَائِمٍ کے ساتھ مَاقَائِمٌ والا معاملہ کیا گیا (یعنی غَیْرُ قَائِمٍ مَاقَائِمٌ کے طور پر (مرکب اضافی) مبتدا بنا اور اَلزَّیْدَانِ خبر کے قائم مقام بنا۔)

اور اسی قبیل سے۔ ایک غیر معروف شاعر کا شعر ہے۔

غَيْرُ لَاهٍ (۱) عِدَاكَ فَاطَّرِحْ (۲) اللَّهْوَ وَلَا تَغْتَرِرْ (۳) بِعَارِضٍ (۴) سَلَمٍ

اَلشَّاهِدُ فِيْهِ — غَيْرُ لَاهٍ عِدَاكَ — عِدَاكَ — غَيْرُ لَاهٍ کا فاعل قائم مقام خبر کے ہے۔

ترجمہ: اپنے دشمن کو غافل نہ سمجھ۔ غفلت کو دور کر اور عارضی صلح سے دھوکہ میں نہ آ۔

غَيْرُ مبتدا ہے اور لَاهٍ مخفوض (مجرور) بالاضافہ ہے اور عِدَاكَ لَاهٍ کا فاعل ہے اور غَيْرُ کی خبر کے قائم مقام۔ ایسے ہی ابو نواس حسن بن ھانی بن عبد الاول الحکمی کا شعر ہے۔

غَيْرُ مَا سُوْفٍ (۵) عَلَى زَمَنٍ يَنْقَضِي بِالْهَمِّ (۶) وَالْحَزَنِ (۷)

ترکیب — غَيْرُ مبتدا ہے۔ اور مَاسُوْفٍ مخفوض (مجرور) بالاضافہ ہے اور عَلَى زَمَنٍ جار مجرور .... (مَاسُوْفٍ) کا نائب فاعل بن کر۔ اور (غَيْرُ) کی خبر کے قائم مقام ہو کر رفع کی جگہ میں ہے۔

ترجمہ: جو زمانہ پریشانی اور غم میں کٹ گیا ہو اس پر افسوس نہیں کیا جانا چاہیے (بلکہ مستقبل کا سوچنا چاہیے) ابو الفتح ابن جنی نے اپنے بیٹے سے اس شعر کا اعراب پوچھا تو وہ اس شعر کے اعراب میں پھنس گیا تھا۔ امام اخفش کے سوا بصریوں کا مذھب ہے کہ وصف (یعنی اسم فاعل وغیرہ) اس شرط پر مبتدا بنے گا کہ اس سے پہلے نفی یا استفہام ہو۔ جبکہ اخفش اور کوفیوں کے نزدیک اس کے لیے کوئی شرط نہیں ہے۔ اور جائز کہا گیا ہے۔ قَائِمٌ الزَّيْدَانِ کہنے کو (جس میں نفی اور استفہام پر اعتماد کیے بغیر وصف مبتدا بنا ہے) اس میں قَائِمٌ مبتدا ہے۔ اَلزَّيْدَانِ فاعل خبر کے قائم مقام ہے۔

اور مصنف نے "وَقَدْ يَجُوْزُ نَحْوُ فَائِزٌ — اُولُو الرَّشَدِ" کہہ کر اسی طرف

---

(۱) غافل سمجھنے والا۔ (۲) دور کر۔ (۳) دھوکہ میں نہ آ۔ (۴) عارضی صلح۔
(۵) نہ افسوس کیا جائے۔ (۶) پریشانی۔ (۷) غم

اشارہ کیا ہے ۔ یعنی اس وصف کا استعمال بطور مبتدا نفی اور استفہام پہلے آنے کے بغیر جائز ہے ۔

مصنف کا خیال ہے کہ سیبویہ نے اس کی اجازت دی ہے اور ساتھ کہا ہے کہ یہ بات ضعیف ہے اور اسی قبیل سے درج ذیل شعر ہے ۔ جو زہیر بن مسعود ضبی کا ہے ۔

فَخَيْرٌ نَحْنُ عِنْدَ النَّاسِ مِنْكُمْ إِذَا الدَّاعِي الْمُثَوِّبُ قَالَ يَالَا (۱)

الشاہد فیہ ۔ خیرٌ مبتدا ہے حالانکہ اس سے قبل استفہام یا نفی نہیں ہے اور ۔ نحنُ ۔ فاعل خیرٌ کی خبر کے قائم مقام ہے

ترجمہ : ہم تمہاری نسبت لوگوں کے ھاں بہتر ہیں جب کپڑا ھلا کر بلانے والا کہتا ہے ارے فلانے ارے فلانے ۔ (یعنی جوں ہی وہ مدد کے لیے آوازیں لگاتا ہے ہم پہنچ جاتے ہیں) اسی طرح ایک دوسرے شاعر طائی کا شعر ہے ۔

خَبِيرٌ بَنُو لِهْبٍ فَلَاتَكُ مُلْغِيًا (۲) مَقَالَةَ (۳) لِهْبِيٍّ إِذَا الطَّيْرُ مَرَّتِ

الشاہد فیہ خبیرٌ مبتدا ہے (بغیر نفی یا استفہام پر اعتماد کیے) اور بنو لِہْبٍ فاعل قائم مقام خبرِ مبتدا ۔

ترجمہ : بنو لہب بڑے باخبر لوگ ہیں (زجر و توبیخ کو جانتے ہیں) تم بنو لہب کی بات کو فضول نہ سمجھو (خاص طور پر) جب ان پر پرندہ اڑ رہا ہو (تو ان کی بات غور سے سنا کرو) ۔

---()()()---

وَالثَّانِ مُبْتَدَأٌ وَذَا الْوَصْفُ خَبَرْ إِنْ فِي سِوَى الْإِفْرَادِ طِبْقًا اسْتَقَرّْ

ترجمہ: اور اگر مفرد کے علاوہ تثنیہ جمع میں مطابقت ہوئی تو ثانی الذکر مبتدا (موخر ہوگا) اور یہ وصف خبر (مقدم ہوگی)

---

(۱) کپڑا ھلانے والا ۔ (۲) اصل یَافُلَانُ تھا ۔ فلان حذف کر دیا گیا اور لام باقی رکھی گئی ۔
(۳) فضول نہ سمجھ ۔ (۴) بنو لہب کی بات ۔

ش : ۔وصف اپنے فاعل کے ساتھ افراد، تثنیہ، جمع میں مطابق ہو گا یا نہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں ۔ ممنوع اور جائز ۔ اگر افراد میں مطابقت ہو گی (جیسے اَقَائِمٌ زَیْدٌ) تو اس میں دو طریقے جائز ہیں ۔ نمبرا ۔ وصف مبتدا ہو اور مابعد فاعل ہو جو خبر کے قائم مقام ہو گا۔

نمبر ۲ ۔ یہ کہ وصف خبر مقدم ہو اور اس کا مابعد مبتدا مؤخر ہو ۔ جیسے قولہ تعالی "اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يَا اِبْرَاهِيْمُ" اس میں جائز ہے کہ اراغب مبتدا ہو اور انت فاعل قائم مقام خبر ہو ۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اَرَاغِبٌ خبر مقدم ہو اور اَنْتَ مبتدا مؤخر ہو۔

اَرَاغِبٌ کو مبتدا بنانے والی پہلی صورت زیادہ بہتر ہے چونکہ عَنْ اٰلِهَتِيْ رَاغِبٌ کا معمول ہے اور اس صورت میں عامل رَاغِبٌ اور معمول ۔ عَنْ اٰلِهَتِيْ میں اجنبی کا فاصلہ نہیں ہے جبکہ اَنْتَ فاعل ہونے کی وجہ سے اجنبی نہیں ہے ۔

لیکن دوسری صورت (جب اَرَاغِبٌ کو خبر مقدم اور اَنْتَ کو مبتدا مؤخر مانا جائے) اس میں عامل اور معمول کے درمیان اَنْتَ کا فاصلہ آتا ہے ۔ اَنْتَ چونکہ اس صورت میں مبتدا مؤخر ہے جبکہ مبتدا خبر کا معمول نہیں ہوتا ہے بلکہ اجنبی ہوتا ہے ۔

اور اگر تثنیہ یا جمع میں مطابقت ہو (جیسے اَقَائِمَانِ ۔ اَلزَّيْدَانِ ۔ اَقَائِمُوْنَ اَلزَّيْدُوْنَ وغیرہ) تو پھر وصف خبر مقدم ہو گی اور مابعد الوصف مبتدا مؤخر ہو گا اور مصنف کے قول (وَالثَّانِ) مبتدا (وَذَا الْوَصْفِ خَبَرٌ ۔ اِلٰى اٰخِرِهٖ ۔۔۔) کا یہی مطلب ہے جو ذکر ہوا ۔ یعنی وَالثَّانِيْ ۔ جو وصف کے بعد ہے وہ مبتدا مؤخر ہو گا اور وصف اس سے خبر مقدم ہو گی ۔ اِنْ تَطَابَقَا فِيْ غَيْرِ الْاِفْرَادِ یعنی اگر مفرد کے علاوہ میں مطابق آئیں اور علاوہ سے مراد تثنیہ وجمع ہے ۔ لغت عرب میں ایسے ہی مشہور ہے ۔ ویسے ایک لغت یہ بھی جائز ہے جیسے اَكَلُوْنِيْ الْبَرَاغِيْثُ (بمعنی مجھے پسو کھا گئے) جمع ہونے کے باوجود وصف مبتدا بن گیا ہے اور اس کا مابعد فاعل قائم مقام خبر بنی ہے ۔ یعنی اَكَلُوْنِيْ وصف مبتدا ہے اور اسکا مابعد (اَلْبَرَاغِيْثُ) فاعل ہے جس نے مبتدا کو

خبر سے بے پرواہ کر دیا ہے۔ اور ان میں مطابقت نہ ہو تو اس کی دو قسمیں ہیں۔ نمبرا ممتنع۔ نمبر۲۔جائز۔ جیسے پہلے بات ہو چکی ہے۔

ممتنع کی مثال۔ اَقَائِمَانِ زَیْدٌ – اَقَائِمُوْنَ زَیْدٌ – یہ ترکیب غیر صحیح ہے۔

جائز کی مثال۔ اَقَائِمٌ الزَّیْدَانِ – اَقَائِمٌ الزَّیْدُوْنَ – اس صورت میں وصف کا مبتدا ہونا اور اس کے مابعد کا فاعل بنکر خبر کے قائم مقام ہونا متعین ہو جاتا ہے۔

--- m m m ---

وَ رَفَعُوْا مُبْتَدَاءً بِالْاِبْتِدَا ۔۔۔ كَذَاكَ رَفْعُ خَبَرٍ بِالْمُبْتَدَا

ترجمہ: نحویوں نے مبتدا کو ابتدا کے ساتھ رفع دیا ہے اور خبر کو مبتدا کے ساتھ

ش: ۔سیبویہ اور جمہور بصریوں کے نزدیک مبتدا ابتدا کی وجہ سے۔ مرفوع ہوتا ہے اور خبر مبتدا کی وجہ سے مبتدا پر عامل معنوی ہوتا ہے۔عامل معنوی کا مطلب ہے ۔اسم کا عوامل لفظی غیر زائدہ اور مشابہ غیر زائدہ سے خالی ہونا

غیر زائد کہہ کر "بِحَسْبِكَ دِرْهَمٌ" جیسی مثال سے احتراز مقصود ہے اس میں بِحَسْبِكَ مبتدا ہے اور عوامل لفظی زائدہ کی بجائے غیر زائدہ سے خالی ہے چونکہ اس پر داخل ہونے والا ۔با۔ عامل زائدہ ہے اور مشابہ غیر زائدہ کہہ کر "رُبَّ رَجُلٍ قَائِمٌ" جیسی مثال سے احتراز کیا ہے۔ اس میں رَجُلٍ مبتدا ہے اور قَائِمٌ خبر ہے۔ مبتدا کے مرفوع ہونے پر معطوف علیہ کا مرفوع ہونا دلالت کرتا ہے جیسے رُبَّ رَجُلٍ قَائِمٌ وَامْرَاَةٌ (یعنی اس میں موجود معطوف علیہ اِمْرَاَةٌ نے رَجُلٌ کے محلاً مرفوع ہونے پر دلالت کر دی ہے۔ اور اس صورت میں لفظ رُبَّ کو غیر زائدہ عامل کہا گیا ہے۔) اور خبر میں عامل لفظی ہوتا ہے۔ اور یہ مذہب سیبویہ کا ہے۔

ایک تو اس طرف ہی ہے کہ مبتداء اور خبر دونوں میں عامل ابتدا ہوتی ہے۔ اسطرح ان میں عامل معنوی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مبتدا ابتدا کی وجہ سے مرفوع

ہوتا ہے جبکہ خبر مبتدا اور ابتدا دونوں کی وجہ سے مرفوع ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ مبتدا خبر' دونوں ایک دوسرے کو رفع دیتے ہیں۔

سب سے زیادہ مناسب اور صحیح مذہب سیبویہ کا ہے جو اول والا ہے۔ اور اس اختلاف میں کوئی خاص فائدہ نہیں ہے۔

--- m m m---

وَ الْخَبَرُ الْجُزْءُ الْمُتِمُّ الْفَائِدَهْ كَاللهُ بَرٌّ وَ الْاَيَادِيْ شَاهِدَهْ

ترجمہ : خبر ایک ایسا جزء ہوتا ہے جو فائدہ کو مکمل کرتا ہے' جیسے اللهُ بَرٌّ وَ الْاَيَادِيْ شَاهِدَةٌ (اللہ احسان کرنے والا ہے اور نعمتیں اس پر گواہ ہیں)۔

ش: مصنف نے خبر کی تعریف کی ہے کہ جو فائدہ کو مکمل کرے۔ اب اس پر فاعل والی تعریف کا اعتراض آتا ہے جیسے قَائِمٌ زَيْدٌ۔ اب زَيْدٌ پر یہ بات صادق آتی ہے کہ وہ ایک جزء ہے جو فائدہ مکمل کرنے والا ہے۔ ایک دوسری تعریف خبر کی یہ ہے کہ خبر ایک ایسا جزء ہے جو مبتدا سے مل کر بنتا ہے۔ اس صورت میں فاعل کی تعریف والا اعتراض نہیں آتا چونکہ وہ مبتدا سے مل کر جملہ نہیں بنتا بلکہ فعل سے مل کر جملہ بنتا ہے۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ مصنف نے خبر کی تعریف ایسی کی ہے جو خبر کے غیر میں بھی پائی جاتی ہے۔جبکہ تعریف وہ ہوتی ہے جو اسکے غیر میں نہ پائی جائے۔

--- m m m---

وَمُفْرَدٌ يَاْتِيْ وَ يَاْتِيْ جُمْلَةْ حَاوِيَةً مَعْنَى الَّذِيْ سِيقَتْ لَهْ

ترجمہ: اور (خبر) مفرد آتی ہے اور (کبھی کبھی) جملہ ہو کر بشرطیکہ وہ جملہ اس مبتدا کے معنیٰ پر مشتمل ہو جس کے لیے جملہ لایا گیا ہے۔ (یعنی اگر خبر جملہ ہو تو اس میں مبتدا کے ساتھ ربط پیدا کرنے والی چیز ضروری ہے۔) جیسے (زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ)

وَاِنْ تَكُنْ اِيَّاهُ مَعْنًى اِكْتَفٰى بِهَا كَنُطْقِيْ اللهُ حَسْبِيْ وَ كَفٰى

ترجمہ: اور اگر جملہ میں وہی مبتدا والا معنی موجود ہو تو وہی کافی ہے (ربط لانے کی ضرورت نہیں) جیسے نُطْقِيْ اللّٰهُ حَسْبِيْ وَ كَفٰى۔

ترکیب جملہ یوں ہے۔نُطْقِيْ ۔ مرکب اضافی مبتدا۔لفظ اللہ پھر مبتدا بالمعنی حَسْبِيْ مرکب اضافی معطوف علیہ واو حرف عطف كَفٰى ۔فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر حَسْبِيَ کا معطوف معطوف علیہ معطوف مل کر لفظ اللہ ۔مبتدا ثانی کی خبر ۔اب مبتدا ثانی اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا اول نُطْقِيْ کی اس طرح جملہ اسمیہ خبریہ ہوا

ش: خبر کی دو قسمیں ہیں ۔نمبر ۱ مفرد نمبر ۲ جملہ مفرد کی بات بعد میں ہو گی ۔جملہ کی پھر دو قسمیں ہیں جملہ مبتدا بالمعنی ہو گا یا نہیں ہو گا۔

اب اگر جملہ مبتدا بالمعنیٰ نہ ہو گا تو ضروری ہے کہ اس میں کوئی ربط ہو جو مبتدا (سابق) سے ربط پیدا کرے اور یہی معنی ہے مصنف کے قول (حَاوِيَةً مَعْنَى الَّذِيْ سِيْقَتْ لَهٗ) کا اور رابطہ جو مبتدا کے ساتھ خبر کا تعلق پیدا کرنے والا ہو گا وہ کبھی ضمیر ظاہر ہو گی جو مبتدا کی طرف لوٹے گی ۔جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ اور کبھی ضمیر مقدر ہو گی جیسے اَلسَّمْنُ مَنَوَانِ بِدِرْهَمٍ - اَلتَّقْدِيْرُ - مَنَوَانِ مِنْهُ بِدِرْهَمٍ اور کبھی مبتدا کی طرف اشارہ کے لیے اسم اشارہ لایا جائے گا۔ جیسے قوله تعالى (وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ) لفظ لباس کے رفع کی قراءت کے ساتھ (اب اس میں ذٰلِكَ اسم اشارہ ۔لِبَاسُ مبتدا کی طرف اشارہ کر رہا ہے) اور کبھی مبتدا کا تکرار اس کے لفظوں سے لاتے ہیں ۔اور یہ اکثر اہمیت اور تفخیم کی جگہوں پر ہوتا ہے جیسے قوله تعالى (اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ) و (اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ) اور کبھی تفخیم بغیر بھی آجاتا ہے جیسے زَيْدٌ مَا زَيْدٌ ۔یا کبھی جملہ میں ایک عام لفظ آجاتا ہے جس کے تحت سابقہ مبتدا آجاتا ہے جیسے زَيْدٌ نِعْمَ الرَّجُلُ۔

اور اگر خبر بننے والا جملہ مبتدا بالمعنی ہو تو پھر وہ ضمیر رابطہ کا محتاج نہیں ہوتا اور یہی معنی ہے مصنف کے قول (وَاِنْ يَكُنْ - اِلٰى اٰخِرِهٖ ---) کا (وَاِنْ تَكُنِ الْجُمْلَةُ

اِیَّاہُ — فِی الْمُبْتَدَءِ بِیْ نُمْعُنِی اِکْتَفٰی بِھَا عَنِ الرَّابِطِ) یعنی اگر جملہ مبتدا بالمعنی ہو تو ضمیر رابطہ کا محتاج نہیں جیسے نُطْقِیْ اَللّٰہُ حَسْبِیْ – نُطْقِیْ مبتدا اول ہے ۔لفظ اللہ جو معزز نام ہے وہ مبتدا ثانی ہے اور حَسْبِیْ خبر ہے مبتدا ثانی کی اور پھر مبتدا ثانی خبر سے مل کر جملہ ہو کر خبر ہے مبتدا اول کی اور یہ جملہ ضمیر رابطہ سے مستغنی ہے ۔چونکہ اَللّٰہُ حَسْبِیْ کا معنی ہے نُطْقِیْ (یعنی اَللّٰہُ حَسْبِیْ نُطْقِیْ) اور اسی طرح ہے ۔قَوْلِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (یعنی قولی مرکب اضافی مبتدا اور (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ) جملہ ہو کر خبر ہے اور اس میں رابطہ کوئی نہیں ہے ۔کیونکہ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ) معنیً مبتدا (قَوْلِیْ) کی خبر ہے.

--- m m m---

وَالْمُفْرَدُ الْجَامِدُ فَارِغٌ وَاِنْ یُّشْتَقَّ فَھُوَ ذُوْ ضَمِیْرٍ مُّسْتَکِنْ

ترجمہ: اور (اگر خبر) مفرد جامد ہو گی تو ضمیر سے فارغ (یعنی خالی) ہو گی اور اگر مشتق ہو گی تو ضمیر مقدر والی ہو گی ۔

ش: جب مبتدا کی خبر جملہ ہو کر آئے (اس کی بات گزر چکی ہے) اور جب مفرد ہو گی تو وہ جامد ہو گی یا مشتق ۔اور اگر جامد ہو گی تو مصنف نے ذکر کیا ہے کہ وہ ضمیر سے فارغ اور خالی ہو گی جیسے زَیْدٌ اَخُوْکَ اور امام کسائی اور امالی اور ایک جماعت کے نزدیک یہ بھی ضمیر کا متحمل ہوتا ہے اور زَیْدٌ اَخُوْکَ اصل میں زَیْدٌ اَخُوْکَ ھُوَ ۔تھا۔ جبکہ بصری کہتے ہیں کہ مفرد جامد کے دو حال ہیں ۔نمبر۱۔وہ جو معنی مشتق کے معنی کو متضمن ہو گا۔ نمبر۲۔جو معنی مشتق کو متضمن نہ ہو گا ۔اگر معنی مشتق کو متضمن ہے جیسے زَیْدٌ اَسَدٌ – اَیْ شُجَاعٌ ۔تو اس صورت میں ضمیر کا متحمل ہو گا اور اگر معنی مشتق کو متضمن نہ ہو گا تو ضمیر کا متحمل نہ ہو گا جیسے زَیْدٌ اَخُوْکَ اور اگر مفرد مشتق ہو گا تو مصنف کے ذکر کے مطابق وہ ضمیر کا متحمل ہو گا جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ ای ھو ۔یہ اس صورت میں جب وہ اسم ظاہر کو رفع نہ دے رہا ہو۔(جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ برخلاف زَیْدٌ قَائِمٌ غُلَامَاہُ کے چونکہ اس میں اسم ظاہر غُلَامَاہُ کو رفع مل رہا ہے)

یاد رہے کہ یہ حکم اس مشتق کا ہے جو فعل کے قائم مقام ہو۔ جیسے اسم فاعل ' اسم مفعول 'صفت مشبہ ' اسم تفضیل اور جو مشتقات میں سے فعل کے قائم مقام نہ ہو گا وہ ضمیر کا متحمل نہ ہو گا جیسے اسماء آلہ۔ مثلاً مِفْتَاحٌ اَلْفَتْحُ سے مشتق ہے اور ضمیر کا متحمل نہیں ہوتا جیسے آپ کہیں ھٰذَا مِفْتَاحٌ تو اس میں ضمیر نہ ہوگی اور ایسے ہی جو صیغہ مَفْعَلٌ پر ہو اور اس سے مقصود زماں یا مکان ہو جیسے مَرْمٰی — رَمْیٌ — سے مشتق ہے اور ضمیر کا متحمل نہیں ہوتا جب آپ بولیں۔ ھٰذَا مَرْمٰی زَیْدٍ اور مراد رَمْیِ کا زمان یا مکان ہو اب خبر مشتق تو ہوگی مگر اس میں ضمیر نہ ہوگی۔

البتہ وہ خبر مشتق ضمیر کی متحمل ہوگی جو فعل کے قائم مقام ہو اور اسم ظاہر کو رفع نہ دے۔ اور اگر اسم ظاہر کو رفع دے گی تو بھی ضمیر کی متحمل نہ ہوگی۔ جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ غُلَامَاهُ۔ اس میں غُلَامَاهُ — قائم کے ساتھ مرفوع ہے اور ضمیر کا متحمل نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کوفیوں کے نزدیک جامد مطلقاً ضمیر کا متحمل ہوتا ہے۔ بصریوں کے ہاں مطلقاً ضمیر کا متحمل نہیں ہوتا البتہ اگر مشتق کے ساتھ موؤل ہو (یعنی اگر معنی مشتق کو متضمن ہو) تو ضمیر کو متحمل ہو گا اور مشتق جب فعل کے قائم مقام ہو اور اسم ظاہر کو رفع نہ دے تو وہ ضمیر کا متحمل ہو گا جیسے زَیْدٌ مُنْطَلِقٌ — اَیْ ھُوَ اور اگر فعل کے قائم مقام نہ ہو گا تو کسی چیز کا متحمل نہ ہو گا۔ جیسے ھٰذَا مِفْتَاحٌ — وَھٰذَا مَرْمٰی زَیْدٍ —

--- m m m ---

وَ اَبْرِزَنْهُ مُطْلَقًا حَیْثُ تَلَا مَا لَیْسَ مَعْنَاهُ لَهٗ مُحَصِّلَا

ترجمہ: اور خبر مشتق کی ضمیر کو مطلقاً ظاہر لا (التباس کا خطرہ ہو یا نہ ہو) جہاں وہ کبھی واقع ہو بشرطیکہ اسکا معنی مبتدا کے لیے حاصل (ومقصود) نہ ہو (بلکہ ایک دوسرے مبتدا کے لیے مقصود ہو)

ش۔ جب خبر مشتق اسی مبتدا کے لیے مقصود ہو جسکے بعد وہ آئی ہو تو اس میں ضمیر مستتر ہوگی جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ — اَیْ ھُوَ۔

اگر آپ (اس قسم کے) مشتق کے بعد۔ھُوَ وغیرہ لائیں گے اور ظاہر کریں گے تو بولیں گے۔زَیْدٌ قَائِمٌ ھُوَ۔تو اس میں سیبویہ نے دو طریقے جائز رکھے ہیں۔نمبر ا۔ ھُوَ قَائِمٌ میں موجود ضمیر مستتر کی تاکید کے لیے ہے۔نمبر ۲۔یہ کہ ھُوَ۔قَائِمٌ۔کا فاعل ہے اور یہ اس صورت میں کہ جب خبر مشتق اسی مبتدا کے لیے مقصود ہو۔اور اگر مقصود نہ ہو جیسے کہ شعر مذکور سے مراد ہے تو ضمیر کا اظہار واجب ہے۔خلط ملط ہونے کا خطرہ ہو یا نہ ہو۔خلط ملط نہ ہونے کی مثال ہے۔زَیْدٌ ھِنْدٌ ضَارِبُھَا ھُوَ (ترکیب۔ زَیْدٌ مبتدا اول۔ھِنْدٌ مبتدا ثانی ضَارِبُھَا۔ضَارِبُ اسم فاعل۔ھَا مفعول۔ھُوَ ضَارِبٌ کا فاعل یا فاعل میں مستتر ضمیر فاعل کی تاکید۔ضَارِبٌ اپنے فاعل و مفعول سے مل کر (مبتدا ثانی ھِنْدٌ کی خبر اب یہ جملہ ہو کر مبتدا اول زَیْدٌ کی خبر) اور خلط ملط ہونے کی مثال جب ضمیر ظاہر نہ ہو جیسے۔زَیْدٌ عَمْرٌو ضَارِبُہٗ ھُوَ۔(ترکیب۔زَیْدٌ مبتدا اول۔عَمْرٌو مبتدا ثانی۔ضَارِبُہٗ۔اسم فاعل و مفعول۔ھُوَ اسم فاعل کا فاعل یا اس میں موجود مستتر ضمیر کی تاکید۔ہر صورت اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر مبتدا ثانی عمرو کی خبر پھر جملہ ہو کر مبتدا اول زید کی خبر جملہ اسمیہ ہو گیا)

بصریوں کے نزدیک دونوں مذکورہ شکلوں میں ضمیر ظاہر کرنا واجب ہے اور یہی معنی ہے مصنف کے قول (وَابْرِزْنَہٗ مُطْلَقاً) کا یعنی خلط ملط ہونے کا خطرہ ہو یا نہ ہو دونوں حالتوں میں برابر طور پر ضمیر ظاہر کی جائے گی۔

جبکہ کوفیوں کے نزدیک خلط ملط نہ ہونے کی صورت میں ضمیر ظاہر لانے اور مقدر لانے کے دونوں طریقے جائز ہیں جیسے زَیْدٌ ھِنْدٌ ضَارِبُھَا ھُوَ۔

اب اس میں چاہو تو ھُوَ لاؤ چاہو نہ لاؤ۔البتہ اگر خلط ملط ہونے کا خطرہ ہو تو ضمیر کا اظہار واجب ہے جیسے زَیْدٌ عَمْرٌو ضَارِبُہٗ ھُوَ جیسا کہ پہلے مثال نمبر ۲ کی صورت میں گزر چکا ہے۔اور اگر آپ ضمیر نہیں لائیں گے تو بولیں گے۔زَیْدٌ عَمْرٌو ضَارِبُہٗ۔ اب احتمال ہے کہ ضَارِبُ کا فاعل زَیْدٌ ہو اور ہو سکتا ہے کہ عَمْرٌو ہو۔اور جب

آپ ضمیر ظاہر لائیں گے اور بولیں گے۔ زَیْدٌ عَمْرٌو ضَارِبُہٗ هُوَ تو متعین ہو جائے گا کہ زید ہی فاعل ہے۔

مصنف نے اس کتاب میں بصریوں کا مذہب پسند کیا ہے اسی لیے کہا ہے کہ (اَبْرِزَنْهُ مُطْلَقًا) یعنی برابر ہے کہ خلط ملط ہونے کا خطرہ ہو یا نہ ہو جبکہ اس کتاب کے علاوہ میں مصنف نے کوفیوں کے مذہب کو پسند کیا ہے اور انہیں کے مذہب کے مطابق عربی کے شعر سنے گئے ہیں (یعنی صحیح ہے) اور اسی قبیل سے ہے (یعنی جب خلط ملط ہونے کا خطرہ نہ ہو تو ضمیر حذف کی جائے گی) ایک غیر معروف شاعر کا شعر

قَوْمِیْ ذُرَا [1]الْمَجْدِ بَانُوْهَا [2]وَقَدْ عَلِمَتْ بِکُنْهِ [3]ذَالِكَ عَدْنَانُ وَ قَحْطَانُ

الشاهد فیه — بَانُوْهَا — اصل میں بَانُوْهَا هُمْ تھا۔ خلط ملط کا خطرہ نہ تھا تو هُمْ ضمیر حذف کر دی گئی۔

ترجمہ: میری قوم نے بلندیوں کی بنیاد رکھی ہے یا بلندیوں کی تمیز کی ہے اور اس غرض و غایت یعنی حقیقت کو عدنان اور قحطان قبائل جانتے ہیں۔

وَاَخْبَرُوْا بِظَرْفٍ اَوْ بِحَرْفِ جَرٍّ نَاوِیْنَ مَعْنٰی کَائِنٍ اَوْ اِسْتَقَرّ

ترجمہ: کَائِنٌ یا اِسْتَقَرَّ کا معنی مقدر مانتے ہوئے (نحوی) ظرف اور جار مجرد کو خبر (بنا کر) لاتے ہیں۔

ش: یہ بات ہو چکی کہ خبر مفرد ہوتی ہے اور کبھی جملہ اور مصنف نے اس شعر میں بیان کیا ہے کہ خبر ظرف یا جار مجرور بھی ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ عِنْدَكَ — وَ — زَیْدٌ فِی الدَّارِ اب ان دونوں میں سے ہر ایک واجبی محذوف کے ساتھ متعلق ہے۔ ایک قوم نے اور مصنف نے جائز کہا ہے کہ وہ محذوف اسم ہو یا فعل جیسے کائن یا

---

(1) جمع ہے ذَرْوَۃٌ بمعنی بلندی (2) اصل بَانُوْنَ ہے اضافت کی وجہ سے نون حذف ہو گیا بمعنی بنیاد رکھنے والے (3) بمعنی غایت یا تمیز کرنے والے۔

إِسْتَقَرَّ اور اگر آپ كَائِنٌ مقدر مانیں گے تو خبر مفرد ہوگی اور اگر مقدر إِسْتَقَرَّ ہو گا تو خبر جملہ ہوگی۔

اوراس میں نحویوں کا اختلاف ہے۔ امام اخفش نے کہا ہے کہ یہ بھی خبر مفرد کی قبیل سے ہے اور دونوں (عِنْدَكَ ،فِي الدَّارِ) میں سے ہر ایک محذوف سے متعلق ہے اور وہ محذوف اسم فاعل ہے اور تقدیر عبارت ہوگی ۔ زَيْدٌ كَائِنٌ عِنْدَكَ یا مُسْتَقَرٌّ عِنْدَكَ یا مُسْتَقَرٌّ فِي الدَّارِ اور یہ مذہب سیبویہ کی طرف بھی منسوب ہے۔

اور کہا گیاہے کہ یہ دونوں جملہ کی قبیل سے ہیں اور ان میں سے ہر ایک فعل محذوف سے متعلق ہے اور تقدیر عبارت ہے ۔ زَيْدٌ إِسْتَقَرَّ - أَوْ يَسْتَقِرُّ عِنْدَكَ یا إِسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ یا يَسْتَقِرُّ فِي الدَّارِ اور اس مذہب کی نسبت سیبویہ اور جمہور بصریوں کی طرف کی گئی ہے۔

وَقِيْلَ جائز ہے کہ دونوں قبیل مفرد سے ہوں اور مقدر مُسْتَقِرٌّ یا کوئی اور اسم فاعل ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ دونوں جملہ کی قبیل سے ہوں اور مقدر إِسْتَقَرَّ وغیرہ ہو اور مصنف کے قول (نَاوِيْنَ مَعْنٰي كَائِنٍ أَوْ إِسْتَقَرَّ) کا ظاہری مطلب ہے۔

ابوبکر بن السراج کا خیال ہے کہ ظرف اور جار مجرور میں سے ہر ایک خود ایک قسم ہے اور کوئی بھی قبیلِ مفرد یا قبیلِ جملہ سے نہیں ہے اور یہ مذہب ابوبکر بن السراج کے شاگرد ابوعلی الفارسی نے الشیرازیات میں ذکر کیا ہے۔

لیکن حق اس کے خلاف ہے اور حقیقت میں یہ واجبی محذوف کے متعلق ہیں اور شاذ طور پر ایک غیر معروف شاعر نے اسے ظاہر بھی کیا ہے۔ جیسے شعر ہے۔

لَكَ الْعِزُّ إِنْ مَوْلَاكَ عَزَّ (۱) وَإِنْ يَهِنْ (۲) وَأَنْتَ لَدَى بُحْبُوحَةِ (۳) الْهُوْنِ (۴) كَائِنٌ

الشاهد فيه — كَائِنٌ اسم فاعل ظاہر آگیاہے جبکہ لَدَى..... ظرف اس سے متعلق ہے

---

(۱) قوت والا (۲) کمزور (۳) وسط (۴) کمزوری

ترجمہ: اگر تیرا مددگار حریف قوت والا ہے تو تیرے لیے بھی قوت ہے اور اگر وہ کمزور ہو تو کمزوری کے وسط میں ہے۔

جس طرح ظرف اور جار مجرور کے عامل کو خبر ہونے کی صورتمیں حذف کرنا واجب ہے اسی طرح ان کے صفت ہونے کی صورت میں حذف واجب ہے (جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ عِنْدَكَ اور مَرَرْتُ بِرَجُلٍ فِي الدَّارِ) یا حال ہونے کی صورت میں (جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ عِنْدَكَ اَوْ فِي الدَّارِ) یا صلہ ہونے کی صورت میں لازمی طور پر حذف ہوگا (جیسے جَاءَ الَّذِيْ عِنْدَكَ اَوْ فِي الدَّارِ) یاد رہے کہ صفت اور حال کا حکم عامل حذف ہونے کے اعتبار سے خبر والا ہے لیکن صلہ کا محذوف عامل وجوبًا فعل ہوگا نہ کہ اسم فاعل وغیرہ۔ جیسے جَاءَ الَّذِيْ عِنْدَكَ اَوْ فِي الدَّارِ کی تقدیر عبارت ہوگی۔

جَاءَ الَّذِيْ اِسْتَقَرَّ عِنْدَكَ، جَاءَ الَّذِيْ اسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ

---○○○---

وَلَا يَكُوْنُ اِسْمُ زَمَانٍ خَبَرًا عَنْ جُثَّةٍ وَاِنْ يُفِدْ فَاَخْبِرَا

ترجمہ: اسم زمان جثہ (یعنی جسم وغیرہ) کی خبر نہ ہوگی ویسے اگر خبر مفید بنے تو پھر ہو سکتی ہے۔

ش: ظرفِ مکان جثہ یا معنی جثہ کی خبر ہو سکتی ہے جیسے زَيْدٌ عِنْدَكَ اور معنوی شی کی بھی ہو سکتی ہے جیسے اَلْقِتَالُ عِنْدَكَ اور اسی طرح ظرفِ زمان معنی جثہ کی خبر بن جاتی ہے منصوب ہو کر یا حرف جر فِي کے ساتھ مجرور ہو کر جیسے اَلْقِتَالُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔ اَلْقِتَالُ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ

مصنف نے کہا ہے کہ (ظرفِ زمان) جثہ کی خبر واقع نہیں ہوتی۔ مگر جب (ظرفِ زمان والی خبر) خبرِ مفید ہو تو جثہ کی خبر بن سکتی ہے جیسے اَللَّيْلَةَ الْهِلَالُ (اَلْهِلَالُ مبتدا موخر ہے اور اَللَّيْلَةَ ظرفِ زمان خبر مقدم ہے وَالرُّطَبُ شَهْرَيْ رَبِيْعٍ (اَلرُّطَبُ مبتدا۔ شَهْرَيْ رَبِيْعٍ مرکب اضافی خبر)۔ اگر مفید نہ ہو تو جثہ سے خبر واقع نہیں ہوتی جیسے زَيْدٌ

اَلْیَوْمَ ایک قوم اسی طرف گئی ہے جن میں سے مصنف بھی ہے۔اور دوسرے مطلقاً منع کہتے ہیں اور اگر اس قبیل سے کوئی چیز ہے بھی تو وہ موؤل ہے جیسے انکا قول ہے (اَللَّیْلَةَ الْھِلَالُ اور اَلرُّطَبُ شَھْرَیْ رَبِیْعٍ — تقدیر عبارت ہے۔طُلُوْعُ الْھِلَالِ اَللَّیْلَةَ وَ وُجُوْدُ الرُّطَبِ شَھْرَیْ رَبِیْعٍ یہ مذہب جمہور بصریوں کا ہے اور ایک قوم مصنف سمیت بغیر شذوذ اس کے جواز کی قائل ہے لیکن مفید ہونے کی شرط کے ساتھ جیسے آپ کہیں (نَحْنُ فِيْ یَوْمٍ طَیِّبٍ وَفِيْ شَھْرِ کَذَا) اور مصنف نے اسی طرف اشارہ کیا ہے (اِنْ یُّفِدْ فَاخْبِرْا) کہہ کر یعنی اگر ظرف خبر مفید نہ ہوگی تو اس کا خبر بننا ممنوع ہے (جیسے زَیْدٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ)

---○○○---

وَلَا یَجُوْزُ الْاِبْتِدَاءُ بِالنَّكِرَہْ　　مَا لَمْ تُفِدْ كَعِنْدَ زَيْدٍ نَمِرَہْ

ترجمہ: نکرہ کا مبتدا بننا جائز نہیں جب تک وہ مفید نہ ہو (اور مصنف نے مفید ہونے کی چھ صورتیں ذکر کی ہیں)

(نمبر ۱۔ مبتدا مؤخر ہو اور جار مجرور یا ظرف۔خبر مقدم ہو) جیسے عِنْدَ زَیْدٍ نَمِرَةٌ (ظرف خبر مقدم ہے بمعنی زید کے پاس لکیر دار کپڑا ہے)

وَھَلْ فَتًی فِیْكُمْ فَمَا خِلٌّ لَنَا　　وَرَجُلٌ مِنَ الْكِرَامِ عِنْدَنَا

ترجمہ: (نمبر ۲۔ نکرہ پر استفہام مقدم ہو جیسے ھَلْ فَتًی فِیْكُمْ (یا نکرہ پر نفی مقدم ہو جیسے فَمَا خِلٌّ لَنَا (بمعنی ہمارا کوئی خاص دوست نہیں ہے — یا نکرہ موصوفہ ہو) جیسے رَجُلٌ مِنَ الْكِرَامِ عِنْدَنَا (رجل کی صفت کرام آگئی ہے)۔

وَرَغْبَةٌ فِي الْخَیْرِ خَیْرٌ وَ عَمَلْ　　بِرٍّ یَزِیْنُ وَلْیُقَسْ مَا لَمْ یُقَلْ

ترجمہ: (یا نکرہ مصدر عامل ہو جیسے رَغْبَةٌ فِي الْخَیْرِ خَیْرٌ (رغبة مصدر اور عامل ہے اور فِي الْخَیْرِ۔ جار مجرور مصدر کا مفعول بہ ہے۔ یا نکرہ مضاف ہو جیسے عَمَلُ بِرٍّ یَزِیْنُ اور جس کی مثال نہیں پیش کی گئی (اس کو مذکورہ قواعد اور مثالوں پر) قیاس کر لیا جائے۔

ش: مبتدا کے لیے اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور کبھی نکرہ بھی مبتدا بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ مفید ہو۔اور فائدہ چند امور میں سے کسی ایک سے ہوتا ہے اور ان میں سے مصنف نے چھ امور کا ذکر کیا ہے۔

نمبر ۱۔خبر مبتداء پر مقدم ہو اور وہ (خبر) ظرف یا جار مجرور ہو جیسے فِي الدَّارِ رَجُلٌ وَعِنْدَ زَيْدٍ نَمِرَةٌ اور اگر خبر مقدم تو ہو مگر ظرف یا جار مجرور نہ ہو تو نکرہ کو مبتدا بنانا جائز نہیں ہے جیسے قَائِمٌ رَجُلٌ

نمبر ۲۔جب نکرہ پر استفہام مقدم ہو جیسے هَلْ فَتًى فِيكُمْ (فَتًى مبتدا اور فِيكُمْ جار مجرور مقدر كَائِنٌ کے متعلق ہو کر خبر بنتی ہے)

نمبر ۳۔نکرہ پر حرف نفی مقدم ہو جیسے مَا خِلٌّ لَنَا۔

نمبر ۴۔نکرہ موصوفہ ہو جیسے رَجُلٌ مِنَ الْكِرَامِ عِنْدَنَا۔

نمبر ۵۔نکرہ (مصدر) عامل ہو جیسے رَغْبَةٌ فِي الْخَيْرِ خَيْرٌ۔

نمبر ۶۔نکرہ مضاف ہو جیسے عَمَلُ بِرٍّ يَزِينُ

یہ وہ صورتیں ہیں جو مصنف نے اس کتاب (الفیہ) میں ذکر کی ہیں اور مصنف کے غیر (یعنی دوسروں) نے تیس سے کچھ زائد شمار کی ہیں یا اس سے بھی زیادہ اور اس میں مذکورہ چھ بھی شامل ہیں۔اب اس کے حساب سے یوں ہے۔

نمبر ۷۔(نکرہ) شرط ہو جیسے مَنْ يَقُمْ أَقُمْ مَعَهُ

نمبر ۸۔وہ نکرہ (کسی سوال کا) جواب واقع ہو جیسے کہا جائے مَنْ عِنْدَكَ تو آپ جواب میں کہیں رَجُلٌ۔اس کی تقدیر عبارت ہے۔رَجُلٌ عِنْدِي۔

نمبر ۹۔نکرہ عامہ ہو جیسے كُلٌّ يَمُوتُ

نمبر ۱۰نوع کا بیان مقصود ہو جیسے امرء القیس شاعر کا شعر ہے۔

فَأَقْبَلْتُ زَحْفًا (۱) عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ فَثَوْبٌ لَبِسْتُ وَ ثَوْبٌ أَجُرُّ

الشَّاهِدُ فِيهِ۔ثَوْبٌ۔مبتدا لَبِسْتُ خبر۔اسی طرح ثَوْبٌ أَجُرُّ مبتدا خبر ہیں اور

(۱) گھٹنوں کے بل لڑکتا ہوا

یہ دونوں نوع بیان کر رہے ہیں۔

ترجمہ : میں گھٹنوں کے بل لڑکتا ہوا آیا۔ میں نے ایک کپڑا پہنا تھا اور ایک کو کھینچتا تھا۔

نمبر ۱۱۔ نکرہ دعا واقع ہو جیسے (سَلاَمٌ عَلٰی اِلْ یَاسِیْنَ)

نمبر ۱۲۔ نکرہ میں جب معنی تعجب ہو جیسے مَا اَحْسَنَ زَیْدًا

نمبر ۱۳۔ موصوف کا خلف ہو (یعنی موصوف کے قائم مقام ہو) جیسے مُؤْمِنٌ خَیْرٌ مِنْ کَافِرٍ (اصل ہے رَجُلٌ مُؤْمِنٌ خَیْرٌ مِنْ رَجُلٍ کَافِرٍ)

نمبر ۱۴۔ نکرہ مصغر ہو جیسے رُجَیْلٌ عِنْدَنَا یہ اس لیے کہ تصغیر معنی وصف کا فائدہ دیتی ہے اور اسکی تقدیر عبارت یوں ہے رَجُلٌ حَقِیْرٌ عِنْدَنَا۔

نمبر ۱۵۔ معنوی اعتبار سے نکرہ محصورہ اور محدودہ ہو جیسے شَرٌّ اَهَرَّ ذَا نَابٍ ۔ وَ شَیْئٌ جَاءَ بِكَ ۔ ایک قول کے مطابق تقدیر عبارت ہے۔ مَا اَهَرَّ ذَا نَابٍ اِلَّا شَرٌّ ۔ وَ مَا جَاءَ بِكَ اِلَّا شَیْئٌ دوسرے قول کے مطابق تقدیر عبارت ہے شَرٌّ عَظِیْمٌ اَهَرَّ ذَا نَابٍ ۔ وَ شَیْئٌ عَظِیْمٌ جَاءَ بِكَ تو یہ اس قسم میں داخل ہے جہاں نکرہ کا موصوف ہونے کی صورت میں مبتدا بننا جائز ہے چونکہ وصف مقدر ہو یا ظاہر بات ایک ہی ہے اور یہاں وصف مقدر ہے۔

نمبر ۱۶۔ یہ کہ نکرہ سے قبل واو حالیہ واقع ہو جیسے ایک غیر معروف شاعر کا شعر ہے

سَرَیْنَا وَ نَجْمٌ قَدْ اَضَاءَ فَمُذْ بَدَا مُحَیَّاكَ (۱) اَخْفٰی ضَوْءُهٗ کُلَّ شَارِقٍ

الشاهد فِیْه ۔ وَ نَجْمٌ قَدْ اَضَاءَ ۔ واو حالیہ کے بعد نَجْمٌ نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا ہے۔

ترجمہ : ہم رات کو چلے اور ستارہ روشن ہو گیا تھا۔ مگر جب تیرا چہرہ ظاہر ہوا تو اس نے ہر چمکنے والے کو چھپا دیا۔

---

(۱) تیرا چہرا

نمبر ۱۷۔ نکرہ جب معرفہ پر معطوف ہو جیسے زَیْدٌ وَ رَجُلٌ قَائِمَانِ

نمبر ۱۸۔ نکرہ وصف پر معطوف ہو جیسے تَمِیْمِیٌّ وَ رَجُلٌ فِي الدَّارِ

نمبر ۱۹۔ نکرہ وصف کا معطوف علیہ ہو جیسے رَجُلٌ وَ اِمْرَءَ ةٌ طَوِیْلَةٌ فِي الدَّارِ

نمبر ۲۰۔ نکرہ مبہم ہو جیسے اِمْرَئُ الْقَیْسِ کا شعر ہے

مُرَسَّعَةٌ (۱) بَیْنَ اَرْسَاغِهٖ (۲) بِهٖ عَسَمٌ (۳) یَبْتَغِی اَرْنَبًا ۔ (۴)

الشاھد فیہ ۔ مُرَسَّعَةٌ مبہم ہونے کی وجہ سے مبتدا بن گیا ورنہ نکرہ تھا۔

ترجمہ: اسکی کلائیوں پر (نظر سے بچاؤ کا تعویذ) بندھا ہوا ہے جو ٹیڑھی میڑھی اور خشک (رسی سے باندھا گیا ہے) اور وہ (جنات سے محفوظ رہنے کے لیے) خرگوش کا متلاشی ہے

نمبر ۲۱۔ نکرہ لفظ (لولا) کے بعد آئے جیسے ایک غیر معروف شاعر کا شعر ہے۔

لَوْلَا اِصْطِبَارٌ (۵) لَاَوْدٰی (۶) کُلُّ ذِیْ مِقَةٍ (۷) لَمَّا اِسْتَقَلَّتْ (۸) مَطَایَاهُنَّ لِلظَّعْنِ (۹)

الشاھد فیہ ۔ لَوْلَا اِصْطِبَارٌ ۔ لَوْلَا کے بعد آنے کی وجہ سے اِصْطِبَارٌ مبتدا بنا ورنہ نکرہ تھا۔

ترجمہ: اگر صبر نہ ہوتا تو ہر محبّ ہلاک ہو جاتا جب محبوباؤں کی سواریاں سفر کے لیے روانہ ہوئی تھیں

نمبر ۲۲۔ اگر نکرہ سے قبل فاجزائیہ آجائے جیسے اِنْ ذَهَبَ عِیْرٌ ۔ فَعِیْرٌ فِي الرِّبَاطِ
(یعنی اگر ایک گدھا چلا گیا ہے تو ایک گدھا بندھا ہوا بھی ہے)

نمبر ۲۳۔ اگر نکرہ پر لام ابتدا داخل ہوئی ہو ۔ جیسے لَرَجُلٌ قَائِمٌ

نمبر ۲۴۔ اگر نکرہ کم خبریہ کے بعد آئے جیسے فرزدق کا شعر ہے۔

---

(۱) نظر بد سے حفاظت کے لئے۔ (۲) رسغ کی جمع ہے بمعنی کلائیاں۔ (۳) بل والی خشک رسی۔ (۴) عرب جہلا کا خیال تھا کہ جنات خرگوش سے ڈرتے ہیں اس لئے بزدل لوگ خرگوش کے ٹخنے کی تلاش میں رہتے تھے تاکہ اس کو بطور تعویذ وتمیمہ لٹکایا جائے۔
(۵) صبر (۶) ہلاک ہو جاتا (۷) محبت (۸) اٹھی تھیں (۹) چلنے کے لئے

كَمْ عَمَّةٌ لَكَ يَا جَرِيْرُ وَ خَالَةٌ فَدْعَاءُ (۱) قَدْ حَلَبَتْ عَلَيَّ عِشَارِيْ (۲)

الشاھد فیہ -- كَمْ عَمَّةٌ --عمة کم خبریہ کے بعد آیا ہے نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا بنا ہے۔

ترجمہ: اے جریر کثرت سے دودھ دھونے والی تیری کتنی ہی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں کہ انہوں نے میرے لیے دس ماہ کے بچے والی اونٹنیوں کا دودھ دھویا ہے۔

بعض متاخرین نے ایسی جگہوں کی تعداد کو تیس سے زیادہ تک پہنچایا ہے اور میں نے جو ذکر نہیں کی ہیں اس لیے نہیں کیں کہ وہ میری ذکر کردہ کے تحت آ جاتی ہیں اور یا اس لیے بھی کہ وہ سب صحیح نہیں ہیں۔

--- ○○○---

وَالْأَصْلُ فِي الْأَخْبَارِ اَنْ تُؤَخَّرَا وَجَوَّزُوا التَّقْدِيْمَ إِذْ لَا ضَرَرَا

ترجمہ: اصل تو یہ ہے کہ خبریں مؤخر ہوتی ہیں اور جب کوئی حرج واقع نہ ہو تو ان کو مقدم کرنا بھی جائز ہے۔

ش: اصل یہ ہے کہ مبتدا مقدم ہوتا ہے اور خبر مؤخر ہوتی ہے اس لیے کہ خبر معنوی اعتبار سے مبتدا کا وصف ہوتا ہے اس لیے وہ مؤخر ہونے کی مستحق ہے اور جب مغالطہ نہ پڑتا ہو تو اسے مقدم کرنا بھی جائز ہے جیسے بعد میں اسکی وضاحت آ رہی ہے۔ مثلاً کہا جائے قَائِمٌ زَيْدٌ -- قَائِمٌ اَبُوْهُ زَيْدٌ -اَبُوْهُ مُنْطَلِقٌ زَيْدٌ فِي الدَّارِ زَيْدٌ -- عِنْدَكَ عَمْرٌو وغیرہ وغیرہ۔

بصریوں کے ہاں بعض نحویوں کی کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ کوفیوں کا مذہب ہے کہ جس خبر کا بصریوں کے ہاں مؤخر ہونا جائز ہے اسے مقدم کرنا منع ہے لیکن یہ بات محل نظر ہے اس لیے کہ بعض نحویوں نے بصریوں اور کوفیوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ (فِيْ دَارِهٖ زَيْدٌ) کی مثال میں خبر کا مقدم کرنا جائز ہے لیکن کوفیوں کی طرف سے مطلقاً منع کا

---

(۱) (وہ عورت کہ بہت زیادہ دودھ دھونے کی وجہ سے اسکی انگلی ٹیڑھی ہوگئی ہو) (۲) (دس ماہ کے بچے والی اونٹنی اور یہ جمع ہے عشراء کی

قول نقل کرنا صحیح نہیں ہے ۔ بعض نے ایسے کہا ہے جبکہ اس میں بحث اور تفصیل ہے ۔
البتہ کوفیوں نے درج ذیل مثالوں وغیرہ میں خبر کی تقدیم کو منع کیا ہے ۔ جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ ۔
زَيْدٌ قَامَ أَبُوهُ ۔ زَيْدٌ أَبُوهُ مُنْطَلِقٌ ۔ ویسے حق یہ ہے کہ ان میں تقدیم خبر کا جواز موجود
ہے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں اور مصنف نے (وَجَوَّزُوا التَّقْدِيمَ إِذْ لَا ضَرَرَا) کہہ کر
اسی طرف اشارہ کیا ہے ۔ آپ بول سکتے ہیں قَائِمٌ زَيْدٌ ۔ اسی قبیل سے ہے انکا قول
مَشْنُوءٌ مَنْ يَشْنَؤُكَ (یعنی جو آپ سے دشمنی کرے گا اس سے بھی دشمنی کی جانے
والی ہے) اس میں مَن مبتدا مؤخر ہے اور مَشْنُوءٌ خبر مقدم ۔ ایسے ہی قَامَ أَبُوهُ زَيْدٌ
میں قَامَ أَبُوهُ جملہ ہو کر خبر مقدم ہے اور زَيْدٌ مبتدا مؤخر ہے ۔

ایسے ہی جناب حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے ۔

قَدْ ثَكِلَتْ (۱) أُمُّهُ مَنْ كُنْتَ وَاجِدَهُ (۲) وَبَاتَ مُنْتَشِبًا (۳) فِي بُرْثُنِ الْأَسَدِ (۴)

الشاهد فیہ ۔ اس میں مَنْ كُنْتَ وَاجِدَهُ مبتدا مؤخر ہے اور قَدْ ثَكِلَتْ أُمُّهُ
خبر مقدم ہے ۔

ترجمہ : جس کو تو لڑائی میں پالینے والا ہے اس کو اسکی ماں نے گم پایا ہے اور وہ تو
شیر کے پنجوں میں پھنسا ہوا ہے (یعنی تیرے ہاتھ سے قتل ہوا تو درندوں نے اس کو دبوچ
لیا) اسی طرح ہے ۔ أَبُوهُ مُنْطَلِقٌ زَيْدٌ (اس میں أَبُوهُ مُنْطَلِقٌ جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدم
ہے اور زَيْدٌ مبتدا مؤخر ہے)۔ ایسے ہی فرزدق کا شعر ہے ۔

إِلَى مَلِكٍ مَا أُمُّهُ مِنْ مُحَارِبٍ أَبُوهُ وَلَا كَانَتْ كُلَيْبٌ تُصَاهِرُهْ

الشاهد فیہ ۔ مَا أُمُّهُ مِنْ مُحَارِبٍ ۔ خبر مقدم ہے اور أَبُوهُ مبتدا مؤخر ہے ۔

ترجمہ : (میں ولید بن عبد الملک) بادشاہ کی طرف اپنی سواری ہانک رہا ہوں
جس کی والدہ محارب قبیلہ سے ہے نہ باپ اور نہ ہی قبیلہ کلیب والے اس کے سسرال
ہیں ۔

(۱) (گم پایا) (۲) (لڑائی میں پانے والا) (۳) (پھنسا ہوا) (۴) (شیر کے پنجے) (۵) اس کے سسرال ہیں ۔

شریف۔ اَبُو السَّعَادَاتِ هِبَةُ اللّٰهِ بْنَ شَجَری نے جملہ بن کر خبر سے مقدم ہونے کے جواز پر کوفیوں اور بصریوں کا اجماع نقل کیا ہے۔ویسے یہ صحیح نہیں ہے اور ہم اس سے قبل کوفیوں کا اختلاف نقل کر آئے ہیں۔

---○○○---

فَامْنَعْهُ حِيْنَ يَسْتَوِي الْجُزْآنِ عُرْفًا وَ نُكْرًا عَادِمَيْ بَيَانِ

ترجمہ: خبر کو مقدم لانے سے منع کر جب دونوں جز (مبتداو خبر) معرفہ و نکرہ ہونے میں برابر ہوں اور مبتدااور خبر دونوں واضح نہ ہوں۔

كَذَا إِذَا مَا الْفِعْلُ كَانَ خَبَرًا اَوْ قُصِدَ اِسْتِعْمَالُهُ مُنْحَصِرًا

ترجمہ: اسی طرح جب فعل خبر بنتی ہو۔یا خبر (اِنَّمَا وغیرہ سے) محصور ہو

اَوْ كَانَ مُسْنَدًا لِّذِيْ لَامِ ابْتِدَا اَوْ لَازِمِ الصَّدْرِ كَمَنْ لِّيْ مُنْجِدًا۔

ترجمہ: یا خبر ایسے مبتدا کی خبر بنتی ہو جس پر لامِ ابتداداخل ہو چکی ہو یا ایسے مبتدا کی خبر ہو جو صدرِ کلام بنتا ہو۔جیسے مَنْ لِّيْ مُنْجِدًا

ش:۔خبر مبتدا کے مقابل تقدیم وتاخیر کے اعتبار سے تین قسم پر ہے۔نمبر۱۔جس میں خبر کی تقدیم وتاخیر دونوں جائز ہیں۔کما سبق۔نمبر۲۔جس میں تاخیرِ خبر واجب ہے۔نمبر۳۔جس میں تقدیم خبر واجب ہے۔

ان شعروں میں تاخیر خبر کے وجوب کی بات ہوئی ہے۔اس میں سے تاخیرِ خبر کی پانچ جگہیں ذکر کی ہیں۔

تاخیر خبر کی پہلی جگہ یہ کہ مبتدا و خبر میں سے ہر ایک معرفہ یا نکرہ ہو اور مبتدا بننے کی صلاحیت رکھتا ہو اور مبتدا کو خبر سے واضح کرنے والا قرینہ نہ ہو۔(یعنی دونوں کے ایک جیسا ہونے کی وجہ سے یہ متعین کرنا مشکل ہو کہ کونسا مبتدا ہے اور کونسا خبر) جیسے زید اَخُوْكَ۔ وَاَفْضَلُ مِنْ زَيْدٍ۔ وَاَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو۔ اور جائز نہیں ہے کہ آپ خبر کو

مقدم کرتے ہوئے کہیں اَخُوْكَ زَيْدٌ، وَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو، وَ اَفْضَلُ مِنْ زَيْدٍ ۔ اس میں مقدم تو مبتدا ہو گا جب کہ آپ دلیل کی دلالت بغیر خبر کو مقدم کرنا چاہتے تھے (یہ صرف اس لیے کہ حقیقت میں دونوں جزؤں میں سے ہر ایک مبتدا بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اس لیے جب آپ خبر مقدم کرنا چاہیں گے وہ آپ کے تصور میں خبر مقدم ہوگی جبکہ دیکھنے والا اسے مبتدا تصور کرے گا تو یہ بغیر دلیل واضح کہ ممکن نہیں ہو گا۔) اگر کوئی دلیل پائی گئی جس نے خبر کے مقدم ہونے پر دلالت کی تو پھر تقدیم خبر جائز ہے جیسے اَبُوْيُوْسُفَ، اَبُوْحَنِيْفَةَ (یعنی ابو یوسف ابو حنیفہ جیسے ہیں) اب اس کو یوں بولیں ۔ اَبُوْحَنِيْفَةَ اَبُوْيُوْسُفَ ۔ یعنی ابو حنیفہ خبر مقدم اور ابویوسف مبتدا موخر تو ٹھیک ہے چونکہ واضح ہے کہ ابو یوسف مشبہ ہے اور ابو حنیفہ مشبہ بہ ہے نہ کہ ابو حنیفہ مشبہ اور ابو یوسف مشبہ بہ ہے اور اسی قبیل سے ، فرزدق شاعر کا شعر ہے۔

بَنُوْنَا بَنُوْ اَبْنَائِنَا وَبَنَاتُنَا بَنُوْهُنَّ اَبْنَاءُ الرِّجَالِ الْاَبَاعِدِ

الشاهد فيه ۔ بَنُوْنَا خبر مقدم بَنُوْ اَبْنَائِنَا مبتدا موخر ۔ چونکہ پوتوں پر حکم لگانا مقصود ہے کہ وہ بیٹوں کی طرح ہیں نہ کہ بیٹوں پر حکم لگانا ہے کہ وہ پوتوں کی طرح ہیں ۔
ترجمہ :۔ ہمارے پوتے ہمارے بیٹوں جیسے ہیں اور ہماری بیٹیوں کے بیٹے دور کے بندوں کے بیٹے ہیں ۔

تاخیر کی جگہ نمبر ۲ ۔ یہ کہ خبر ایسا فعل ہو جو مبتدا کی ضمیر مستتر کو رفع دے رہا ہو جیسے زَيْدٌ قَامَ (اس میں زَيْدٌ مبتدا کی خبر فعل قَامَ ہے جو مبتدا کی طرف لوٹنے والی ضمیر مستتر فاعل (هُوَ) کو رفع دے رہا ہے اس خبر کو مقدم کرنا جائز نہیں ہے اور نہیں کہا جا سکتا قَامَ زَيْدٌ ۔ ان معنوں میں کہ قام خبر مقدم ہو اور زَيْدٌ مبتدا موخر ہو بلکہ اس میں زَيْدٌ قَامَ کا فاعل ہو گا بمبتدا اور خبر کے باب سے نہ ہونگے بلکہ فعل فاعل کے باب سے ہونگے البتہ اگر خبر بننے والا فعل اسم ظاہر کو رفع دے تو اسکا مقدم ہونا جائز ہے جیسے زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ کی بجائے قَامَ اَبُوْهُ زَيْدٌ کہا جائے تو جائز ہے کیونکہ مثال نمبر ا میں زید مبتدا تھا۔ قَامَ اَبُوْهُ

جملہ ہو کر خبر تھا اور مثال نمبر ۲ میں قام ابوہ ۔جملہ ہو کر خبر مقدم (چونکہ قام اسم ظاہر اَبُوْہُ کو رفع دیتا ہے) اور زَیْدٌ مبتدا مؤخر ہے ویسے اس میں اختلاف ہے جو پہلے گزر چکا ہے ۔ اسی طرح جب فعل ضمیر بارز کو رفع دے تو بھی اس کو خبر مقدم بنانا جائز ہے جیسے اَلزَّیْدَانِ قَامَا ۔کی بجائے خبر مقدم اور مبتدا مؤخر بناتے ہوئے کہا جائے قَامَا الزَّیْدَانِ (یہ اس لیے کہ قَامَا ۔فعل الف ضمیر بارز کو رفع دے رہا ہے) ویسے ایک قوم نے اسے منع کہا ہے جب آپ نے یہ سمجھ لیا ہے تو یہ بھی معلوم کرو کہ مصنف کے قول (کَذَا اِذَا مَاالْفِعْلُ کَانَ الْخَبَرُ) کا تقاضا ہے کہ خبر فعلی کا مطلق طور پر مؤخر ہونا واجب ہے ۔ جبکہ ایسے نہیں ہے ۔بلکہ اس صورت میں تاخیر واجب ہے جب فعل مبتدا کی ضمیر مستتر کو رفع دے کما سبق

جگہ نمبر ۳۔جب خبر کو انما کے ساتھ محصور کر دیا گیا ہو (جیسے اِنَّمَا زَیْدٌ قَائِمٌ یا اِلَّا کے ساتھ محصور کر دیا گیا ہو جیسے مَا زَیْدٌ اِلَّا قَائِمٌ اور مصنف کے قول اَوْقُصِدَ اِسْتِعْمَالُہٗ مُنْحَصَرًا کا مطلب یہی ہے ۔اور قَائِمٌ کو مذکورہ دونوں مثالوں میں زَیْدٌ پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے اور اِلَّا کے ساتھ شاذ طور پر خبر مقدم آئی ہے جیسے کمیت بن زید اسدی کا شعر ہے

فَیَا رَبِّ هَلْ اِلَّا بِكَ النَّصْرُ یُرْتَجٰی [1] عَلَیْهِمْ وَهَلْ اِلَّا عَلَیْكَ الْمُعَوَّلُ [2]

الشاهد فیه :- هَلْ اِلَّا عَلَیْكَ الْمُعَوَّلُ ۔ اصل میں هَلِ الْمُعَوَّلُ اِلَّا عَلَیْكَ تھا ۔اس میں اِلَّا عَلَیْكَ خبر مقدم ہے اور شاذ طور پر اَلْمُعَوَّلُ مبتدا مؤخر ہے ۔

ترجمہ :۔اے رب دشمن کے خلاف مدد کی امید صرف تجھ ہی سے کی جا سکتی ہے اور تجھ پر ہی اعتماد ہے

جگہ نمبر ۴۔خبر ایسے مبتدا کی ہو جس پر لام ابتدا داخل ہو چکی ہو ۔ جیسے لَزَیْدٌ قَائِمٌ اور مصنف کے قول اَوْ کَانَ مُسْنَدًا لِذِیْ لَامِ ابْتِدَا سے اشارہ اسی طرف ہے ۔یعنی لام ابتدا والے مسند الیہ پر خبر مقدم ناجائز ہے ۔تو آپ نہیں کہہ سکتے قَائِمٌ لَزَیْدٌ چونکہ لام ابتدا

---

(1) امید کی جا سکتی ہے (2) اعتماد کیا جا سکتا ہے

صدرِ کلام میں ہوتی ہے۔

ویسے شاذ طور پر لامِ ابتدا پر خبر مقدم آئی ہے جیسے ایک غیر معروف شاعر کا شعر ہے

خَالِيْ لَأَنْتَ. وَفِيْ جَرِيْرٍ خَالُهُ يَنَلِ (۱) الْعَلَاءَ (۲) وَيَكْرُمِ (۳) الْأَخْوَالَا (۴)

الشاهد فيه :— اس میں خَالِي خبر مقدم ہے شاذ طور پر اور لانت مبتدا مؤخر ہے باوجود لامِ ابتدا کے

ترجمہ :۔ (اے جریر) تو میرا خالو ہے اور جس کا خالو جریر ہو وہ بلندیاں حاصل کرلیتا ہے اور خالوؤں کے اعتبار سے بڑا معزز شمار ہوتا ہے۔

جگہ نمبر۵۔ مبتدا ایسا لفظ ہو جو صدر کلام (شروع کلام) میں آتا ہو جیسے اسماءِ استفہام مثلاً مَنْ لِيْ مُنْجِدًا (بمعنی میرا مددگار کون ہوگا؟) اس میں مَنْ مبتدا ہے اور لِيْ خبر ہے اور مُنْجِدًا حال ہے اب خبر کو من مبتدا پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے اسلئے لِيْ مَنْ مُنْجِدًا کہنا غلط ہے۔

---ooo---

وَنَحْوُ عِنْدِيْ دِرْهَمٌ وَلِيَ وَطَرْ مُلْتَزَمٌ فِيْهِ تَقَدُّمُ الْخَبَرْ

ترجمہ :عِنْدِيْ دِرْهَمٌ، وَلِيَ وَطَرٌ (بمعنی مجھے ضرورت ہے) جیسی مثالوں میں خبر مقدم کرنا لازمی کیا گیا ہے

كَذَا إِذَا عَادَ عَلَيْهِ مُضْمَرْ مِمَّا بِهِ عَنْهُ مُبِيْنًا يُخْبَرْ

ترجمہ : اسی طرح ہے جب مبتدا میں ایسی ضمیر ہو جو خبر کے کسی جز کی طرف لوٹتی ہو (جیسے فِي الدَّارِ صَاحِبُهَا)

كَذَا إِذَا يَسْتَوْجِبُ التَّصْدِيْرَا كَأَيْنَ مَنْ عَلِمْتُهُ نَصِيْرَا

ترجمہ : اسی طرح جب خبر کے لیے صدرِ کلام لازم ہو جیسے أَيْنَ مَنْ عَلِمْتُهُ نَصِيْرًا (أَيْنَ خبر مقدم 'مَنْ عَلِمْتُهُ' مبتدا مؤخر جملہ ہو کر صلہ ہے مَنْ کا)

---

(۱) حاصل کرلیتا ہے (۲) بلندیاں (۳) معزز ہوتا ہے (۴) خالوؤں کے اعتبار سے

وَخَبَرَ الْمَحْصُوْرِ قَدِّمْ اَبَدًا كَمَا لَنَا اِلَّا اتِّبَاعُ اَحْمَدَا

ترجمہ: اسی طرح جب مبتدا محصور ہو تو خبر کو ہمیشہ مقدم لا۔ جیسے مَا لَنَا اِلَّا اتِّبَاعُ اَحْمَدَ (اس میں مَالَنَا خبر مقدم ہے اور اِلَّا اتِّبَاعُ اَحْمَدَ مبتدا محصور مؤخر ہے)۔

ش:۔ ان شعروں میں تیسری قسم کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ خبر کو مقدم لانا واجب ہے اور ذکر کیا ہے کہ ایسی کل جگہیں چار ہیں۔جہاں جہاں خبر مقدم ہوتی ہے

جگہ نمبر ا۔ یہ کہ مبتدا نکرہ ہو اور مبتدا نکرہ لانے کی دلیل خبر مقدم کرنے کے سوا اور نہ ہو اور خبر ظرف یا جار مجرور ہو جیسے عِنْدَكَ رَجُلٌ، وَفِي الدَّارِ اِمْرَئَةٌ۔ اب یہاں تقدیم خبر واجب ہے اور آپ مبتدا مقدم کر کے اور خبر مؤخر کر کے نہیں بول سکتے رَجُلٌ عِنْدَكَ، وَاِمْرَأَةٌ فِي الدَّارِ تمام عرب اور نحاۃ کا اس کے منع ہونے پر اجماع ہے۔اور مصنف نے (نَحْوُ عِنْدِيْ دِرْهَمٌ وَلِيْ وَطَرٌ۔ اَلْبَيْتُ) کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے۔اور اگر نکرہ کو مبتدا مقدم بننے کی صلاحیت حاصل ہو جائے (مثلاً نکرہ موصوف ہو) تو دونوں طریقے (خبر کا مقدم یا مؤخر ہونا) جائز ہیں جیسے رَجُلٌ ظَرِيْفٌ عِنْدِيْ۔ یا عِنْدِيْ رَجُلٌ ظَرِيْفٌ۔

جگہ نمبر ۲۔ یہ کہ مبتدا ایسی ضمیر پر مشتمل ہو جو خبر کے ایک جزو پر لوٹتی ہو جیسے فِي الدَّارِ صَاحِبُهَا۔ اس میں صَاحِبُهَا مبتدا ہے اور جو ضمیر اس سے ملی ہے وہ دَارٌ کی طرف لوٹتی ہے اور اَلدَّارُ خبر کا جزء ہے اب اس میں خبر کا مؤخر کرنا ناجائز ہے جیسے صَاحِبُهَا فِي الدَّارِ یہ اس لیے ناجائز ہے تاکہ ضمیر ایک لفظاً و رتبۃً مؤخر لفظ کی طرف نہ لوٹے ' اور مصنف کے قول (كَذَا اِذَا عَادَ عَلَيْهِ مُضْمَرٌ۔ البيت) سے یہی مراد ہے۔یعنی اسی طرح تقدیم خبر واجب ہے جب مبتدا سے ایسے مرجع کی طرف ضمیر لوٹے کہ جس کے متعلق اس خبر کے ذریعہ خبر دی جا رہی ہو۔ .... تو گویا اس نے کہا۔ خبر کو مقدم کرنا اس وقت واجب ہے جب اسکی طرف مبتدا سے ضمیر لوٹے اور یہ عبارت ابن عصفور کی ہے جو اس کی بعض کتب میں موجود ہے۔اور یہ صحیح نہیں ہے۔چونکہ فِي الدَّارِ صَاحِبُهَا کی مثال

میں "ھَا" خبر کے ایک جزو پر لوٹتی ہے نہ کہ کل خبر پر۔ اب مناسب یہ ہے کہ مصنف کے قول میں مناسب مضاف محذوف مقدر مانا جائے پھر عَادَ عَلَيْهِ کی تقدیر یوں ہوگی "كَذَا إِذَا عَادَ عَلَىٰ مَلَابِسِهِ" پھر مضاف "ملابس" کو حذف کیا گیا اور مضاف الیہ "ھَا" کو مضاف کے قائم مقام شمار کر لیا گیا تو اس طرح اب "عَلَيْهِ" بن گیا اور بولا گیا "إِذَا عَادَ عَلَيْهِ" اور "فِي الدَّارِ صَاحِبُهَا" کی طرح ہی ان کا قول ہے "عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا" اور اسی قبیل سے نصیب بن رباح الاکبر۔ یا ابن نباتہ مصری کا شعر ہے۔

أَهَابُكِ (۱) إِجْلَالًا (۲)، وَمَا بِكِ قُدْرَةٌ عَلَيَّ ، وَلٰكِنْ مِلْأُ عَيْنٍ حَبِيبُهَا (۳)

ترجمہ :۔ (اے محبوب) میں تجھ سے ڈرتا ہوں محض عظیم جانتے ہوئے۔ اس لئے نہیں کہ تجھے مجھ پر قدرت ہے۔ تو عظیم اس لیے ہے کہ آنکھ جس کو محبوب جانتی ہے وہ اس سے بھر جاتی اور ڈر جاتی ہے۔

الشاهد فيه - حَبِيبُهَا، مبتدا موخر ہے اور مِلْأُ عَيْنٍ خبر مقدم ہے۔ اس میں خبر کو موخر کرنا ناجائز ہے چونکہ ضمیر "ھَا" جو مبتدا کے ساتھ ملی ہوئی ہے وہ "عَيْنٌ" کی طرف لوٹتی ہے جو خبر کے ساتھ متصل ہے اور اگر آپ بولیں حَبِيبُهَا مِلْأُ عَيْنٍ (تو یہ ناجائز ہے چونکہ اس میں) ضمیر بعد والے اس لفظ پر لوٹے گی جو لفظا و رتبۃً متاخر ہے "ضَرَبَ غُلَامُهُ زَيْدًا" کی مثال کے جائز ہونے میں اختلاف ہوا ہے۔ باوجود کہ اس میں ضمیر ایسے لفظ پر لوٹتی ہے جو لفظا و رتبۃً متاخر ہے۔ جبکہ "صَاحِبُهَا فِي الدَّارِ" کی مثال کے منع ہونے میں میرے علم کے مطابق کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اب ان میں کیا فرق ہے۔ ان میں فرق ظاہر ہے غور کرو (سمجھ جاؤ گے) چلو آپ کو بتا ہی دیتے ہیں۔ مثال ضَرَبَ غُلَامُهُ زَيْدًا میں جس سے ضمیر متصل ہے (غُلَامُهُ فاعل) اور جس پر لوٹتی ہے (زَيْدًا مفعول) دونوں کا عامل (فعل ضَرَبَ مشترک ہے۔ بخلاف مثال نمبر ۲ صَاحِبُهَا فِي الدَّارِ (فِي الدَّارِ صَاحِبُهَا) کے۔ اس میں جس سے ضمیر متصل ہے "صَاحِبُهَا" ہے اس میں عامل ابتدا ہے جبکہ "الدَّارُ" جس پر ضمیر لوٹتی ہے

تجھ سے ڈرتا ہوں (۲) عظیم جانتے ہوئے (۳) محبوب جانتی ہے

اس کا عامل ''فِيْ'' جارہ ہے۔اس طرح دونوں کا عامل مختلف ہے (یہ ہے وہ فرق جس کی وجہ سے مثال نمبر۲ بالکل ناجائز ہے جبکہ مثال نمبر۱ میں اجازت ہے)

جگہ نمبر ۳۔جب خبر کے لیے صدر کلام (مخصوص)ہو۔اور یہی مراد ہے مصنف کے قول "کَذَا إِذَا يَسْتَوْجِبُ التَّصْدِيْرَا" سے جیسے أَيْنَ زَيْدٌ اس میں ''أَيْنَ'' خبر مقدم ہے اور زَيْدٌ مبتدا مؤخر۔اب آپ خبر مؤخر کر کے '' زَيْدٌ أَيْنَ'' نہیں کہہ سکتے۔چونکہ استفہام کے لیے صدر کلام ہوتا ہے۔اسی طرح أَيْنَ مَنْ عَلِمْتَهُ نَصِيْرَا میں أَيْنَ خبر مقدم ہے اور مَنْ مبتدا مؤخر ہے اور عَلِمْتَهُ نَصِيْرَا مَنْ کا صلہ ہے

جگہ نمبر ۴۔جب مبتدا محصور ہو جیسے إِنَّمَا فِي الدَّارِ زَيْدٌ۔ وَمَا فِي الدَّارِ إِلَّا زَيْدٌ اسی طرح ۔مَالَنَا إِلَّا اتِّبَاعُ أَحْمَدَ

---ooo---

وَحَذْفُ مَا يُعْلَمُ جَائِزٌ كَمَا تَقُوْلُ زَيْدٌ بَعْدَ مَنْ عِنْدَ كُمَا

ترجمہ:جس خبر کو معلوم کیا جا سکے اسے حذف کرنا جائز ہے جیسے آپ سے سوال ہو مَنْ عِنْدَ كُمَا تو آپ جواب میں کہیں '' زَيْدٌ '' أَيْ زَيْدٌ عِنْدَنَا (اب اس میں خبر حذف کر دی گئی چونکہ اس کو معلوم کرنے کے لیے قرینہ موجود ہے)

وَفِيْ جَوَابِ كَيْفَ زَيْدٌ قُلْ دَنِفْ فَزَيْدٌ اُسْتُغْنِيَ عَنْهُ إِذْ عُرِفْ

ترجمہ:ایسے ہی اگر سوال ہو كَيْفَ زَيْدٌ تو آپ جواب دیں گے۔ " دَنِفٌ " (أَيْ زَيْدٌ دَنِفٌ بمعنی زید بہت بیمار ہے) اب (مَنْ عِنْدَ كُمَا کے سوال کے جواب میں لفظ) زَيْدٌ (کے بولنے سے) خبر سے مستغنی کر دیا ہے چونکہ وہ خود بخود معلوم ہو رہی ہے

ش:۔جب دلالت موجود ہو تو مبتدا و خبر میں سے کسی کو بھی حذف کیا جا سکتا ہے۔ جوازاً یا وجوباً۔ان دو شعروں میں جوازاً حذف کا ذکر ہوا ہے۔حذفِ خبر کی مثال میں اگر کہا جائے من عند کما تو آپ کہیں گے زَيْدٌ تو اس کی تقدیر عبارت ہو گی۔ زَيْدٌ عِنْدَنَا ۔ اور ایک رائے میں خَرَجْتُ فَإِذَا السَّبُعُ کی مثال ہے۔تقدیر عبارت ہے فَإِذَا السَّبُعُ حَاضِرٌ (اس کی بھی خبر محذوف ہے) ایسے ہی عمرو بن امرء القیس انصاری کا شعر ہے

نَحْنُ بِمَا عِنْدَنَا، وَأَنْتَ بِمَا عِنْدَكَ رَاضٍ ، وَالرَّأْيُ مُخْتَلِفُ

التقدیر ---- نَحْنُ بِمَا عِنْدَنَا رَاضُوْن

ترجمہ :- ہم اس پر راضی ہیں جو کچھ ہمارے پاس ہے اور تم اس پر خوش ہو جو تمہارے پاس ہے۔ جبکہ (ہمارا) عقیدہ مختلف ہے۔

حذفِ مبتدا کی مثال ہے اگر کہا جائے کَیْفَ زَیْدٌ تو آپ جواب میں کہیں صَحِیْحٌ - اَیْ ھُوَ صَحِیْحٌ اور اگر آپ چاہیں تو (مبتدا خبر) میں سے ہر ایک کو ظاہر کریں۔ جیسے مَنْ عِنْدَکُمَا کے جواب میں زَیْدٌ کہنے کی بجائے) زَیْدٌ عِنْدَنَا کہیں ۔اسی طرح (کَیْفَ زَیْدٌ کے جواب میں صَحِیْحٌ کی بجائے ھُوَ صَحِیْحٌ کہا جائے ایسے ہی قولہ تعالیٰ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ – وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْهَا - (اَیْ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَعَمَلُهٗ بِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَاِسَاءَتُهٗ عَلَیْهَا -

اور کہا گیا ہے کہ کبھی دونوں جزو حذف کیے جاتے ہیں (یعنی مبتدا وخبر) بشرطیکہ حذف پر دلالت موجود ہو جیسے قولہ تعالیٰ (وَالّٰئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِسَائِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ) اَیْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ اس میں مبتدا "عِدَّتُهُنَّ" اور خبر "ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ" دونوں کو حذف کیا گیا ہے چونکہ اسکا ماقبل (والافقرہ) اس پر دلالت کر رہا ہے ایک قول کے مطابق یہ مثال مفرد کی جگہ واقع ہونے والے کے حذف کی ہے اور ظاہر ہے کہ حذف مفرد ہے اور تقدیر عبارت ہے (وَالّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ کَذٰلِکَ) اور قولہ تعالیٰ وَالّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَالّٰئِیْ یَئِسْنَ پر معطوف ہے۔

بہتر یہ تھا کہ (مفرد کی مثال کے لیے) لفظ نَعَمْ کی مثال پیش کی جاتی جو أَزَیْدٌ قَائِمٌ؟ کے جواب میں بولا جاتا ہے۔ جسکی تقدیر عبارت ہوتی ہے نَعَمْ زَیْدٌ قَائِمٌ -

---ooo---

وَبَعْدَ لَوْلَا غَالِبًا حَذْفُ الْخَبَرْ حَتْمٌ وَفِيْ نَصٍّ یَمِیْنٍ ذَا اسْتَقَرّْ

ترجمہ لولا کے بعد غالب احوال میں خبر کا حذف ہونا حتمی ہے اور مبتدا کے نصًّا قسم ہونے

کی عبارت میں بھی یہی حکم برقرار ہے۔

---○○○---

وَبَعْدَ وَا وِعَيَّنَتْ مَفْهُوْمَ مَعْ كَمِثْلِ كُلُّ صَانِعٍ وَ ما صَنَعْ

ترجمہ: مبتدا کے بعد آنے والی ایسی واؤ ہوجو مع کے معنی میں متعین ہو (اس کے بعد بھی خبر کو حذف کرتے ہیں) جیسے كُلُّ صَانِعٍ وَمَا صَنَعَ (وَالتَّقْدِيْرُ كُلُّ صَانِعٍ وَمَا صَنَعَ مُقْتَرِنَانِ)

وَقَبْلَ حَالٍ لَا تَكُوْنُ خَبَرًا عَنِ الَّذِى خَبَرُهُ قَدْ أُضْمِرَا

ترجمہ: (ایسے) حال سے قبل خبر محذوف ہوگی جو ایسے مبتدا کی خبر نہ بن سکے جس کی خبر مضمر ہو بلکہ خبر کے قائم مقام ہو۔

كَضَرْبِى الْعَبْدَ مُسِيْأً وَ اَتَمّ تَبْيِيْنِي الْحَقَّ مَنُوْطًا بِالْحِكَمْ

ترجمہ: جیسے ضَرْبِى الْعَبْدَ مُسِيْأً (اَلتَّقْدِيْرُ — ضَرْبِى الْعَبْدَ إِذَا كَانَ مُسِيْأً بمعنی جب غلام برا ہوگا تو مجھے اسے مارنا ہی ہے) وَاَتَمُّ تَبْيِيْنِي الْحَقَّ إِذَا كَانَ مَنُوْطًا بِالْحِكَمِ — اَلتَّقْدِيْرُ اَتَمُّ تَبْيِيْنِي الْحَقَّ مَنُوْطًا بِالْحِكَمِ (یعنی جب حکمت کی بات مقصد ہو تو حق کو پورے طور پر بیان کرنا ضروری ہے)

(ش) ان شعروں کا خلاصہ یہ ہے کہ چار جگہوں میں خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔

جگہ نمبرا اگر مبتدا لَوْلَا کے بعد آئے جیسے لَوْلَا زَيْدٌ لَاَتَيْتُكَ — (اَلتَّقْدِيْرُ — لَوْلَا زَيْدٌ مَوْجُوْدٌ لَاَتَيْتُكَ —) مصنف نے متن میں غَالِبًا کہہ کر اس سے احتراز کیا ہے جو شذوذا ذکر ہوا ہے۔ جیسے ابو عطاء السندی کا شعر ہے۔

لَوْلَا اَبُوْكَ وَ لَوْلَا قَبْلَهُ عُمَرُ اَلْقَتْ (۱) اِلَيْكَ مُعَدٌّ (۲) بِالْمَقَالِيْدِ (۳)

(۱) ال چکے ہوتے (۲) قبیلہ کا نام ہے (۳) اطاعت کی چابیاں یعنی مطیع ہو چکے ہوتے

الشاهد فیہ ، قَبْلَهُ خبر مقدم ہے اور عمر مبتدا موخر ہے۔ اب اس میں مبتدا لَوْ لَا کے بعد آنے کے باوجود اس کی خبر موجود ہے۔ یہ محض شذوذ ہے۔

ترجمہ : (آپ اس بات کے مستحق ہیں کہ) اگر آپ کا باپ اور اس سے قبل (دادا۔ عمر) نہ ہوتا تو بنو معد کبھی کے تیرے تابع ہو چکے ہوتے (بس موخر ہونے کی وجہ تیرے باپ دادا کی سختی تھی)۔

یہ جو مصنف نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے کہ لَوْ لَا کے بعد خبر کو حذف کرنا واجب ہے ماسوائے قلیل کے۔ بعض نحویوں کا یہ ایک طریقہ ہے جب کہ طریقہ نمبر ۲ یہ ہے کہ خبر کا حذف ہونا ہمیشہ واجب ہے اور جو بظاہر حذف نہیں ہے اس کی تاویل کی جائے گی۔

طریقہ نمبر ۳ یہ ہے کہ خبر کبھی کَوْن مطلق ہوگی اور کبھی کَوْن مقید۔ اگر مطلق ہے تو حذفِ خبر واجب ہے جیسے لَوْلَا زَيْدٌ لَكَانَ كَذَا۔ أَيْ - لَوْلَا زَيْدٌ مَوْجُوْدٌ۔ اور اگر خبر کون مقید ہوگی تو یا تو وہ ایسی ہوگی کہ اس پر دلیل دلالت کرے گی یا نہیں۔ اگر نہیں کرے گی تو ذکر خبر واجب ہے جیسے لَوْلَا زَيْدٌ مُحْسِنٌ إِلَيَّ مَا أَتَيْتُ - اور اگر دلیل دلالت کرے تو اس میں اثبات اور حذف دونوں جائز ہیں جیسے سوال ہو ھَلْ زَيْدٌ مُحْسِنٌ إِلَيْكَ ؟ تو آپ جواب میں کہیں لَوْلَا زَيْدٌ لَهَلَكْتُ أَيْ - لَوْلَا زَيْدٌ مُحْسِنٌ إِلَيَّ لَهَلَكْتُ یعنی اگر چاہیں تو خبر حذف کر دیں اور چاہیں تو خبر ثابت رکھیں اور اسی قبیل سے ہے ابو العلاء المعری کا قول۔

يُذِيبُ (۱) الرُّعْبُ مِنْهُ كُلَّ عَضْبٍ (۲) فَلَوْلَا الْغِمْدُ (۳) يُمْسِكُهُ (۴) لَسَالَا (۵)

الشاهد فیہ ، لَوْلَا الْغِمْدُ يُمْسِكُهُ اس میں لَوْلَا کے بعد مبتدا واقع ہوا ہے اور اس کی خبر بھی موجود ہے۔

ترجمہ : خوف و رعب ہر قسم کی تند و تیز تلوار کو پگھلا دیتا ہے۔ اگر میان تلوار کو

(۱) پگھلا تا (۲) تیز تلوار (۳) میان (۴) محفوظ کرتا (۵) پگھل جاتی و بہہ جاتی۔

محفوظ نہ کرتا ہوتا تو وہ (پانی کی طرح) پگھل کر بہہ جاتی۔

اور مصنف نے اس کتاب کے علاوہ (دوسری جگہ) اس طریقہ کو پسند کیا ہے۔

وجوباً حذف خبر کی جگہ نمبر ۲۔ یہ کہ مبتدا قسم میں نص ہو جیسے لَعَمْرُكَ لَأَفْعَلَنَّ۔ وَالتَّقْدِيرُ۔ لَعَمْرُكَ قَسَمِي لَأَفْعَلَنَّ اس میں لَعَمْرُكَ مبتدا ہے اور قَسَمِي خبر ہے اور لَأَفْعَلَنَّ جوابِ قسم۔ اس میں خبر کو واضح اور ظاہر لانا ناجائز ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اسی طرح ہے مثال۔ يَمِينُ اللهِ لَأَفْعَلَنَّ وَالتَّقْدِيرُ يَمِينُ اللهِ قَسَمِي اور اس صورت میں یہ متعین ہوتا کہ محذوف واقعہ ہی خبر ہے چونکہ اس کا مبتدا ہونا بھی جائز ہے اور تقدیر عبارت یوں ہو سکتی ہے قَسَمِي يَمِينُ اللهِ بخلاف لَعَمْرُكَ کی مثال کے چونکہ اس میں متعین ہے کہ محذوف خبر ہے یہ اس لئے کہ مبتدا پر لام ابتداء داخل ہے اس لیے صرف اس کو ہی مبتدا کا حق ہے۔ اور اگر مبتدا قسم میں نص نہ ہو تو حذفِ خبر واجب نہیں ہے جیسے عَهْدُ اللهِ لَأَفْعَلَنَّ وَالتَّقْدِيرُ عَهْدُ اللهِ عَلَيَّ لَأَفْعَلَنَّ عَهْدُ اللهِ مبتدا ہے عَلَيَّ جار مجرور متعلق سے مل کر خبر اور لَأَفْعَلَنَّ جوابِ قسم ہے اس میں حذف کریں یا اثبات دونوں جائز ہیں۔

جگہ نمبر ۳۔ یہ کہ مبتدا کے بعد واؤ آئے جو مَعَ کے معنی میں نص ہو (یعنی متعین اور صریح ہو) جیسے كُلُّ رَجُلٍ وَضَيْعَتُهُ (یعنی ہر شخص اپنے سامان سمیت) اس میں كُلُّ رَجُلٍ مبتدا۔ وَضَيْعَتُهُ كُلُّ کا معطوف اور خبر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت ہے كُلُّ رَجُلٍ وَضَيْعَتُهُ مُقْتَرِنَانِ خبر واؤ معیت کے بعد مقدر ہے۔ (اس مثال کا معنی ہے ہر شخص اپنے سامان کے ساتھ ملا ہوا ہے) اور کہا گیا ہے کہ یہ مثال تام ہے اس لئے تقدیر عبارت کی محتاج نہیں ہے اس کا معنی ہے۔ كُلُّ رَجُلٍ مَعَ ضَيْعَتِهِ یہ کلام تام معنی والی ہے خبر مقدر کی محتاج نہیں۔ یہ مذہب ابن عصفور نے شرح ایضاح نامی کتاب میں پسند کیا ہے اگر واؤ کے معنی میں نص نہ ہو تو حذف خبر واجب نہیں جیسے زَيْدٌ وَعَمْرٌو قَائِمَانِ

جملہ نمبر ۴ یہ کہ مبتدا مصدر ہو۔ اس کے بعد حال ہو جو خبر کے قائم مقام ہو اور خبر بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس صورت میں مبتدا کی خبر وجوباً حذف ہوگی چونکہ اس کا قائم مقام موجود ہے جیسے ضَرْبِیْ الْعَبْدَ مُسِیْئًا" ضَرْبِیْ مبتدا ہے اور عَبْدَ اس کا معمول ہے مُسِیْئًا حال ہے خبر کے قائم مقام اور خبر وجوبا حذف ہے وَالتَّقْدِیْرُ ضَرْبِیْ الْعَبْدَ اِذَا کَانَ مُسِیْئًا۔ یہ تب جب آپ زمانہ استقبال کا ارادہ کریں اور اگر ماضی کا ارادہ ہو تو تقدیر عبارت ہوگی ضَرْبِیْ الْعَبْدَ اِذْ کَانَ مُسِیْئًا اس میں مُسِیْئًا - کَانَ - میں مقدر ضمیر سے حال ہے جس ضمیر کی تفسیر العبد کر رہا ہے۔ اور

اِذَا کَانَ اِذْ کَانَ ظرف زمان ہیں اور خبر کے نائب ہیں۔ اور مصنف نے "قَبْلِ حَالٍ" کہہ کر خبردار کیا ہے کہ خبر محذوف اس حال سے قبل ہوگی جو خبر کے قائم مقام ہوگا۔ جیسے پہلے وضاحت کی جاچکی ہے "لَا یَکُوْنُ خَبَرًا" کہہ کر اس حال سے احتراز کیا ہے جو مبتدا مذکور کی خبر بننے کی صلاحیت رکھتا ہو جیسے امام اخفش نے انکا قول نقل کیا ہے۔ زَیْدٌ قَائِمًا۔ اس میں زَیْدٌ مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے تقدیر عبارت ہے۔ زَیْدٌ ثَبَتَ قَائِمًا۔ اور یہ حال خبر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور آپ بول سکتے ہیں زَیْدٌ قَائِمٌ تو اس طرح خبر واجب الحذف نہ ہوگی بخلاف مثال ضَرْبِیْ الْعَبْدَ مُسِیْئًا کے اس میں موجود حال اپنے سے قبل مبتدا کی خبر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ آپ نہیں بول سکتے ضَرْبِیْ الْعَبْدَ مُسِیْءٌ۔ یہ اس لیے کہ ضرب کا بیان مُسِیْءٌ نہیں بن سکتا۔ (یعنی ضرب کو مُسِیْءٌ نہیں کہہ سکتے البتہ یہ عَبْد کا وصف ہو سکتا ہے) اور اس (مبتدا بننے والے) مصدر کی طرف جو اسم بھی مضاف ہوگا اس کا حکم بھی مصدر والا ہوگا جیسے اَتَمُّ تَبْیِیْنِیْ الْحَقَّ مَنُوْطًا بِالْحِکَمِ اس میں اَتَمُّ مبتدا ہے (ویسے مضاف) تَبْیِیْنِیْ مضاف الیہ اَلْحَقَّ - تَبْیِیْنِیْ کا مفعول اور مَنُوْطًا حال ہے جو اَتَمُّ کی خبر کے قائم مقام ہے۔ اور تقدیر عبارت یوں ہے اَتَمُّ تَبْیِیْنِیْ الْحَقَّ اِذَا کَانَ یا اِذْ کَانَ مَنُوْطًا بِالْحِکَمِ مصنف نے وہ مقامات ذکر نہیں کیے ہیں جہاں مبتدا وجوبا حذف ہوتا ہے اور موصوف نے اس کتاب کے علاوہ دوسری جگہ

ایسے چار مقامات ذکر کئے ہیں جہاں مبتدا وجوباً حذف ہو گا۔

جگہ نمبر ا۔ وہ صفت جو مدح کے لئے مرفوع کی طرف مقطوع ہو جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ الْكَرِيْمُ

نوٹ :مقطوع سے مراد ہے کہ اسے صفت والے اعراب سے قطع کر کے مبتدا محذوف کی خبر بناتے ہوئے مرفوع پڑھا جائے یا مذمت کے لئے جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ الْخَبِيْثُ یا ترحم کے لئے جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ الْمِسْكِيْنُ -- ان سب مثالوں وغیرہ میں مبتدا وجوباً حذف ہے اور تقدیر عبارت ہے هُوَ الْكَرِيْمُ. هُوَ الْخَبِيْثُ .هُوَ الْمِسْكِيْنُ

جگہ نمبر ۲۔ جب خبر نِعْمَ یا بِئْسَ کے ساتھ مخصوص ہو جیسے نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ وَبِئْسَ الرَّجُلُ عَمْرٌو – ان میں زَيْد اور عمرو دونوں وجوباً محذوف مبتدا کی خبریں ہیں اور تقدیر عبارت ہے هُوَ زَيْدٌ ای الْمَمْدُوحُ زَيْدٌ و - هُوَ عَمْرٌو ای الْمَذْمُومُ عَمْرٌو

جگہ نمبر ۳۔ وہ مقام جو امام فارسی نے عربوں کی کلام سے نقل کیا ہے "فِيْ ذِمَّتِيْ لَأَفْعَلَنَّ" اس میں فِيْ ذِمَّتِيْ مبتدا واجب الحذف کی خبر ہے وَالتَّقْدِيْرُ - فِيْ ذِمَّتِيْ يَمِيْنٌ اور اسی طرح جو اس کے مشابہ ہو۔ یعنی ایسی خبر جو واضح قسم ہو۔

جگہ نمبر ۴ ۔ یہ کہ خبر مصدر ہو اور فعل کے قائم مقام ہو جیسے صَبْرٌ جَمِيْلٌ وَالتَّقْدِيْرُ – صَبْرِيْ صَبْرٌ جَمِيْلٌ" اس میں صَبْرِيْ مبتدا اور صَبْرٌ جَمِيْلٌ اس کی خبر ہے پھر صَبْرِيْ مبتدا کو وجوباً حذف کر دیا گیا۔

وَأَخْبَرُوْا بِاثْنَيْنِ أَوْ بِأَكْثَرَ عَنْ وَاحِدٍ كَهُمْ سَرَاةٌ شُعَرَا

ترجمہ : ایک مبتدا کی دو یا زیادہ خبریں لے آتے ہیں جیسے هُمْ سَرَاةٌ شُعَرَاءُ اصل شُعَرَاءُ تھا مگر قصر کی صورت میں ہمزہ حذف ہو گیا۔

(ش) نحویوں نے ایک مبتدا کے لئے بغیر حرفِ عطف کے متعدد خبریں لانے میں اختلاف کیا ہے جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ ضَاحِكٌ مصنف سمیت ایک قوم نے اس کی اجازت دی

ہے۔ برابر ہے کہ دونوں خبریں ایک معنی میں ہوں جیسے هٰذَا حُلْوٌ حَامِضٌ أَیْ مُزٌّ (یعنی کھٹا میٹھا۔ ملا جلا) یا ایک معنی میں نہ ہوں جیسے مثال نمبرا (زَیْدٌ ضَاحِكٌ قَائِمٌ) جب کہ بعض کے نزدیک مبتدا واحد کی متعدد خبریں لانا ناجائز ہے البتہ ایسی دو خبریں جو ایک معنی میں ہوں ان کی اجازت ہے اور اگر ایسے نہ ہوں (یعنی ایک معنی میں نہ ہوں) تو عطف متعین ہو جاتا ہے اور اگر زبانِ عرب میں بغیر عطف کوئی دو خبریں ہوں گی تو اس میں مبتدا ثانی مقدر مانا جائے گا جیسے قولہ تعالیٰ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ (اب ان میں عطف کریں یا ہر خبر سے قبل مبتدا محذوف مانا جائے) ایسے ہی رؤبة بن العجاج کا شعر ہے۔

مَنْ یَكُ ذَا بَتٍّ (۱) فَهٰذَا بَتِّیْ مُقَیِّظٌ (۲) مُصَیِّفٌ (۳) مُشَتِّیْ (۴)

الشاھد فیہ۔ هٰذَا بَتِّیْ مبتدا ہے مُقَیِّظٌ، مُصَیِّفٌ، مُشَتِّیْ اس کی تین خبریں ہیں۔

ترجمہ: اگر کسی شخص کا لباس ہے تو میرا بھی لباس ہے جو سخت گرمی، عام گرمی اور سردی سے بچاتا ہے۔ ایسے ہی حمید بن ثور الہلالی کا شعر ہے۔

یَنَامُ بِإِحْدٰی مُقْلَتَیْهِ (۵) وَیَتَّقِیْ بِأُخْرٰی الْمَنَایَا (۶) فَهُوَ یَقْظَانُ نَائِمُ

الشاھد فیہ۔ هُوَ یَقْظَانُ نَائِمٌ۔ هُوَ مبتدا ہے اور یَقْظَانُ نَائِمٌ دو خبریں ہیں۔

ترجمہ۔ وہ (بھیڑیا) دو میں سے ایک آنکھ سے سوتا ہے اور دوسری سے مقدر میں لکھی مشکلات (آفات) سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اس طرح وہ سویا ہوا جاگتا بھی ہے۔

بعض نحویوں کا خیال ہے کہ خبر متعدد صرف اس صورت میں ہوتی ہے کہ جنس ایک ہو یعنی دونوں مفرد ہوں یا دونوں جملے ہوں جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ ضَاحِكٌ (مفرد ہیں)

---

(۱) لباس (۲) سخت گرمی کا زمانہ (۳) عام گرمی کا زمانہ (۴) سردی کا زمانہ
(۵) دونوں آنکھیں (۶) مَنِیَّةٌ کی جمع ہے۔ یعنی اللہ کی طرف سے مقدر کی ہوئی چیز

زَیْدٌ قَامَ ضَحِکَ (دونوں خبر ہیں) لیکن جب ایک مفرد ہو اور دوسری جملہ تو ناجائز ہے جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ ضَحِکَ کہنا ناجائز ہے۔ اس (حمید بن ثور) شاعر کا بھی یہی خیال ہے اور قرآن کریم کی ترکیب کرنے والے معربین اور دیگر لوگوں کی کلام میں اس کا بہت زیادہ جواز ملتا ہے۔ اسی سے ہے قولہ تعالیٰ فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ۔ اس میں تَسْعَىٰ کے خبر ثانی ہونے کو جائز سمجھتے ہیں۔ ویسے یہ متعین نہیں ہے چونکہ اس کا حال ہونا بھی جائز ہے۔

كَانَ وَاَخَوَاتُهَا

تَرْفَعُ كَانَ الْمُبْتَدَا اِسْمًا وَالْخَبَرْ ... تَنْصِبُهُ كَكَانَ سَيِّدًا عُمَرْ

ترجمہ: کَانَ مبتدا کو بطور اسم رفع دیتا ہے اور خبر کو نصب جیسے کَانَ سَیِّدًا عُمَرُ

كَكَانَ ظَلَّ بَاتَ اَضْحٰى اَصْبَحَا ... اَمْسٰى وَصَارَ لَيْسَ زَالَ بَرِحَا

ترجمہ: اور ظَلَّ، بَاتَ، اَضْحٰی، اَصْبَحَ، اَمْسٰی، صَارَ، لَیْسَ، زَالَ، بَرِحَ،

فَتِئَ وَانْفَكَّ وَهٰذِي الْاَرْبَعَهْ ... لِشِبْهِ نَفْيٍ اَوْ لِنَفْيٍ مُتْبَعَهْ

ترجمہ: فَتِئَ وَانْفَكَّ عمل میں کَانَ کی طرح ہیں اور آخری چار کَانَ کا عمل تب کریں گے جب ان سے قبل نفی یا شبہ نفی (یعنی نہی) ہو۔

وَمِثْلُ كَانَ دَامَ مَسْبُوقًا بِمَا ... كَاَعْطِ مَا دُمْتَ مُصِيْبًا دِرْهَمَا

ترجمہ: اور دَامَ جس سے پہلے مَا (مصدریہ ظرفیہ) ہوگا وہ کَانَ کی طرح عمل کرے گا جیسے اَعْطِ مَا دُمْتَ مُصِیْبًا دِرْهَمًا۔

(ش) جب مبتدا اور خبر کے متعلق گفتگو سے فارغ ہوئے تو اب نواسخ الابتدا کی بات شروع کر دی (نواسخ الابتدا کا مطلب ہے ایسے عوامل جو مبتدا خبر کے اپنے عمل کو منسوخ کر دیں) اور نواسخ الابتدا کی دو قسمیں ہیں نمبر ۱ افعال نمبر ۲ حروف ۔ افعال میں کَانَ وَاَخَوَاتُهَا، افعال مقاربہ اور ظَنَّ وَاَخَوَاتُهَا شامل ہیں ۔ اور حروف سے مراد مَا وَاَخَوَاتُهَا، لائے نفی جنس، اِنَّ اور اس کی اخوات ہیں مصنف نے کَانَ وَاَخَوَاتُهَا سے بات شروع کی ہے اور سوائے لَیْسَ کے اتفاق سے یہ سب افعال ہیں اور لَیْسَ میں اختلاف ہے ۔ جمہور کے نزدیک یہ فعل ہے اور امام فارسی اور ابوبکر بن شقیر

کے ایک قول کے مطابق یہ حرف ہے۔ (جبکہ ان کا دوسرا قول ہے کہ یہ فعل ہے) ہر صورت۔ یہ مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور اپنی خبر کو نصب۔ اس کی وجہ سے مرفوع ہونے والے کو اس کا اسم کہتے ہیں اور منصوب ہونے والے کو اس کی خبر

ان افعال (ناقصہ) کی دو قسمیں ہیں

القِسْمُ الأَوَّل وہ افعال جو بغیر کسی شرط کے عمل کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ كَانَ، ظَلَّ، بَاتَ، اَضْحٰی، اَصْبَحَ، اَمْسٰی، صَارَ، لَيْسَ

۔ نمبر۲ وہ جو مشروط طور پر عمل کرتے ہیں اور اس کی پھر دو قسمیں ہیں۔ نمبرا وہ جس کی شرط ہے کہ اس سے قبل لفظاً یا تقدیراً نفی ہو۔ یا شبہ نفی (یعنی نہی) ۔تقدیراً نفی کی مثال ہے قولہ تعالیٰ (قَالُوا تَاللهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ) أي لَا تَفْتَؤُ اور قیاساً اس کا حرفِ نفی حذف نہیں ہوتا البتہ قسم کے بعد حذف ہو جاتا ہے جیسے آیت مذکورہ میں گزرا ہے۔ اور قسم بغیر اس کا حذف شاذ ہے جیسے خداش بن زہیر کا شعر ہے۔

وَأَبْرَحُ مَا دَامَ اللهُ قَوْمِي بِحَمْدِ اللهِ مُنْتَطِقًا مُجِيْدًا (۲)

الشاهد فيه۔ بغیر حرف نفی یا شبہ نفی کے أبرح کا استعمال کیا ہے حالانکہ اس سے پہلے قسم مذکور نہیں تو یہ شاذ طور پر ہوا ہے۔

ترجمہ۔ جب تک اللہ تعالیٰ میری قوم کو زندہ رکھے گا میں اللہ کے فضل سے اسکی تعریف اور سخاوت کے گن گاتا رہوں گا۔

یعنی میں اس قوم کی تعریف بیان کرتا رہوں گا اور سخاوت کا ذکر کرتا رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس کو قائم رکھے گا۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ اس کی قوم کے ہوتے ہوئے اسے کسی دوسرے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور شعر کا یہ مفہوم بہت مناسب ہے اور شبہ نفی کی مثال ہے۔ لَا تَزَلْ قَائِمًا۔ اور شبہ نفی سے مراد نہی ہے۔ اور اسی قبیل سے ایک

شاذ ۔۔۔۔

غیرمعروف شاعر کا شعر۔

صَاحِ (۱) شَمِّرْ وَلَاتَزَلْ ذَاکِرَ الْمَوْ　تِ فَنِسْیَانُهٗ ضَلَالٌ مُبِیْنٌ

الشاھد فیہ — لَاتَزَلْ ذَاکِرَ الْمَوْتِ — اس میں زَالَ کا مضارع عمل میں کَانَ کے قائم مقام ہے صرف اس لئے کہ یہ شبہ نفی (یعنی نہی) کے بعد آیا ہے۔

ترجمہ۔ اے میرے ساتھی سخت محنت کر اور موت کو یاد رکھ چونکہ اس کو بھلا چھوڑنا واضح گمراہی ہے۔

اور دعا کی مثال ہے۔ لَایَزَالُ اللّٰہُ مُحْسِنًا اِلَیْكَ یاد رہے کہ دعا شبہ نفی میں شامل ہے۔ اور اس مثال میں لا دعائیہ شمار ہوتا ہے اس لئے یَزَالُ دعا کے بعد آیا اور دعا شبہ نفی ہی ہے۔ اس لئے اس نے کان کا عمل کیا ہے۔ ایسے ہی غیلان بن عقبہ کا شعر ہے۔

اَلَا یَا اِسْلَمِیْ یَادَارَمَیَّ (۲) عَلَی الْبِلٰی (۳)　وَلَازَالَ مُنْهَلًّا (۴) بِجَرْعَائِكِ (۵) الْقَطْرُ (۶)

ترجمہ۔ اے (محبوبہ کے) گھر تو صحیح سلامت رہے اور قحط سے محفوظ اور تیری ریتلی زمین پر بارش ہوتی رہے۔

الشاھد فیہ — لَازَالَ مُنْهَلًّا — اَلْقَطْرُ — لَا دعائیہ ہے کان والا عمل کرتا ہے مُنْهَلًّا خبر مقدم اور اَلْقَطْرُ اسم موخر ہے۔

یہ وہ چار مواقع تھے جن کی طرف "هٰذِهِ الْاَرْبَعَةُ — اِلٰی اٰخِرِ الْبَیْتِ" کہہ کر مصنف نے اشارہ کیا تھا۔

القسم الثانی۔ وہ فعل جس کے عمل کیلئے شرط ہے کہ اس سے قبل مَا مصدریہ ظرفیہ ہو اور وہ فعل دَامَ۔ ہے جیسے آپ بولیں۔ عْطِ مَا دُمْتَ مُصِیْبًا دِرْهَمًا — اَیْ اَعْطِ مُدَّةَ دَوَامِكَ مُصِیْبًا دِرْهَمًا اور اسی سے ہے قولہ تعالیٰ —

---

(۱) اصل یا صَاحِبِیْ تھا خلاف قیاس ترخیم کے بعد صَاحِ رہ گیا۔ (۲) محبوبہ کا گھر (۳) بوسیدہ کپڑا۔ مراد قحط ہے۔ (۴) بارش برسنے کی جگہ۔ (۵) برابر ہموار ریت جو کچھ نہ اگاتی ہو۔ (۶) بارش۔

وَ اَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا (اَیْ مُدَّۃَ دَوَامِیْ حَیًّا) ۔

(ظَلَّ) کا معنی ہے خبر کی صورت میں اسم کی صفت دن کے ساتھ لانا۔

اور (بَاتَ) کا معنی ہے اسم کی صفت رات کے ساتھ لانا۔ (اضحی) کا معنی ہے اسم کی صفت چاشت کے وقت کے ساتھ لانا۔ (اَصْبَحَ) کا مطلب ہے اسم کی صفت صبح کے وقت کے ساتھ لانا (اَمْسٰی) کا مطلب ہے اسم کی صفت مساء یعنی شام کے ساتھ لانا (صَارَ) کا معنی ہے ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف تبدیل ہونا اور (لَیْسَ) نفی کے معنی میں آتا ہے اور جب یہ مطلق بولا جائے تب اس میں حال میں نفی کرنا مراد ہوتا ہے جیسے لَیْسَ زَیْدٌ قَائِمًا، اَیْ اَلْاٰنَ اور زمانے کی قید لگانے کے ساتھ اس قید کے مطابق معنی ہوگا۔ جیسے لَیْسَ زَیْدٌ قَائِمًا غَدًا (اب اس میں مستقبل میں نفی ہے)۔ مَا زَالَ اور اس کی اخوات کا معنی ہے اسم کے لئے تقاضہ حال کے مطابق خبر کا لازم ہونا جیسے مَا زَالَ زَیْدٌ ضَاحِکًا، وَمَا زَالَ عَمْرٌو اَزْرَقَ الْعَیْنَیْنِ اور دَامَ کا معنی ہے بَقِیَ (باقی رہا) اور اِسْتَمَرَّ (برقرار رہا)

---ooo---

وَغَیْرُ مَاضٍ مِثْلُہٗ قَدْ عَمِلَا اِنْ کَانَ غَیْرُ الْمَاضِ مِنْہُ اُسْتُعْمِلَا

ترجمہ: اگر اس کی غیر ماضی (مضارع وغیرہ) مستعمل ہے تو وہ ماضی کی طرح عمل کرے گی۔

(ش) یہ افعالِ (ناقصہ) دو قسم کے ہیں

القسم الاول – متصرف [(یعنی گردانوں والے) جیسے کَانَ وغیرہ۔ ماسوائے۔ لَیْسَ اور دَامَ کے)

القسم الثانی - غیر متصرف [(یعنی جنکی ماضی کے علاوہ دوسری کوئی گردان نہیں آتی) جیسے لَیْسَ اور دَامَ

مصنف نے باخبر کیا ہے کہ جن افعال کی گردان ہوگی اس کی غیر ماضی یعنی مضارع وغیرہ ماضی والا عمل کریں گے جیسے یَکُوْنُ زَیْدٌ قَائِمًا – وقولہ تعالیٰ (وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا) – اور امر کی مثال ہے (کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ) دوسری مثال (قل کُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا) اور اسم فاعل کی مثال ہے زَیْدٌ کَائِنٌ اَخَاكَ – اور ایک غیر معروف شاعر کا شعر ہے –

وَمَا کُلُّ مَنْ یُبْدِی [1] الْبَشَاشَةَ [2] کَائِنًا اَخَاكَ اِذَا لَمْ تُلْفِهِ [3] لَكَ مُنْجِدًا [4]

الشاهد فیه – کَائِنًا اَخَاكَ – کَائِنًا اسم فاعل کا صیغہ ہے اس میں اسکا اسم مرفوع مضمر ہے اور اَخَاكَ خبر منصوب ہے –

ترجمہ – جو بھی چہرے کی بشاشت ظاہر کر دے وہ تمہارا بھائی نہیں ہے جب تک آپ اس کو بوقتِ ضرورت معاون ومددگار نہ پائیں

اور مصدر بھی اسی طرح (اپنی ماضی والا عمل کرے گا) اس میں اختلاف ہے کہ کَانَ ناقصہ کا مصدر ہوتا ہے یا نہیں – اور صحیح بات یہ ہے کہ اس کا مصدر ہوتا ہے جیسے ایک غیر معروف شاعر کا قول ہے –

بِبَذْلٍ [5] وَحِلْمٍ [6] سَادَ [7] فِی قَوْمِهِ الْفَتٰی وَکَوْنُكَ اِیَّاهُ عَلَیْكَ یَسِیْرٌ

الشاهد فیه: وَکَوْنُكَ اِیَّاهُ – اس میں کون مصدر کو کَانَ ناقصہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے –

ترجمہ: ایک نوجوان سخاوت اور حلم کی وجہ سے اپنی قوم میں سردار شمار ہوتا ہے – اور اگر آپ بھی وہ کچھ بننا چاہیں تو آپ پر آسان ہے –

دَامَ اور لَیْسَ (جو غیر متصرف ہوتے ہیں – اور وہ جس سے قبل نفی یا شبہ نفی کا

---

(1) ظاہر کرتا ہے – (2) چہرے کی مسکراہٹ – (3) اس کو نہ پائے – (4) مددگار
(5) سخاوت (6) تحمل (7) سردار بنتا ہے

ہونا شرط ہے جیسے) زَالَ وَ اَخَوَاتُهَا ان سے امر یا مصدر استعمال نہیں ہوتے ۔

--- OOO---

وَ فِيْ جَمِيْعِهَا تَوَسُّطَ الْخَبَرْ اَجِزْ وَ كُلٌّ سَبْقَهٗ دَامَ حَظَرْ

ترجمہ : تمام افعالِ ناقصہ کی خبر وسط میں (یعنی فعل کے بعد اور اسم سے قبل) لانا جائز مان اور سب (نحویوں) نے دَامَ سے قبل خبر لانے کو ممنوع قرار دیا ہے ۔

(ش) مطلب یہ ہے کہ اگر افعالِ (ناقصہ) کی خبروں کو اسموں پر مقدم لانا یا موخر لانا واجب نہ ہو تو ان کو فعل اور اسم کے درمیان لانا جائز ہے ۔ خبر کے اسم پر واجب ہونے کی مثال ہے ۔ كَانَ فِي الدَّارِ صَاحِبُهَا اس میں اسم کو خبر سے پہلے لانا جائز نہیں ہے تاکہ ضمیر لفظاً و رتبۃً موخر پر نہ لوٹے (جیسے كَانَ صَاحِبُهَا فِي الدَّارِ کہنا غلط ہے) اور خبر کے وجوباً اسم سے مؤخر ہونے کی مثال ہے ۔ كَانَ اَخِيْ رَفِيْقِيْ اس میں رَفِيْقِيْ کو مقدم کرنا ناجائز ہے چونکہ اعراب ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے اس کے مقدم ہونے کی صورت میں خبر معلوم نہیں ہوتی ۔ (اس لئے تاخیر واجب ہے) خبر کے وسط میں آنے کی مثال ہے ۔ كَانَ قَائِمًا زَيْدٌ و قولہ تعالیٰ (وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ) اسی طرح اس باب کے تمام افعال خواہ وہ متصرف ہوں یا غیر متصرف مذکورہ شروط کے ساتھ ان کی اخبار وسط میں آسکتی ہیں اور "ارشاد" کے مصنف نے لیس کی خبر کے وسط میں لانے کے جواز میں اختلاف نقل کیا ہے ۔ جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ جائز ہے ۔ ایسے ہی سموآل بن عادیاء الغسانی سے ایک شعر منقول ہے ۔

سَلِيْ اِنْ جَهِلْتِ النَّاسَ عَنَّا وَ عنهم فَلَيْسَ سَوَاءٌ عَالِمٌ وَ جَهُوْلُ

الشاهد فیه ، لَيْسَ سَوَاءٌ عَالِمٌ وَجَهُوْلُ سَوَاءٌ خبر ہے لَيْسَ کی اور وسط میں آ گئی ہے ۔

ترجمہ : اگر تجھے ہمارے اور ان کے درمیان فرق کا علم نہیں تو لوگوں سے سوال

کرلے۔چونکہ جاننے والا اور نہ جاننے والا برابر نہیں ہوتا۔

اور ابن معطی نے ذکر کیا ہے کہ دَامَ کی خبر اس کے اسم پر مقدم نہیں آتی اس لئے نہیں بولا جا سکتا "لَا أُصَاحِبُكَ مَا دَامَ قَائِمًا زَيْدٌ" اور صحیح یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور ایک غیر معروف شاعر کا قول ہے۔

لَا طِيبَ (۱) لِلْعَيْشِ (۲) مَا دَامَتْ مُنَغَّصَةٌ (۳) لِذَّاتِهِ بِادِّكَارِ (۴) الْمَوْتِ وَ الْهَرَمِ (۵)

الشاهد فيه ، مَا دَامَتْ مُنَغَّصَةٌ لِذَاتِهِ — اس میں مُنَغَّصَة خبر مقدم ہے لِذَاتِهِ اسم موخر ہے۔

ترجمہ : زندگی کا کوئی مزہ نہیں ہے جب تک لذت و آرام کے چھن جانے کا خطرہ رہے اور جب تک بڑھاپا اور موت یاد آتی رہے۔

"وَ كُلٌّ سَبْقَهُ دَامَ حَظَرْ" کہہ کر مصنف نے اشارہ کیا ہے کہ تمام عرب یا تمام نحویوں نے خبرِ دَامَ کو۔ دَامَ۔ پر مقدم کرنے کو منع قرار دیا ہے۔ اس سے مراد اگر یہ ہے (کہ انہوں نے مَا دَامَ پر مقدم کرنے کو منع کہا ہے تو مسلم ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ محض دَامَ (بغیر ما پر) خبر مقدم لانا منع ہے جیسے لَا أَصْحَبُكَ مَا قَائِمًا دَامَ زَيْدٌ جیسا کہ مصنف کے بیٹے نے اپنی شرح میں اسی پر محمول یہ ہے کہ محض دامَ (بغیر ما) پر خبر مقدم کرنا منع نہیں ہے جیسے کہا جائے (لَا أَصْحُبُكَ مَا قَائِمًا دَامَ زَيْدٌ) جس طرح۔ لَا أَصْحُبُكَ مَا زَيْدٌ! كَلَّمْتَ کہنا جائز ہے۔

---ooo---

كَذَاكَ سَبْقُ خَبَرٍ مَا النَّافِيَهْ فَجِيئْ بِهَا مَتْلُوَّةً لَا تَالِيَهْ

ترجمہ : اسی طرح ما نافیہ (والے فعل ناقص) پر خبر مقدم لانا منع ہے۔ اس ما کو

(۱) مزا (۲) زندگی (۳) خطرہ ہو (۴) موت یاد آنا (۵) بڑھاپا

مقدم لاؤ نہ کہ موخر۔ (یعنی خبر کو ما نافیہ سے مؤخر رکھو)۔

ش۔ ما نافیہ پر خبر مقدم لانا جائز نہیں۔ اب اس کے تحت دو قسمیں داخل ہیں نمبر ۱ وہ فعل جس کے عمل کے لئے نفی شرط ہے جیسے مَا زَالَ وَ اَخَوَاتُھَا۔ اس لئے آپ نہیں کہہ سکتے (قَائِمًا مَا زَالَ زَیْدٌ) اور ابن کیسان نے اس کی اجازت دی ہے

۔ نمبر ۲ وہ فعل جس کے عمل کے لئے نفی شرط نہیں جیسے مَا کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا۔ اس میں قَائِمًا مَا کَانَ زَیْدٌ نہیں کہہ سکتے ویسے بعض نے اسے جائز قرار دیا ہے۔

مفہومِ کلام:۔ مصنف کی کلام کا مفہوم یہ ہے کہ جب نفی لفظ "ما" کے بغیر ہو تو پھر تقدیم خبر جائز ہے جیسے کہا جائے قَائِمًا لَمْ یَزَلْ زَیْدٌ۔ وَ مُنْطَلِقًا لَمْ یَکُنْ عَمْرٌو اور بعض نے منع کہا ہے۔ نیز اس کی کلام کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ جب فعل اکیلا و بغیر نفی کے ویسے جملہ مَا نافیہ کے ساتھ منفی ہو تو بھی خبر مقدم کرنا جائز ہے جیسے مَا قَائِمًا زَالَ زَیْدٌ۔ وَمَا قَائِمًا کَانَ زَیْدٌ۔ اور بعض نے یہ منع کہا ہے۔

---OOO---

وَ مَنْعُ سَبْقِ خَبَرِ لَیْسَ اصْطُفِیْ   وَ ذُوْ تَمَامٍ مَا بِرَفْعٍ یَکْتَفِیْ

ترجمہ: اور لیس کی خبر کی تقدیم کا منع ہونا چنا گیا ہے اور فعل تام وہ ہو گا جو صرف مرفوع (یعنی اسم پر) اکتفا کرے۔

وَ مَا سِوَاہُ نَاقِصٌ وَ النَّقْصُ فِیْ   فَتِیءَ لَیْسَ زَالَ دَائِمًا قُفِیْ

ترجمہ: اور اس کے سوا (یعنی جو اسم پر اکتفا نہ کرے خبر بھی چاہے) ناقص ہے اور (فعل) فَتِیءَ وَ لَیْسَ وَ زَالَ کا نقص ہمیشہ آتا ہے۔ (یعنی یہ تینوں ہمیشہ ناقص رہتے ہیں)۔

(ش) اس میں نحویوں کے ہاں اختلاف ہے کہ خبر لَیْسَ کو اس پر مقدم لانا جائز ہے یا نہیں۔ کوفی، مبرد، زجاج، ابن سراج، مصنف سمیت اکثر متاخرین اس کو منع کہتے

ہیں ۔جب کہ ابو علی فارسی اور ابن برہان جائز کہتے ہیں ۔جیسے کہیں قَائِمًا لَیْسَ زَیْدٌ اور سیبویہ سے نقل ہونے میں اختلاف ہے ۔ایک قوم نے اس کی طرف جواز منسوب کیا ہے اور ایک نے منع اور لسانِ عرب میں اس پر خبر کا مقدم ہونا منقول نہیں ہے ظاہری طور پر ان سے لَیْسَ کی خبر کے معمول کا مقدم ہونا منقول ہے ۔

جیسے قولہ تعالیٰ (اَلَا یَوْمَ یَاْتِیْهِمْ لَیْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ) اس کی خبر کو اس سے مقدم لانے والے نے اسی سے استدلال کیا ہے ۔اس کی وضاحت یوں ہے کہ (یَوْمَ یَاْتِیْهِمْ) لَیْسَ کی خبر مَصْرُوْفًا کا معمول ہے اور لَیْسَ پر مقدم ہے (اور قانون یوں ہے کہ) معمول وہاں پر مقدم آتا ہوتا ہے جہاں عامل مقدم آسکتا ہے ۔(لہٰذا اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے ۔)

مصنف کے قول (وَ ذُوْ تَمَامٍ – اِلَی اٰخِرِہٖ) کا مطلب ہے کہ ان افعالِ (ناقصہ) کی دو قسمیں ہیں نمبر ا وہ فعل جو تام بھی ہوتا ہے اور ناقص بھی ۔ نمبر ۲۔وہ جو صرف ناقص ہوتا ہے ۔

تام ۔وہ ہے جو صرف مرفوع پر اکتفا کرے ۔(یعنی صرف اسم سے گزارہ کرے)۔

ناقص ۔وہ جو مرفوع پر اکتفا نہ کرے (بلکہ منصوب بھی چاہے یعنی خبر کا بھی مطالبہ کرے)۔اور ان تمام افعال کو تام استعمال کرنا جائز ہے ماسوائے فَتِئَ وَ لَیْسَ اور زَالَ کے (جس کا مضارع یَزَالُ آتا ہے نہ کہ یَزُوْلُ چونکہ وہ تام ہوتا ہے جیسے زَالَتِ الشَّمْسُ)یہ تینوں صرف اور صرف ناقص استعمال ہوتے ہیں ۔اور مثال تام یوں ہے قولہ تعالیٰ وَ اِنْ کَانَ ذُوْعُسْرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ اَیْ وَاِنْ وُجِدَ ذُوْعُسْرَۃٍ – و قولہ تعالیٰ خَالِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ) و قولہ تعالیٰ فَسُبْحَانَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ)

نوٹ ۔ان آیات میں مذکور تمام افعالِ ناقصہ تام ہیں ۔چونکہ وہ صرف اسم

کے ساتھ پورے ہو رہے ہیں خبر کے محتاج نہیں

---ooo---

وَلَا يَلِيْ الْعَامِلَ مَعْمُوْلُ الْخَبَرْ   إِلَّا إِذَا ظَرْفًا أَتَى أَوْ حَرْفَ جَرْ

ترجمہ : اور معمول خبر اپنے عامل (کَانَ وَ اَخَوَاتُهَا) سے مل کر نہیں آئے گا الا یہ کہ وہ ظرف ہو یا حرفِ جر و مجرور ہو۔

(ش) یعنی کَانَ وَ اَخَوَاتُهَا کے ساتھ ان کی خبر کے معمول کا مل کر آنا ناجائز ہے بشرطیکہ ظرف اور جار مجرور نہ ہو۔ اور یہ دونوں حالوں کو شامل ہے۔

نمبر۱۔ یہ کہ معمولِ خبر اکیلا اسم پر مقدم ہو اور خبر اسم سے موخر ہو جیسے کَانَ طَعَامَكَ زَيْدٌ اٰكِلًا یہ سیبویہ کے نزدیک منع ہے جب کہ کوفیوں نے اسے جائز کہا ہے۔

نمبر۲۔ یہ کہ معمول اور اسم خبر پر مقدم ہوں اور ساتھ ساتھ معمول خبر پر مقدم ہو جیسے کَانَ طَعَامَكَ زَيْدٌ اٰكِلًا یہ بعض بصریوں کے نزدیک جائز ہے اور سیبویہ کے نزدیک ناجائز ہے۔

نوٹ۔ اس کلام سے یہ بات الگ ہو گئی کہ جب خبر اور معمول اسم پر مقدم ہوں اور خبر معمول سے پہلے آئے تو مسئلہ جائز ہے چونکہ اس صورت میں معمولِ خبر کَانَ سے متصل نہ ہو گا جیسے کَانَ اٰكِلًا طَعَامَكَ زَيْدٌ اگر معمول ظرف ہو یا جار مجرور ہو تو اس کا کَانَ وَ اَخَوَاتُهَا سے مل کر آنا جائز ہے عِنْدَ الْبَصْرِيِّيْنَ وَالْكُوْفِيِّيْنَ جیسے کَانَ عِنْدَكَ(۱) زَيْدٌ(۲) مُقِيْمًا(۳)۔ وَ كَانَ فِيْكَ(۴) زَيْدٌ(۵) رَاغِبًا(۶)

---ooo---

وَمُضْمَرَ الشَّانِ اسْمًا انْوِ اِنْ وَقَعْ   مُوْهِمُ مَا اسْتَبَانَ اَنَّهُ امْتَنَعْ

ترجمہ : کان وغیرہ میں بطورِ اسم ضمیرِ شان مقدر مان اگر بظاہر ممنوع صورت کا

(۱) معمولِ ظرف (۲) اسم (۳) خبر (۴) جار مجرور (۵) اسم (۶) خبر

وھم ہو (یعنی اگر معمولِ خبر کان وغیرہ کے ساتھ ملکر آئے تو کان وغیرہ میں ضمیرِ شان بطور اسم مقدر شمار کرو۔)

(ش) یعنی اگر لسانِ عرب میں ایسی کوئی مثال وارد ہے جس میں بظاہر معمولِ خبر کان وغیرہ کے ساتھ ملا ہوا ہے تو اس کی تاویل کیجئے اس طرح کہ کان میں ضمیر مستتر ضمیر شان شمار کرو۔ جیسے فرزدق کا شعر ہے۔

قَنَافِذُ [1]هَدَّاجُونَ [2]حَوْلَ بُيُوتِهِمْ بِمَا كَانَ إِيَّاهُمْ عَطِيَّةُ [3] عَوَّدَ [4]

ترجمہ۔ (گویا وہ) سیہ ہیں (ایک کانٹے دار جانور ہے) جو آہستہ آہستہ ان کے گھروں کے گرد چلتے ہیں یہ اس لئے کہ ابو جریر عطیہ نے ان کو اس بات کا (یعنی رات کو چوری اور ڈکیتی کے لئے نکلنے کا) عادی بنا دیا ہے

الشاهد فيه ۔ كَانَ إِيَّاهُمْ عَطِيَّةُ عَوَّدَ بظاہر یوں ہے۔ كَانَ فعل ناقص ہے' إِيَّاهُمْ، عَوَّدَ کا معمول ہے جو جملہ ہوکر كَانَ کی خبر موخر ہے اور عَطِيَّةُ كَانَ کا اسم مقدم ہے۔ اب اس میں معمولِ خبر إِيَّاهُمْ كَانَ عامل کے ساتھ مل کر آیا ہے۔ مگر اس کی تاویل یوں ہے۔ یا۔ اس کی حقیقت یوں ہے کہ كَانَ فعل ناقص ہے اس میں هُوَ ضمیر مقدر كَانَ کا اسم ہے۔ إِيَّاهُمْ فعل عَوَّدَ کا مفعول مقدم ہے۔ عَطِيَّةُ مبتدا ہے اور فعل عَوَّدَ اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ ہوکر خبر۔ مبتدا خبر مل کر جملہ ہوکر كَانَ کی خبر ہوئی۔ یہ بظاہر "كَانَ طَعَامَكَ زَيْدٌ آكِلًا" کی مثال کی طرح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ كَانَ میں ضمیر مستتر ہے جو ضمیر شان ہے جو كَانَ کا اسم ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ "كَانَ طَعَامَكَ آكِلًا زَيْدٌ" مثال کی طرح کا حمید بن ارقط کا درج ذیل شعر ہے۔

فَأَصْبَحُوا وَالنَّوَى عَالِي مُعَرَّسِهِمْ (٥) وَلَيْسَ كُلَّ النَّوَى تُلْقِي الْمَسَاكِينُ

الشاهد فيه ۔ لَيْسَ كُلَّ النَّوَى تُلْقِي الْمَسَاكِينُ۔ تفصیل بعد میں آرہی ہے۔

---

(۱) جمع ہے قُنْفُذٌ کی بمعنی سیہ (ایک کانٹے دار جانور ہے۔) (۲) آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔ (۳) ایک شخص کا نام ہے (۴) عادی بنا دیا ہے۔ (۵) رات ٹھہرنے کی جگہ میں ڈھیر لگا ہوا تھا۔

ترجمہ :۔انہوں نے صبح کی اور ان کی رات ٹھرنے والی جگہ میں کھجور کی گٹھلیوں کا ڈھیر لگاہوا تھا حالانکہ مسکین لوگ سب گٹھلیاں پھینکتے نہ تھے ۔(بلکہ بعض گٹھلیاں نگل بھی جاتے تھے) جب تا فوقانیہ کے ساتھ ہو (یعنی یُلْقِیْ کی بجائے تُلْقِیْ) تو دونوں مذکورہ شعر ضمیر شان پر محمول ہوں گے اور پہلے شعر میں تقدیر ہوگی ۔ (بِمَا کَانَ هُوَ) اَیْ الشَّاْنُ تو ضمیر شان (هُوَ) کَانَ کا اسم ہو گا۔اور عَطِیَّةُ مبتدا ہو گا۔اور عَوَّدَ اس کی خبر ہوگی اور اِیَّاهُمْ۔عَوَّدَ کا مفعول ہو گا۔اور مبتدا خبر مل کر جملہ ہو کر کَانَ کی خبر ہوگی تو اس صورت میں اسم کَانَ اور معمول خبر کے درمیان فاصلہ نہ ہو گا چونکہ اس کا اسم معمول خبر سے قبل ہے اور دوسرے شعر کی تقدیر عبارت ہوگی (لَیْسَ هُوَ) اَیْ ضَمِیْرُ الشَّاْنِ اس میں ضمیر شان لَیْسَ کا اسم ہو گا اور کُلَّ النَّوٰی - تُلْقِیْ کے ساتھ (بطور مفعول) منصوب ہو گا اور تُلْقِیْ الْمَسَاکِیْنُ فعل فاعل اور جملہ بن کر لَیْسَ کی خبر بنی ۔یہ وہ بات ہے جو ان دونوں شعروں کے متعلق کہی گئی ہے ۔

--- ○○○---

وَقَدْ تُزَادُ کَانَ فِیْ حَشْوٍ کَمَا کَانَ اَصَحَّ عِلْمَ مَنْ تَقَدَّمَا

ترجمہ :اور کبھی کَانَ (کلام میں فضول ہو کر زائد ہوتا ہے (جب مَا اور فعل تعجب کے درمیان آئے) مثلاً مَا کَانَ اَصَحَّ عِلْمَ مَنْ تَقَدَّمَ (بمعنی پہلے گزرے ہوئے لوگوں کا علم کیسا صحیح اور پختہ تھا)

(ش) کَانَ کی تین قسمیں ہیں ۔کان ناقصہ تامہ زائدہ ۔پہلے دو کی بات ہو چکی اور نمبر ۳ زائدہ ہے جو اس شعر میں مقصود ہے ۔ابن عصفور نے ذکر کیا ہے کہ کہ دو لازم ملزوم چیزوں میں کَانَ زائدہ ہوتا ہے جیسے جب مبتدا اور خبر کے درمیان ہو جیسے زَیْدٌ کَانَ قَائِمٌ جب فعل اور اسکے مرفوع کے درمیان ہو جیسے لَمْ یُوْجَدْ کَانَ مِثْلُكَ ۔اور صلہ و موصول کے درمیان ہو جیسے جَاءَ الَّذِیْ کَانَ اَکْرَمْتُهٗ اور صفت موصوف کے

درمیان ہو جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ کَانَ قَائِمٌ - مصنفؒ کے قول "وَقَدْ تُزَادُ کَانَ فِیْ حَشْوٍ" میں اطلاق ہونے کی وجہ سے یہ بات سمجھ آتی ہے اور "مَا" اور "فعلِ تعجب" کے درمیان آنے والا کَانَ تو قیاسًا زائد ہے (جیسے مَا کَانَ اَصَحَّ عِلْمَ مَنْ تَقَدَّمَ) جب کہ اس کے سوا میں کَانَ کا زائد ہونا سماعی ہے۔ اور فعل اور اس کے مرفوع کے درمیان آنے والے کَانَ کا زائد ہونا ان سے سنا گیا ہے۔ جیسے ان کا قول ہے۔ وَلَدَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ الْخُرْشُبِ الْاَنْمَارِیَّةُ الْکَمَلَةَ مِنْ بَنِیْ عَبْسٍ (لَمْ یُوْجَدْ کَانَ اَفْضَلُ مِنْهُمْ) اس میں بریکٹ والا جملہ محلِ استشہاد ہے۔ اور صفت و موصوف کے درمیان کَانَ کا زائد ہونا بھی ان سے سنا گیا ہے جیسے فرزدق کا شعر ہے۔

فَکَیْفَ اِذَا مَرَرْتُ بِدَارِ قَوْمٍ وَجِیْرَانٍ (۱) لَنَا کَانُوْا کِرَامٍ (۲)

الشاهد فیه، جِیْرَانٍ لَنَا کَانُوْا کِرَامٍ - اسمیں جِیْرَانٍ اور کِرَامٍ موصوف صفت ہیں ان کے درمیان کَانُوْا زائدہ آگیا ہے۔

ترجمہ: - کیا ہی بات ہوتی ہے جب میں ایک قوم کے گھروں کے پاس سے گزرتا ہوں اور وہ میرے معزز پڑوسی ہوتے ہیں۔

اور کَانَ کا حرفِ جار و مجرور کے درمیان آکر زائد ہونا شاذ ہے۔ جیسے ایک غیر معروف شاعر کا شعر ہے۔

سَرَاةُ (۳) بَنِیْ اَبِیْ بَکْرٍ تَسَامٰی (۴) عَلٰی کَانَ الْمُسَوَّمَةِ (۵) الْعِرَابِ

الشاهد فیه - عَلٰی کَانَ الْمُسَوَّمَةِ - حرفِ جار 'عَلٰی' اور مجرور مُسَوَّمَةِ کے درمیان کَانَ شذوذاً آگیا ہے۔

ترجمہ: - بنوبکر کے سردار مخصوص نشان زدہ عربی گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں۔

اکثر و بیشتر کَانَ کا لفظ ماضی کے ساتھ زائد ہوتا ہے اور کبھی شاذ طور پر لفظِ مضارع

---

(۱) پڑوسی (۲) معزز (۳) جمع ہے سَرِیٌّ کی بمعنی سردار (۴) سوار ہوتے ہیں (۵) نشان زدہ

کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے جیسے کہ ام عقیل بن ابی طالب کا شعر ہے۔

أَنْتَ تَكُونُ مَاجِدٌ نَبِيلٌ ... إِذَا تَهُبُّ شَمْأَلٌ بَلِيلُ

الشاهد فيه: أَنْتَ تَكُونُ مَاجِدٌ اس میں مبتدا خبر کے درمیان کان کا مضارع تَكُونُ زائد آگیا ہے۔

ترجمہ:۔ تو بڑا کریم اور شریف ہوتا ہے جب شمال کی طرف سے مرطوب (ٹھنڈی تازہ) ہوا چلتی ہے۔

---)))---

وَيَحْذِفُونَهَا وَيُبْقُونَ الْخَبَرْ ... وَبَعْدَ إِنْ وَلَوْ كَثِيرًا ذَا اشْتَهَرْ

ترجمہ: اور کان کو اس کے اسم سمیت حذف کر دیتے ہیں اور خبر باقی رکھتے ہیں (یہ) اِنْ اور لَوْ کے بعد اکثر ہوتا ہے اور مشہور ہے۔

(ش) اکثر طور پر اِنْ کے بعد کان اپنے اسم سمیت حذف کر دیا جاتا ہے اور خبر باقی رکھی جاتی ہے۔ جیسے کہ نعمان بن منذر کا شعر ہے۔

قَدْ قِيلَ مَا قِيلَ إِنْ صِدْقًا وَإِنْ كَذِبًا ... فَمَا اعْتِذَارُكَ مِنْ قَوْلٍ إِذَا قِيلَا

الشاهد فيه: إِنْ صِدْقًا وَإِنْ كَذِبًا۔ اس میں اِنْ شرطیہ کے بعد کان اپنے اسم سمیت حذف کر دیا گیا ہے اور خبر صِدْقًا وَكَذِبًا باقی ہے

ترجمہ:۔ کہا جا چکا جو کچھ کہا جا چکا خواہ وہ سچ ہے یا جھوٹ۔ اب ایک بولے جانے والے قول کے بعد تمہارا کیا عذر ہے۔

اس کی تقدیر ہے إِنْ كَانَ الْمَقُولُ صِدْقًا وَإِنْ كَانَ الْمَقُولُ كَذِبًا اور لَوْ کے بعد بھی حذف ہوتا ہے جیسے قَوْلُكَ إِئْتِنِي بِدَابَّةٍ وَلَوْ حِمَارًا أَيْ وَلَوْ كَانَ الْمَأْتِيُّ بِهِ حِمَارًا اور لَدُنْ کے بعد شاذ طور پر حذف ہوا ہے جیسے عرب کا قول ہے۔ (مِنْ لَدُ

(۱) بڑا کریم (۲) شریف (۳) چلتی ہے (۴) مرطوب ہوا

شُبُولًا (۱) اِفَالِیْ اِتْلَائِھَا (۲)) تقدیر عبارت ہے مِنْ لَدُ اِنْ کَانَتْ شَوْلًا ۔اب اس میں اِنْ کَانَتْ حذف کر دیا گیا ہے اور اس کی خبر شَوْلًا باقی رکھی گئی ہے ۔قول کا ترجمہ ہے۔
اونٹنی کے بے دودھ ہونے سے لے کر اس کے بچے والی ہونے تک (انتظار کرو)

وَبَعْدَ اَنْ تَعْوِیْضُ مَا عَنْھَا ارْتُکِبْ کَمِثْلِ اَمَّا اَنْتَ بَرًّا فَاقْتَرِبْ

ترجمہ: کَانَ اَنْ (مصدریہ) کے بعد حذف ہوتا ہے اور اس کے عوض "مَا" لایا جاتا ہے جیسے اَمَّا اَنْتَ بَرًّا فَاقْتَرِبْ (یعنی تو نیک ہے تو قریب ہو)۔

(ش) اس شعر میں ذکر کیا گیا ہے کہ کَانَ اَنْ مصدریہ کے بعد حذف ہوتا ہے اور اس کے عوض مَا لایا جاتا ہے اور کَانَ کا اسم و خبر باقی رکھی جاتی ہے ۔ جیسے اَمَّا اَنْتَ بَرًّا فَاقْتَرِبْ ۔ اصل تھا اَنْ کُنْتَ بَرًّا فَاقْتَرِبْ ۔ کَانَ حذف ہوا تو اس سے متصل ضمیر (ت) الگ ہوگئی اب (اَنْ اَنْتَ بَرًّا) ہوگیا پھر کَانَ کے عوض مَا لائے تو (اَنْ مَا اَنْتَ بَرًّا) ہوگیا ۔ پھر نون کو میم میں ادغام کیا تو اَمَّا اَنْتَ بَرًّا ہوگیا ایسے ہی عباس بن مرداس کا شعر ہے ۔

اَبَا خِرَاشَةَ اَمَّا اَنْتَ ذَا نَفَرٍ (۴) فَاِنَّ قَوْمِیْ لَمْ تَاْکُلْھُمُ الضَّبُعُ (۵)

الشاھد فیہ ، اَمَّا اَنْتَ ذَا نَفَرٍ ۔اصل تھا (اِنْ کُنْتَ ذَا نَفَرٍ) پھر (اِنْ مَا اَنْتَ ذَا نَفَرٍ) بنا بعد میں (اَمَّا اَنْتَ ذَا نَفَرٍ) بن گیا۔

ترجمہ: اے ابو خراشہ اگر آپ بڑی جماعت والے ہیں تو میری قوم کو قحط سالی نے کم نہیں کر دیا (بلکہ وہ بھی بہت بڑی ہے ۔)

(ش) اس شعر میں اَنْ مصدریہ ہے اور مَا ۔ کَانَ کا عوض ہے اور زائد ہے اور

الدن میں ایک لغت ہے ۔(۱) بے دودھ ہونا
(۲) اونٹنی کا اپنے بچے کو پیچھے لگا کر چلنا (۴) بڑی جماعت ۔ (۵) بجو ۔ مراد قحط سالی اور تباہی ہے ۔

اَنْتَ کَانَ محذوف کا اسم ہے اور ذَانَفِرٍ اس کی خبر ہے' یہاں کَانَ اور مَا کو جمع نہیں کیا جا سکتا چونکہ مَا کَانَ کا عوض ہے اور عوض و معوض کو جمع کرنا جائز نہیں ہے ویسے مبرد نے جائز کہا ہے اس کی مثال ہے۔ (اَمَا کُنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ) عرب سے یہ نہیں سنا گیا کہ کَانَ حذف ہو اور اس کا عوض ما بمع اس کے اسم اور خبر باقی رکھے جائیں۔ اِلَّا یہ کہ اسکا اسم ضمیرِ مخاطب ہو جیسے مثال بیان ہوئی ہے (اَمَّا اَنْتَ ذَانَفِرٍ) لیکن ضمیر متکلم کے ساتھ نہیں سنا گیا ہے۔جیسے (اَمَّا اَنَا مُنْطَلِقاً اِنْطَلَقْتَ – وَ الْاَصْلُ - اَنْ کُنْتُ مُنْطَلِقًا) اور نہ اسم ظاہر کے ساتھ سنا گیا ہے جیسے (اَمَّا زَیْدٌ ذَاهِبًا اِنْطَلَقْتُ) ویسے قیاس چاہتا ہے کہ ضمیرِ مخاطب کی طرح ضمیرِ متکلم اور اسم ظاہر کے ساتھ بھی جائز ہو۔ اور (اَمَّا زَیْدٌ ذَاهِبًا اِنْطَلَقْتُ) --اصل میں (اَنْ کَانَ زَیْدٌ ذَاهِبًا اِنْطَلَقْتُ) تھا اور امام سیبویہ نے اپنی کتاب میں اَمَّا زَیْدٌ ذَاهِبًا کی مثال پیش کی ہے۔

---000---

وَ مِنْ مُضَارِعٍ لِکَانَ مُنْجَزِمْ   تحذفُ نُوْنٌ وَهْوَ حَذْفٌ مَا اُلْتُزِمْ

ترجمہ : کان کے مضارع مجزوم میں نون حذف ہو گا اور یہ حذف لازم نہیں ہے۔

(ش) اور جب کَانَ فعل مضارع مجزوم ہو گا تو کہا جائے گا (یَکُوْنُ) سے لَمْ یَکُنْ جو اصل میں یَکُوْنُ تھا حرف جازم نے نون کا ضمہ حذف کیا تو واو اور نون دو ساکن جمع ہو گئے اب التقائے ساکنین کی وجہ سے پہلا ساکن واو حذف ہو گئی تو لَمْ یَکُنْ ہو گیا اب قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کے بعد کوئی لفظ حذف نہ کیا جائے لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے تخفیفًا نون بھی حذف کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں لَمْ یَكُ اور یہ حذف نون جائز ہے لازم نہیں اور امام سیبویہ اور اس کے متبعین کا مذہب ہے کہ یہ نون دوسرے ساکن کے ساتھ ملتے وقت حذف نہ ہو گا اس لئے لَمْ یَكُ الرَّجُلُ قَائِمًا کہنا غلط ہے۔ جبکہ اما

یونس نے اسے جائز رکھا ہے ۔ اور شاذ طور پر پڑھا گیا ہے قولہ تعالیٰ (لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ کی بجائے (لَمْ يَكُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) اور جب اس کو متحرک ملے گا یا تو وہ ضمیر متصل ہو گی ۔ اگر وہ ضمیر متصل ہے تو نون بالاتفاق حذف نہ ہو گا۔ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ابن صیاد کے بارے میں فرمایا تھا۔(اِنْ يَكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ ، وَ اِلَّا يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِيْ قَتْلِهِ) — اب اس سے نون حذف کر کے (اِنْ يَكُهُ وَ اِلَّا يَكُهُ) بولنا ناجائز ہے ' اور اگر اس سے ملنے والا ضمیر متصل کے علاوہ کچھ اور ہو تو نون کا حذف اور اثبات دونوں جائز ہیں ۔ جیسے لَمْ يَكُنْ زَيْدٌ قَائِمًا — وَ لَمْ يَكُ زَيْدٌ قَائِمًا مصنف کی کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ كَانَ تامہ اور ناقصہ میں اس موضوع پر کوئی فرق نہیں اور پڑھا گیا ہے قولہ تعالیٰ (وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةٌ يُضَاعِفْهَا) کو (وَ اِنْ يَكُ) بِحَذْفِ النُّوْنِ اور (حَسَنَةٌ) بِالرَّفْعِ یہ كَانَ تامہ ہے ۔ (جو صرف فاعل پر یا اسم پر پورا ہو رہا ہے خبر کی ضرورت محسوس نہیں کرتا)

--- ○○○ ---

فَصْلٌ فِيْ -مَا وَلَا وَلَاتَ وَاِن الْمُشَبَّهَاتِ بِلَيْسَ

اِعْمَالَ لَيْسَ اُعْمِلَتْ مَا دُوْنَ اِنْ مَعَ بَقَا النَّفْيِ وَ تَرْتِيْبٍ زُكِنْ

ترجمہ : ما نافیہ کو لَیْسَ والا عمل دیا گیا ہے جو اِنْ (زائدہ) کے بغیر ہو بشرطیکہ نفی باقی رہے اور ترتیب معروف (یعنی اسم مقدم و خبر موخر) ہو۔

وَسَبْقَ حَرْفِ جَرٍّ اَوْ ظَرْفٍ كَمَا بِيْ اَنْتَ مَعْنِيًّا اَجَازَ الْعُلَمَا

ترجمہ : ویسے حرف جر و ظرف خبر مقدم بن سکتے ہیں اس کی علماء نے اجازت دی ہے جیسے کہ مابِیْ اَنْتَ مَعْنِیًّا۔

(ش) كَانَ وَاَخَوَاتُهَا کے باب کے شروع میں بات گزر گئی ہے کہ نواسخ ابتداء دو قسم کے ہیں نمبرا افعال نمبر۲ حروف۔ كَانَ وَاَخَوَاتُهَا پر بات ہو چکی ہے جب کہ وہ افعالِ ناسخہ تھے اور بقیہ افعالِ ناسخہ کی بات قریب میں ہوگی۔ اور مصنف نے اس فصل میں حروفِ ناسخہ کی وہ قسم ذکر کی ہے جو كَانَ کا سا عمل کرتی ہے۔ اور وہ حروف مَا۔ لَا، لَاتَ اور اِنْ ہیں۔ نمبرا۔ "مَا" بنو تمیم کی لغت میں یہ کچھ عمل نہیں کرتا۔ جیسے مَا زَيْدٌ قَائِمٌ اس میں زَيْدٌ مرفوع ہے مبتدا ہونے کی وجہ سے اور قَائِمٌ اس کی خبر (ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے) یہاں "مَا" نے ان دونوں میں کوئی عمل نہیں کیا یہ اس لئے کہ "مَا" اسم یا فعل پر داخل ہونے میں مخصوص نہیں ہے (بلکہ عام ہے اور دونوں پر داخل ہو جاتا ہے) جیسے مَا زَيْدٌ قَائِمٌ - وَمَا يَقُوْمُ زَيْدٌ - اور جو دخول کے اعتبار سے مخصوص نہ ہو تو اس کا حق یہی ہے کہ وہ عمل نہ کرے۔

اہل حجاز کی لغت میں (مَا) لَيْسَ والا عمل کرتا ہے اور چونکہ وہ لَيْسَ کے مشابہ ہے (یعنی مطلق استعمال ہوا ہے) اسلئے اطلاق کے موقع پر نفی حال کے معنی دے گا جیسے کہ لَيْسَ میں ہوتا ہے۔ اس لئے وہ (یعنی اہل حجاز) اس کے ذریعہ اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں جیسے مَا زَيْدٌ قَائِمًا۔ وقولہ تعالیٰ (مَاهٰذَا بَشَرًا) وَ (مَاهُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ) اور ایک غیر معروف شاعر کا شعر ہے۔

اَبْنَاءُ هَا مُتَكَنِّفُوْنَ (۱) اَبَاهُمُ (۲) حَنِقُوْا (۳) الصُّدُوْرِ وَمَا هُمْ اَوْلَادَهَا

الشاهد فیہ ، مَاهُمْ اَوْلَادَهَا اس میں (مَا) نے لَيْسَ والا عمل کیا ہے هُمْ اس کا اسم ہے اور اَوْلَادَهَا خبر منصوب ہے۔

ترجمہ : لشکر کے بیٹے اپنے قائد کو گھیرے ہوئے ہیں کینہ سے بھرپور سینوں والے ہیں اور اس کی اولاد نہیں ہیں۔

حجازیوں کے نزدیک ما کے عمل کے لئے چھ شرطیں ہیں۔

مصنف نے ان میں سے چار کا ذکر کیا ہے۔

شرطِ اول :۔ مَا کے بعد اِنْ زائدہ نہ ہو اگر ہو گا تو (مَا) کا عمل باطل ہو جائے گا جیسے مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ۔ قَائِمٌ کے رفع کے ساتھ ویسے بعض نے اس میں بھی عمل جائز رکھا ہے۔

شرطِ ثانی :۔ اِلَّا کے ساتھ (مَا) کی نفی ختم نہ کی گئی ہو جیسے مَا زَيْدٌ اِلَّا قَائِمٌ اب اس میں قَائِمٌ کی نصب جائز نہیں ہے۔ ایسے ہی قولہ تعالیٰ (مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا) و (وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ) برخلاف اس کے جس نے ما کا عمل اس صورت میں بھی جائز رکھا ہے۔

---

(۱) گھیرے ہوئے ہیں (۲) انکا قائد (۳) کینہ سے بھرے ہوئے۔

شرطِ ثالث :۔ اس کی خبر جب غیر ظرف یا غیر جار مجرور ہو تو اس کے اسم پر مقدم نہ آئے اور اگر مقدم آئے گی تو مرفوع ہوگی جیسے مَاقَائِمٌ زَیْدٌ ۔۔ اور نہیں کہا جا سکتا مَاقَائِمًا زَیْدٌ ۔ ویسے اس میں اختلاف ہے اور اگر خبر ظرف یا جار مجرور ہو تو مقدم ہو سکتی ہے جیسے مَافِي الدَّارِ زَیْدٌ ۔ وَمَاعِنْدَكَ زَیْدٌ اور اس موقع پر (مَا) کے عامل یا غیر عامل ہونے میں اختلاف ہے ۔جس نے عامل مانا ہے اس نے ظرف اور مجرور کو نصب کی جگہ میں کہا ہے ۔ اور جس نے غیر عامل مانا ہے اسنے کہا کہ ظرف اور جار مجرور مابعد کی خبر ہونے کی وجہ سے موضع رفع میں ہیں ۔ اور یہ دوسری بات مصنف کی کلام سے ظاہر ہے جب اس نے (مَا) کے عمل میں شرط لگائی ہے کہ (مَا) کے بعد مبتدا اور خبر ایک معلوم ترتیب کے مطابق ہوں اور اس کے قول "وَتَرْتِیْبُ زُکِنْ" سے یہی مراد ہے اَیْ عُلِمَ (یعنی ترتیب معلوم و معروف ہو) اور اس کی مراد یہ ہے کہ مبتدا مقدم ہو اور خبر موخر ۔ جس کا مطلب بنا کہ اگر خبر مقدم ہوگی تو "مَا" کوئی عمل نہیں کرے گا خواہ خبر ظرف ہو یا جار مجرور یا کچھ اور ۔ اس بات کی مصنف نے اس کتاب کے علاوہ دوسری کتاب میں بھی وضاحت کی ہے ۔

شرطِ رابع :۔ معمولِ خبر غیر ظرف اور غیر جار مجرور ہوتے ہوئے اسم پر مقدم نہ ہو اگر مقدم ہوا تو (مَا) کا عمل باطل ہو جائے گا ۔ جیسے مَاطَعَامَكَ زَیْدٌ اٰکِلٌ اب اس میں اٰکِلٌ کی نصب ناجائز ہے اور جس نے تقدم خبر کے ساتھ عمل کے باقی رہنے کو جائز رکھا ہے وہ تاخرِ خبر و تقدمِ معمولِ (خبر) کی صورت میں عمل کے باقی رہنے کو بطریق اولی جائز رکھتا ہے (جیسے مَاطَعَامَكَ زَیْدٌ اٰکِلًا) اور کہا جاتا ہے کہ یہ لازمی نہیں ہے (یعنی یہ کہ جو تقدم خبر کے ساتھ عمل کے باقی رہنے کو جائز سمجھتا ہے ۔ لازمی نہیں کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ تاخر خبر اور تقدم معمول کی صورت میں عمل کے باقی رہنے کو ضرور جائز رکھتا ہو ۔) یہ اس لئے کہ معمول کے مقدم ہونے کی صورت میں جو ما کو عمل دیا جاتا ہے وہ اس لئے دیا جاتا ہے کہ حرف (عامل) اور معمول میں فاصلہ ہوتا ہے ۔ جبکہ خبر مقدم

ہونے کی صورت میں فاصلہ نہیں رہتا بلکہ معمول اور عامل اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ (جیسے مَاطَعَامَكَ (۱) آكِلًا (۲) زَيْدٌ (۳) اور اگر معمول ظرف یا جار مجرور ہو گا تو عمل باطل نہ ہو گا جیسے مَاعِنْدَكَ زَيْدٌ مُقِيمًا - وَمَا اَنْتَ بِيْ اَنْتَ مَعْنِيًّا (یعنی آپ مجھے مقصود نہیں ہیں) چونکہ ظروف اور مجرورات میں جو وسعت ہے وہ دوسروں میں نہیں ہے۔ اور یہ شرط کلام مصنف سے مفہوم ہے چونکہ اس نے معمول خبر کے ظرف یا جار مجرور ہونے پر اس کے تقدیم جواز کی تخصیص کی ہے۔

شرطِ خامس :- یہ ما مکرر نہ آئے ورنہ عمل باطل ہو جائے گا جیسے مَا مَا زَيْدٌ قَائِمٌ (اس میں پہلا نافیہ ہے اور دوسرا نفی کا نافی ہے اس لئے اثبات ہو گیا)۔ اس میں قائم کی نصب ناجائز ہے۔ ویسے بعض نے اسے جائز کہا ہے۔

شرطِ سادس :- یہ کہ مَا کی خبر کا بدل موجب نہ آئے اگر ایسا بدل آئے گا تو اس کا عمل باطل ہو گا جیسے مَا زَيْدٌ بِشَيْئٍ اِلَّا شَيْئٌ لَا يُعْبَأُ بِهٖ (یعنی زید کوئی شئ نہیں مگر ایسی شئ جس کی کوئی حیثیت نہیں)۔ اس میں بِشَيْئٍ مبتدا زید سے بطورِ خبر موضع رفع میں ہے اور جائز نہیں کہ ما کی خبر بن کر نصب کی جگہ ہو (چونکہ اس میں ما کا عمل باطل ہے اس لئے اس کی خبر کا بدل موجب آیا ہے) ویسے ایک قوم نے اس کی اجازت دی ہے اور امام سیبویہ کا قول دونوں کا احتمال رکھتا ہے یعنی یہ کہ شرط ہو کہ اس کی خبر کا بدل موجب نہ آئے یا شرط نہ رکھی جائے چونکہ اس نے مثال مذکور مَا زَيْدٌ بِشَيْئٍ ---- اِلٰى اٰخِرِهٖ) ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس میں لغتِ حجاز اور لغتِ بنو تمیم دونوں برابر ہیں۔ سیبویہ کی کتاب کی شرح کرنے والوں نے اختلاف کیا ہے کہ اِسْتَوَتِ اللُّغَتَانِ سے کیا مراد ہے یعنی ایک قوم نے کہا ہے کہ اس کا مرجع مراد ہے اور مراد اس اسم سے ہے جو اِلَّا سے قبل ہے مطلب یہ ہے کہ اس میں (مَا) کا عمل نہیں ہے اس میں دونوں لغتوں کے برابر کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسم مرفوع ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے (مَا) کے عمل کے

---

(۱) معمول خبر (۲) خبر مقدم۔ (۳) اسم مؤخر

لئے شرط رکھی ہے کہ (مَا) کی خبر کا بدل موجب نہ ہو۔ اور دوسری قوم نے کہا ہے کہ اس کا مرجع و مراد وہ اسم ہے جو اِلا کے بعد واقع ہوا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ مرفوع ہوگا خواہ (مَا) حجازیہ ہو یا تمیمیہ اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے (مَا) کے لئے اس کی خبر کے موجب بدل نہ آنے کی شرط نہیں رکھی دونوں قولوں کی توجیہ اور مختار کی ترجیح اس مختصر کتاب میں ممکن نہیں ہے۔ ویسے دوسرا قول ترجیحی ہے۔

---OOO---

وَرَفْعَ مَعْطُوْفٍ بِلٰكِنْ اَوْ بِبَلْ مِنْ بَعْدِ مَنْصُوْبٍ بِمَا اَلْزِمْ حَيْثُ حَلْ

ترجمہ:۔ ما کی وجہ سے منصوب کے بعد لٰکِنْ اور بَلْ کے ساتھ معطوف کو رفع دینا لازم مان وہ جہاں بھی واقع ہو۔

(ش) جب خبرِ مَا کے بعد حرف عطف واقع ہو تو وہ ایجاب و اثبات کا متقاضی ہوگا یا نہ (بلکہ منفی ہوگا) اگر ایجاب کا متقاضی ہوگا تو اس کے بعد والے اسم کا مرفوع ہونا یقینی ہو جائے گا اور نفی کے بعد ایجاب کا تقاضا کرنے والے حروف بَلْ اور لٰکِنْ ہیں جیسے آپ کہیں۔ مَا زَيْدٌ قَائِمًا لٰكِنْ قَاعِدٌ۔ اَوْ بَلْ قَاعِدٌ اس اسم کا مرفوع ہونا واجب ہے اس بنا پر کہ یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ اور تقدیر عبارت ہے۔ بَلْ هُوَ قَاعِدٌ یا لٰكِنْ هُوَ قَاعِدٌ۔ خبرِ مَا پر عطف کرتے ہوئے قَاعِدٌ کی نصب ناجائز ہے چونکہ مَا موجب (مثبت) پر عمل نہیں کرتا ہوتا ۔ اور اگر حرفِ عطف ایجاب کا متقاضی نہ ہو۔ جیسے واوٗ وغیرہ ہے تو نصب اور رفع دونوں جائز ہیں اور نصب مختار ہے جیسے مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلَا قَاعِدًا اور رفع بھی جائز ہے جیسے مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلَا قَاعِدٌ اور رفع میں وہ مبتدا محذوف کی خبر ہوگا اور تقدیر ہوگی وَلَا هُوَ قَاعِدٌ

نوٹ۔ مصنف کی تخصیص سے مفہوم ہے کہ جو اسم بَلْ اور لٰکِنْ کے بعد آئے گا اس کا رفع واجب ہے اور ان دو کے علاوہ کسی کے بعد رفع واجب نہیں

---OOO---

وَبَعْدَ مَا وَلَيْسَ جَرَّ الْبَا الْخَبَرْ ۔۔۔ وَبَعْدَ لَا وَنَفْيِ كَانَ قَدْ يُجَرّ

ترجمہ: مَا اور لَیْسَ کے بعد خبر کو بَا (زائدہ اکثر) جر دیتی ہے اور لَا وَکَانَ کے مضارع منفی بِلَمْ کی خبروں کو (بَا زائدہ) کبھی کبھی جر دیتی ہے۔

(ش) لَیْسَ اور مَا کے بعد خبر میں با زائدہ ہو گی جیسے قولہ تعالیٰ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ) وَ (أَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ) وَ (وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ) وَ (وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ) بَا زائدہ ما حجازی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ (مَا) تمیمیہ کے بعد بھی زائدہ ہوتی ہے۔ البتہ ایک قوم کو اس میں اختلاف ہے اور سیبویہ و فراء نے بنو تمیم سے مَا کے بعد بَا زائدہ نقل کی ہے اور ویسے اس اختلاف و منع کی کوئی حیثیت نہیں جب یہ چیز ان کے اشعار میں موجود ہے۔ اور ابو علی فارسی کی رائے میں اضطراب ہے۔ ایک دفعہ اس نے کہا (بَا) زائدہ صرف (ما) حجازی کے بعد ہوتی ہے۔ دوسری دفعہ کہا (با) زائدہ خبر منفی میں ہوتی ہے۔

اور قلیل طور پر بَا زائدہ خبر لا میں آتی ہے جیسے سواد بن قارب الاسدی الدوسی کا شعر ہے:۔

فَكُنْ لِيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ ۔۔۔ بِمُغْنٍ فَتِيْلًا [1] عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

الشاھد فیہ۔ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ بِمُغْنٍ اس میں لَا کی خبر بِمُغْنٍ پر (بَا) زائدہ آگئی ہے جو کہ قلیل ہے

ترجمہ: ۔ میرے لیے اس دن کا سفارشی بن جس دن سفارش سواد بن قارب کے لئے کھجور کی گٹھلی کے شگاف کے دھاگے برابر بھی مفید نہ ہوگی

اور کَانَ کے مضارع منفی بِلَمْ کی خبر پر بھی قلیل طور پر (بَا) زائدہ آتی ہے۔ جیسے شنفری ازدی کا شعر ہے

---

(1) کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر۔

وَاِنْ مُدَّتِ الْاَیْدِیْ اِلَی الزَّادِ لَمْ اَکُنْ ‌ ‌ بِاَعْجَلِهِمْ اِذْ اَجْشَعُ (۱) الْقَوْمِ اَعْجَلُ

الشاھد فیہ -- لَمْ اَکُنْ بِاَعْجَلِهِمْ اس میں لَمْ اَکُنْ کی خبر بِاَعْجَلِهِمْ پر (بَا) زائدہ آئی ہے جو کہ قلیل ہے۔

ترجمہ :۔ اور اگر کھانے کی طرف ہاتھ پھیل گئے ہوں تو میں ان سے جلدی کرنے والا نہیں ہوں جب قوم کا سب سے بڑا لالچی بہت جلدی میں ہوتا ہے۔

--- ○○○---

فِي النَّكِرَاتِ اُعْمِلَتْ كَلَيْسَ لَا ‌ ‌ وَقَدْ تَلِيْ لَاتَ وَاِنْ ذَا الْعَمَلَا

ترجمہ :۔ لَيْسَ کی طرح لَا اسمائے نکرات میں عمل کرتا ہے اور کبھی لَاتَ اور اِن (نافیہ) بھی وہی عمل کرتے ہیں

وَمَا لِلَاتَ فِيْ سِوٰی حِيْنٍ عَمَلْ ‌ ‌ وَحَذْفُ ذِي الرَّفْعِ فَشَا وَالْعَكْسُ قَلّ

ترجمہ :۔ اور لَاتَ کے لیے لفظِ الْحِيْن کے سوا میں عمل نہیں اور (اس کے اسم) مرفوع کو حذف کرنا مشہور ہوا ہے اور اس کے برعکس کم ہے۔

(ش) پہلے بات ہو چکی ہے کہ لَيْسَ والا عمل کرنے والے حروف کل چار ہیں مَا، لَا، لَاتَ، اِنْ ان میں سے ما کی بات ہو گئی ہے۔ اب (باقی تین) لَا، لَاتَ اور اِنْ کی بات ذکر ہوتی ہے۔

لَا -یہ حجازیوں کے نزدیک لَيْسَ والا عمل کرتا ہے۔ جبکہ بنو تمیم اس کو مہمل (غیر عامل) مانتے ہیں۔ اور حجازیوں کے نزدیک لَا کے عمل کے لئے تین شرطیں ہیں۔

لَا کی شرطِ اول -یہ کہ اسم اور خبر دونوں نکرہ ہوں جیسے لَا رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْكَ ایسے ہی ایک غیر معروف شاعر کا شعر ہے

(۱) قوم کا سب سے بڑا لالچی۔

تَعَزَّ (۱)فَلَا شَيْءٌ عَلَى الْأَرْضِ بَاقِيَا　　　وَلَا وَزَرٌ (۲)مِمَّا قَضَى اللّٰهُ وَاقِيَا (۳)

الشاهد فيه — لَا شَيْءٌ بَاقِيًا — لَا کا اسم اور خبر دونوں نکرہ ہیں۔

ترجمہ:۔ صبر کیجئے زمین پر کوئی چیز باقی رہنے والی نہیں ہے اور نہ کوئی جائے پناہ ہے جو اللہ کے فیصلہ کے بعد بچا سکے۔

ایک دوسرے شاعر کا شعر ہے

نَصَرْتُكَ إِذْ لَا صَاحِبٌ غَيْرُ خَاذِلٍ (۴)　　　فَبُوِّئْتَ (۵)حِصْنًا بِالْكُمَاةِ (۶)حَصِينًا (۷)

الشاهد فيه — لَا صَاحِبٌ غَيْرُ خَاذِلٍ لَا کا اسم اور خبر دونوں نکرہ ہیں اور لَا نے لَيْسَ والا عمل کیا ہے۔

ترجمہ:۔ میں نے تیری مدد کی جب سوائے رسوائی دلانے والے کے تیرا کوئی ساتھی نہ تھا یعنی تجھے ہر طرح کے اسلحہ سے بھرپور ایک قلعہ میں پناہ دی گئی۔

اور بعض کا خیال ہے کہ (لَا) بھی بھی معرفہ میں بھی عمل کرتا ہے اور انہوں نے نابغہ کے درج ذیل اشعار پڑھے ہیں۔

بَدَتْ فِعْلَ ذِي وُدٍّ، فَلَمَّا تَبِعْتُهَا　　　تَوَلَّتْ، وَبَقَّتْ حَاجَتِي فِي فُؤَادِيَا

وَحَلَّتْ سَوَادَ الْقَلْبِ لَا أَنَا بَاغِيًا　　　سِوَاهَا، وَلَا عَنْ حُبِّهَا مُتَرَاخِيَا

الشاهد فيه ، لَا أَنَا بَاغِيًا ، لَا کا اسم (أَنَا) معرفہ ہے اور خبر (بَاغِيًا) نکرہ ہے مگر اس نے عمل لَيْسَ جیسا کیا ہے۔

ترجمہ: میری محبوبہ نے ۔ محبت والا فعل ظاہر کیا۔ جب میں اس کے پیچھے لگا تو وہ واپس ہو گئی اور میری خواہش میرے دل ہی دل میں باقی رہ گئی (اور پوری نہ ہو سکی)۔

---

(۱) صیغہ امر ہے۔ صبر کرو (۲) جائے پناہ۔ (۳) بچانے والا۔
(۴) رسوا کرنے والا (۵) تجھے پناہ دی گئی۔ (۶) اسلحہ کے ساتھ۔ (۷) بھرپور تھا۔

وہ (محبوبہ) دل کی گہرائیوں میں اتر گئی۔ میں اس کے سوا کسی اور کا متلاشی نہ تھا اور نہ اس کی محبت سے پیچھے ہٹنے والا تھا۔

مصنف کی کلام اس شعر کے بارہ میں مختلف ہوگئی ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ اس کی تاویل کی گئی ہے اور کبھی کہتا ہے اس میں قیاس کی گنجائش ہے۔

شرطِ ثانی:۔لَا۔ کی خبر اسم پر مقدم نہ ہو جیسے لَاقَائِمًا رَجُلٌ کہنا ناجائز ہے۔

شرطِ ثالث:۔اِلَّا کے ساتھ لا کی نفی ختم نہ کی گئی ہو جیسے یہ کہنا جائز ہے۔لَا رَجُلٌ اِلَّا اَفْضَلَ مِنْ زَيْدٍ۔ اَفْضَلَ کی نصب کے ساتھ ناجائز ہے۔ جبکہ یہاں رفع واجب ہے۔

نوٹ:۔ مصنف نے یہ دو شرطیں (۲، ۳) پیش نہیں کی ہیں۔

اِنْ نافیہ۔اکثر بصریوں اور امام فرا کا مذہب ہے کہ یہ کوئی عمل نہیں کرتا۔ اور امام فرا کے برخلاف کوفی نحوی کہتے ہیں کہ یہ لَیْسَ والا عمل کرتا ہے ایسے ہی بصریوں میں سے ابو العباس المبرد، ابوبکر بن سراج، ابو علی فارسی اور ابو الفتح الجنی بھی اِنْ کے عمل کے قائل ہیں اور مصنف نے بھی اسی کو پسند کیا ہے اور مصنف کا یہ بھی خیال ہے کہ سیبویہ کی کلام میں اس طرف اشارہ ہے اور اس کا سماع بھی ہوا ہے۔ اور ایک غیر معروف شاعر کا درج ذیل شعر بھی ہے۔

اِنْ هُوَ مُسْتَوْلِيًا (۱) عَلٰى اَحَدٍ اِلَّا عَلٰى اَضْعَفِ الْمَجَانِيْنِ

الشاھد فیہ، اِنْ هُوَ مُسْتَوْلِيًا۔ اِنْ نافیہ لَیْسَ کے عمل والا ہے هُوَ۔ اِنْ کا اسم مرفوع ہے مُسْتَوْلِيًا خبر منصوب ہے۔

ترجمہ: اس کو کسی پر کوئی تصرف نہیں سوائے کمزور ترین پاغل کے۔ ایک دوسرے شاعر کا قول ہے۔

(۱) کسی پر کوئی اختیار رکھنا

إِنِ الْمَرْءُ مَيْتًا بِانْقِضَاءِ حَيَاتِهِ وَلٰكِنْ بِأَنْ يُبْغٰى عَلَيْهِ فَيُخْذَلَا

الشاهد فيه ، إِنِ الْمَرْءُ مَيْتًا - إِنْ نافیہ نے لَيْسَ والا عمل کیا ہے - اَلْمَرْءُ کو اسم بناکر رفع دیا ہے اور مَيْتًا کو خبر بناکر نصب کی ہے -

ترجمہ : انسان زندگی ختم ہونے سے نہیں مرتا لیکن (مرتا ہے تو اس صورت میں کہ) اس پر زیادتی کی جائے اور اسے ذلیل کیا جائے -

محتسب میں ابن جنی نے ذکر کیا کہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے پڑھا (إِنِ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ عِبَادًا اَمْثَالُكُمْ) بِسُكُوْنِ النُّوْنِ - إِنْ - وَبِنَصْبِ الْعِبَادِ اور إِنْ کے اسم و خبر کے لئے نکرہ ہونا شرط نہیں ہے بلکہ نکرہ میں عمل کرتا ہے اور معرفہ میں بھی - جیسے (إِنْ رُجُلٌ قَائِمًا ، وَإِنْ زَيْدٌ الْقَائِمَ ، وَإِنْ زَيْدٌ قَائِمًا)

(لَاتَ یہ (لا نافیہ ہی ہے بس اس میں تائے تانیث مفتوحہ کا اضافہ کر دیا گیا ہے - مذہب جمہور ہے کہ یہ (لیس والا عمل کرتا ہے یعنی اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے)- لیکن اس اعتبار سے خاص ہے کہ اس کے اسم خبر اکٹھے نہیں آتے بلکہ ایک ذکر کیا جاتا ہے لسانِ عرب میں اکثر اس کے اسم کو حذف کیا جاتا ہے اور خبر باقی رکھی جاتی ہے اسی سے ہے قولہ تعالیٰ (وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ) حِيْنَ کے نصب کے ساتھ اس میں اسم حذف ہے اور خبر باقی رکھی ہے تقدیر عبارت تھی - وَلَاتَ اَلْحِيْنُ حِيْنَ مَنَاصٍ - اَلْحِيْنَ اس کا اسم ہے اور حِيْنَ مَنَاصٍ اس کی خبر - اور شذوذاً پڑھا گیا ہے - (وَلَاتَ حِيْنُ مَنَاصٍ) حِيْنُ کے رفع کے ساتھ بطور اسمِ لَاتَ اور خبر محذوف ہے اور تقدیر عبارت ہوگی - وَلَاتَ حِيْنُ مَنَاصٍ لَهُمْ - اَیْ وَلَاتَ حِيْنُ مَنَاصٍ كَائِنًا لَهُمْ اور یہی مراد ہے مصنف کے قول (حَذْفُ ذِي الرَّفْعِ - إِلٰى اٰخِرِ الْبَيْتِ) سے (یعنی لَاتَ کا اسم مرفوع ہے اور خبر موجود ہے جیسے قولِ اول ہے) اور مصنف نے وَمَالِلَاتَ فِيْ سِوٰى حِيْنٍ عَمَلْ) کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے جو سیبویہ نے ذکر کیا ہے کہ لَاتَ صرف (حِيْن) میں عمل کرتا

ہے۔اب اس میں نحوی لوگوں کا اختلاف ہے۔ایک قوم کا خیال ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ یہ صرف لفظ اَلْحِیْن میں عمل کرتا ہے اس کے مترادفات (اَلسَّاعَۃ وغیرہ) میں عمل نہیں کرتا۔دوسری قوم نے کہا کہ اَسْمَاءِ زمان میں عمل کرتا ہے وہ اَلْحِیْن ہو یا اس کا کوئی مترادف۔اور مترادفات میں عمل دینے والے نے محمد بن عیسی بن طلحہ التیمی کا شعر پیش کیا ہے۔

نَدِمَ الْبُغَاۃُ وَلَاتَ سَاعَۃَ مَنْدَمِ وَالْبَغْیُ مَرْتَعُ[1] مُبْتَغِیْہِ وَخِیْمُ[2]

(۲) الشاھد فیہ: وَلَاتَ سَاعَۃَ مَنْدَمِ - اس میں لَاتَ نے حِیْن کے مترادف سَاعَۃ پر نصب کا عمل کیا ہے۔

ترجمہ: باغی شرمندہ ہوئے جب کہ وقت شرمندگی کا نہ تھا اور بغاوت ناموافق مکان و وقت والے کے لئے ایک قسم کا کھیل کا میدان ہوتا ہے جسے وہ تلاش کر رہا ہوتا ہے۔

مصنف کی کلام دونوں قولوں کو متحمل ہے اور موصوف نے التسہیل میں دوسرے قول (یہ کہ لَاتَ اَسْمَاءِ زمان میں عمل کرتا ہے) کو قوی کہا ہے۔جب کہ امام اخفش کا مذہب ہے کہ وہ کچھ عمل نہیں کرتا اور اگر اس کے بعد اسم منصوب نظر آئے تو اس کا ناصب فعل مقدر ہو گا اور تقدیر عبارت ہوگی (لَاتَ اَرَی حِیْنَ مَنَاصٍ) اور اگر مرفوع ہو تو وہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور تقدیر عبارت ہوگی (لَاتَ حِیْنُ مَنَاصٍ کَائِنٌ لَھُمْ) واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) کھیل کا میدان (۲) ناموافق جگہ

اَفعَالُ الْمُقَارَبَةِ

كَكَانَ كَادَ وَعَسٰى لٰكِنْ نَدَرْ غَيْرُ مُضَارِعٍ لِهٰذَيْنِ خَبَرْ

ترجمہ: کَانَ کی طرح کَادَ اور عَسٰی بھی (جملہ اسمیہ پر) عمل کرتے ہیں لیکن ان کی خبر کے طور پر غیر مضارع کا آنا نادر ہے۔

(ش) یہ افعال ناسخہ لِلْاِبْتِدَا کی دوسری قسم ہے جو کَادَ اور اس کی اخوات پر مشتمل ہے۔ اور مصنف نے ان میں سے گیارہ کا ذکر کیا ہے۔ عَسٰی کے سوا باقی کے افعال ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ امام زاہد نے امام ثعلب سے نقل کیا ہے کہ وہ (عَسٰی) حرف ہے اور یہ بات امام ابن السراج کی طرف بھی منسوب ہے۔ ویسے صحیح یہ ہے کہ وہ فعل ہے چونکہ اس کے اور اس کی اخوات کے ساتھ تا فاعل ملتی ہے جیسے عَسَيْتُ، عَسَيْتَ، عَسَيْتُمَا، عَسَيْتُمْ، عَسَيْتُنَّ ان کو افعالِ مقاربہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ سب کے سب مقاربہ نہیں ہیں بلکہ ان کی تین قسمیں ہیں۔

قسمِ اول۔ جو مقاربت کے معنی پر دلالت کرتے ہیں جیسے کَادَ، کَرَبَ، اَوْشَكَ

قسمِ ثانی۔ جو امید کے معنی پر دلالت کرتے ہیں جیسے عَسٰی، حَرٰی، اِخْلَوْلَقَ۔

قسمِ ثالث۔ جو ابتدا اور شروع کے معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے جَعَلَ، طَفِقَ، ... عَلِقَ۔

... کے نام کی بنا پر کل کا نام۔ افعالِ مقاربہ رکھ دیا گیا ہے۔

افعالِ مقاربہ کا عمل :-

یہ سب مبتدا و خبر پر داخل ہوتے ہیں۔ مبتدا کو بطور اسم رفع دیتے ہیں اور خبر بطور خبر نصب کی جگہ ہوتی ہے اور یہی مراد ہے اس کے قول (کَکَانَ کَادَ وَعَسٰی) سے۔ لیکن خبر اس باب میں (یعنی کَادَ وغیرہ کی خبر) صرف فعل مضارع ہوتی ہے جیسے کَادَ زَیْدٌ یَقُوْمُ وَعَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ اور عَسٰی وَ کَادَ کے بعد اسم کا بطورِ خبر آنا نادر ہی ہوتا ہے جیسے ایک غیر معروف شاعر کا قول ہے۔

اَکْثَرْتَ فِي الْعَذْلِ (۱) مُلِحًّا دَائِمًا (۲) لَاتُکْثِرَنْ اِنِّیْ عَسَیْتُ صَائِمًا

الشاهد فيه — عَسَیْتُ صَائِمًا اس میں عسٰی کی خبر نادر طور پر (صَائِمًا اسم آئی ہے جبکہ وہ ہمیشہ فعل مضارع ہوتی ہے]

ترجمہ ۔تو اکثر و بیشتر ملامت کرنے پر چمٹا رہتا ہے نہ زیادہ ملامت کر میں ماضی قریب سے روزے دار ہوں۔

ایسے ہی تابط شر ثابت بن جابر بن سفیان کا شعر ہے۔

فَاُبْتُ اِلٰي فَهْمٍ (۳) وَ مَاکِدْتُّ آئِبًا وَ کَمْ مِثْلِهَا فَارَقْتُهَا وَهِیَ تَصْفِرُ (۴)

الشاهد فيه — وَمَا کِدْتُّ آئِبًا اس میں بھی کَادَ کی خبر نادر طور پر اسم آئِبًا آگئی ہے۔

ترجمہ میں اپنے قبیلہ فہم کی طرف واپس آگیا جبکہ واپسی ممکن نہیں تھی اور میں [کتنی ہی مشکل] جگہوں سے واپس ہوا جبکہ وہ [میرے بچ کر نکل جانے پر] افسردہ [اور متعجب] تھیں۔

اور مصنف کے قول (لٰکِنْ نَدَرَ — اِلٰي اٰخِرِ الْبَیْتِ) سے یہی مراد ہے [یہ نادر ہے کہ خبر اسم آئے] لیکن مصنف کا غیر مضارع بولنے میں اس چیز کا وہم دلاتا ہے کہ

---

(۱) ملامت کرنا (۲) چمٹا رہنا (۳) شاعر کا قبیلہ ہے (۴) افسردہ ہونا

لفظ (غیر مضارع) کے تحت اسم 'ظرف' جار مجرور' جملہ اسمیہ 'فعلیہ بغیر مضارع کے سب شامل ہیں۔

حالانکہ ان میں سے کسی کا بھی کَادَ وَعَسٰی کی خبر بن کر آنا نادر نہیں۔ بلکہ نادر یہ ہے کہ خبر اسم بن کر آئے جبکہ ان [اسم، ظرف، جار مجرور، جملہ اسمیہ، فعلیہ بغیر مضارع] کا۔ کَادَ وَ عَسٰی کی خبر بن کر آنا تو سنا ہی نہیں گیا۔ جیسے پہلے گزرا ہے۔

---○○○---

وَ کَوْنُہٗ بِدُوْنِ اَنْ بَعْدَ عَسٰی نَزْرٌ وَّ کَادَ الْاَمْرُ فِیْہِ عُکِسَا

ترجمہ عَسٰی کے بعد خبر کا اَنْ بغیر آنا اکثر ہے اور کَادَ کا معاملہ اس کے برعکس ہے [یعنی بغیر اَنْ قلیل ہے]

ش ۔یعنی عسی کی خبر پر اَنْ کا آنا کثیر ہے جبکہ اس کا بغیر اَنْ کے آنا قلیل ہے یہ مذہب امام سیبویہ کا ہے جبکہ جمہور بصریوں کا مذہب یہ ہے کہ عَسٰی کی خبر اَنْ سے خالی نہیں ہوتی سوائے شعر کے اور قرآن پاک میں اس کی خبر پر ان ضرور استعمال ہوا ہے جیسے (فَعَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ) وَ (عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ) اور اَنْ کے بغیر ھدبہ بن خشرم العذری کا شعر ہے۔

عَسَی الْکَرْبُ الَّذِیْ اَمْسَیْتَ فِیْہِ یَکُوْنُ وَرَاءَہٗ فَرَجٌ[1] قَرِیْبُ

الشاھد فیہ ۔یَکُوْنُ وَرَاءَہٗ۔ عَسٰی کی خبر فعل مضارع بغیر اَنْ ہے۔

ترجمہ قریب ہے کہ جس تکلیف میں آپ ہیں اس کے جلد بعد ہی آسانی اور خوشحالی آجائے۔

ایک غیر معروف شاعر کا قول ہے۔

وَ اَلْزَمُوْا اِخْلَوْلَقَ اَنْ مِثْلَ حَرٰی وَبَعْدَ اَوْشَكَ اِنْتِفَا اَنْ نَزُرَا

---

(1) آسانی و خوشحالی

ترجمہ: انھوں نے حرٰی کی طرح اِخْلَوْلَقَ [کی خبر کے ساتھ] اَنْ کو لازمی کیا ہے اور اَوْشَكَ کے بعد اَنْ کا نہ ہونا قلیل ہے۔

(ش) ۔ یعنی حرٰی رَجَاءِ فعل [یعنی امید فعل] پر دلالت کرنے میں عسٰی کی طرح ہے لیکن اس کی خبر پر اَنْ کا آنا واجب ہے جیسے حرٰی زَیْدٌ اَنْ یَقُوْمَ ۔ شعر ہو یا غیر شعر اس کی خبر اَنْ کے بغیر نہیں آتی اسی طرح اِخْلَوْلَقَ کی خبر کے ساتھ اَنْ کا آنا لازمی ہے جیسے اِخْلَوْلَقَتِ السَّمَاءُ اَنْ تُمْطِرَ اور یہ مثال سیبویہ کی پیش کردہ مثالوں میں سے ہے۔ اور اَوْشَكَ کی خبر پر اَنْ اکثر آتا ہے اور قلیل ہی حذف ہوتا ہے ۔ ـــــــــ اور اَنْ کی مثال ایک غیر معروف شاعر کا شعر ہے۔

وَ لَوْ سُئِلَ النَّاسُ التُّرَابَ لَاَوْشَكُوْا   اِذَا قِيْلَ هَاتُوْا اَنْ يَمَلُّوْا (۱) وَيَمْنَعُوْا

الشاهد فیہ — اَنْ یَمَلُّوْا — اَوْشَكَ کی خبر اَنْ کے ساتھ آئی ہے۔

ترجمہ ۔ اگر لوگوں سے مٹی کا بھی سوال کیا جائے اور کہا جائے لاؤ تو قریب ہے کہ وہ اکتا جائیں اور مٹی بھی نہ دیں۔

اَنْ کے بغیر کی مثال ۔ امیہ بن ابی الصلت کا شعر ہے۔

يُوْشِكُ مَنْ فَرَّ مِنْ مَنِيَّتِهِ (۲)   فِيْ بَعْضِ غِرَّاتِهِ (۳) يُوَافِقُهَا

الشاهد فیہ — يُوَافِقُهَا — خبر بغیر اَنْ کے ہے۔

ترجمہ: قریب ہے جو اپنی موت سے (ڈر کر) بھاگے وہ کسی اپنی غفلت کی وجہ

عَسٰى فَرَجٌ يَّاْتِيْ بِهِ اللّٰهُ اَنَّهٗ   لَهٗ كُلَّ يَوْمٍ فِيْ خَلِيْقَتِهِ اَمْرٌ

الشاهد فیہ يَاْتِيْ بِهِ اللّٰهُ — عسٰی کی خبر فعل مضارع بغیر اَنْ کے آئی ہے۔

ترجمہ ۔ قریب ہے کہ اللہ تعالی کشادگی اور آسانی لے آئے چونکہ اسے اپنی مخلوق

---

(۱) اکتا جائیں

میں ہر روز فیصلہ اور معاملہ کرنا ہوتا ہے۔

کَادَ کے متعلق مصنف نے ذکر کیا ہے کہ وہ عَسٰی کے برعکس ہے تو اسکی خبر اکثر بغیر اَنْ آئے گی اور کبھی اَنْ کے ساتھ آئے گی اور یہ اندلسیوں کی بات کے خلاف ہے جو انہوں نے کہا ہے کہ کَادَ کی خبر اَنْ کے ساتھ صرف شعروں کے ساتھ مخصوص ہے اَنْ کے بغیر خبر کی مثال ہے۔قوله تعالي [فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ] وَ [مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ] اور اَنْ سمیت خبر کی مثال ہے قوله صلى الله عليه وسلم [مَا كِدْتُّ اَنْ اُصَلِّيَ الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ اَنْ تَغْرُبَ] ایسے ہی محمد بن مناذر کا شعر ہے۔

كَادَتِ النَّفْسُ اَنْ تَفِيْضَ (۱) عَلَيْهِ　　　اِذْغَدَا حَشْوَ (۲) رَيْطَةٍ (۳) وَبُرُوْدِ

(۴) الشاهد فيه اَنْ تَفِيْضَ – کَادَ کی خبر اَنْ کے ساتھ آئی ہے۔

ترجمہ قریب تھا کہ نفس اس پر قربان ہو جائے جب وہ کفن کے ٹکڑوں اور چادروں میں لپٹا ہوا تھا۔

---ooo---

وَكَعَسٰى حَرٰى وَلٰكِنْ جُعِلَا　　　خَبَرُهَا حَتْمًا بِاَنْ مُتَّصِلَا

ترجمہ حرٰی [کام کی امید پر دلالت کرنے میں عَسٰی کی طرح ہے] لیکن حرٰی کی خبر پر اَنْ کا متصل ہونا حتمی اور لازمی ہے۔

سے اس میں واقع ہی ہو جائے

---ooo---

وَمِثْلُ كَادَ فِي الْاَصَحِّ كَرَبَا　　　وَتَرْكُ اَنْ مَعَ ذِي الشُّرُوْعِ وَجَبَا

ترجمہ: صحیح قول کے مطابق کَرَبَ کَادَ کی طرح ہے اور جس فعل کا معنی شروع

(۱) قربان ہونا (۲) کفن میں لپٹنا (۳) کفن کے کپڑے کا ٹکڑا (۴) جمع ہے بردن بمعنی چادر

کرنے کا ہو اس کی خبر پر اَنْ نہیں آئے گا۔

كَأَنْشَأَ السَّائِقُ يَحْدُو وَ طَفِقَ كَذَا جَعَلْتُ وَ أَخَذْتُ وَ عَلِقَ

ترجمہ: جیسے اَنْشَأَ السَّائِقُ يَحْدُوْ، وَطَفِقَ --- اسی طرح جَعَلْتُ ---
وَ اَخَذْتُ --- وَعَلِقَ ---

(ش) سیبویہ نے ذکر کیا ہے کہ کَرَبَ کی خبر اَنْ کے بغیر آئے گی۔ اور مصنف نے سمجھا ہے کہ صحیح بات اس کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ کَرَبَ مثل کَادَ کے ہے اس لئے اکثر اس کی خبر اَنْ کے بغیر ہوگی اور کبھی اَنْ کے ساتھ۔ اور اَنْ بغیر کی مثال بنو طی کے ایک شاعر کا شعر ہے

كَرَبَ الْقَلْبُ مِنْ جَوَاهُ (۱) يَذُوبُ حِيْنَ قَالَ الْوُشَاةُ (۲) هِنْدُ غَضُوبُ

الشاهد فيه – يَذُوْبُ، خبر کَرَبَ بغیر اَنْ کے ہے۔

ترجمہ: قریب تھا کہ شدت غم کی وجہ سے دل پگھل جاتا جب چغل خوروں اور فسادیوں نے کہا کہ ھندہ غصے ہوگئی ہے۔

اَنْ سمیت خبر کی مثال ہے ابو یزید اسلمی کا شعر۔

سَقَاهَا ذَوُوا الْاَحْلَامِ (۳) سَجْلاً (۴) عَلَى الظَّمَا وَقَدْ كَرَبَتْ اَعْنَاقُهَا اَنْ تَقَطَّعَا

الشاهد فيه، اَنْ تَقَطَّعَا۔ اس میں کَرَبَ کی خبر اَنْ کے ساتھ آگئی ہے۔

ترجمہ: عقل والوں نے ان کی شدید پیاس پر ان کی رگوں کو پانی بھرا ڈول پلایا اس حال میں کہ شدت پیاس کی وجہ سے ان کی گردنیں کٹنے کے قریب تھیں (یعنی وہ قریب الموت تھے)

کَرَبَ میں مشہور فتح را ہے ویسے کسرہ بھی منقول ہے (وَتَرْكُ اَنْ مَعَ ذِي الشُّرُوْعِ وَجَبَا) کا مطلب ہے جو فعل شروع کے معنی پر دلالت کرے گا اس کی خبر پر

---

(۱) شدت غم (۲) چغل خور، مفسد (۳) عقل والوں نے (۴) پانی بھرا ڈول (۵) سخت پیاس پر

اَنْ لانا ناجائز ہے یہ اس لئے کہ فعل سے حال کا معنی مقصود ہوتا ہے جب کہ اَنْ استقبال کا معنی دیتا ہے اس طرح اس میں تضاد پیدا ہو سکتا ہے۔ جیسے اَنْشَأَ السَّائِقُ یَحْدُوْ (بمعنی اونٹ چلانے والے نے گانا شروع کر دیا) وَطَفِقَ زَیْدٌ یَدْعُوْ ... وَجَعَلَ یَتَکَلَّمُ، وَاَخَذَ یَنْظِمُ، وَعَلِقَ یَفْعَلُ کَذَا۔

---○○○---

وَاسْتَعْمَلُوْا مُضَارِعًا لِاَوْشَکَا　　وَکَادَ لَا غَیْرُ وَزَادُوْا مُوْشِکَا

ترجمہ: انہوں نے اَوْشَکَ اور کَادَ کا مضارع استعمال کیا ہے جب کہ باقی افعال مقاربہ کا مضارع استعمال نہیں ہوا۔ اور اَوْشَکَ کے اسم فاعل مُوْشِکٌ کا اضافہ بھی کیا ہے (یعنی استعمال کیا ہے)

(ش) اس بابِ (مقاربہ) کے افعال متصرف (گردانوں والے) نہیں ہوتے ماسوائے کَادَ اور اَوْشَکَ کے ان کے مضارع کا استعمال کبھی کبھی ہوتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ (یَکَادُوْنَ یَسْطُوْنَ) اور ایسے ہی امیہ بن ابی الصلت کا شعر ہے۔

یُوْشِکُ مَنْ فَرَّ مِنْ مَنِیَّتِہِ (1)

الشاھد فیہ — اَوْشَکَ کا مضارع یُوْشِکُ استعمال ہوا ہے۔

اصمعی کا خیال ہے کہ یُوْشِکُ صرف مضارع ہی استعمال ہوتا ہے اس کی ماضی اَوْشَکَ استعمال نہیں ہوتی مگر یہ قول غیر جید ہے۔ اور امام خلیل نے ماضی کا استعمال بیان کیا ہے۔ اور مذکورہ شاعر امیہ بن ابی الصلت ہی کا ایک شعر ہے۔

وَلَوْ سُئِلَ النَّاسُ التُّرَابَ لَاَوْشَکُوْا　اِذَا قِیْلَ ھَاتُوْا اَنْ یَمَلُّوْا وَیَمْنَعُوْا

الشاھد فیہ — اس میں اَوْشَکُوْا ماضی استعمال ہوئی ہے۔ البتہ یہ بات ٹھیک ہے کہ ماضی کا استعمال بہت کم ہے اور مضارع کا زیادہ۔

(1) مکمل شعر بمع ترجمہ ص 173 پر گزر گیا ہے۔

اور مصنف کے قول (وَزَادُوا مُوْشِكًا) کا مطلب ہے کہ اَوْشَكَ کا اسم فاعل بھی استعمال ہوتا ہے جیسے شاعر ابوسہم الہذلی کا شعر ہے۔

فَمُوْشِكَةٌ اَرْضُنَا اَنْ تَعُوْدَ　　خِلاَفَ (١) الْاَنِيْسِ وَحُوْشًا (٢) يَبَابَا

(٣) الشاهد فيه — فَمُوْشِكَةٌ — اَوْشَكَ سے اسم فاعل کا استعمال ہوا ہے۔

ترجمہ: قریب ہے کہ ہماری زمین پھر انسانوں سے خالی ہوجائے اور اس کے پنجرے بھی خالی خولی اور ویران ہوجائیں۔

اور اَوْشَكَ کے اسم فاعل کے ذکرِ خاص سے معلوم ہوتا ہے کہ کَادَ کا اسم فاعل استعمال نہیں ہوتا جبکہ حقیقت ایسے نہیں ہے بلکہ اسکا شعر میں استعمال موجود ہے جیسے کثیر بن عبدالرحمن کا شعر ہے۔

اَمُوْتُ اَسًى (٤) يومَ الرِّجَامِ، (٥) وَاِنَّنِيْ　　يَقِيْنًا لَرَهْنٌ (٦) بِالَّذِيْ اَنَا كَائِدُ (٧)

الشاهد فيه — اَنَا كَائِدٌ — کَادَ کا اسم فاعل استعمال ہوا ہے۔

ترجمہ: میں رجام کے دن غم سے مررہا ہوں اور میں یقیناً اسی کے رحم وکرم پر زندہ ہونگا جس کو میں ناکام کرنا چاہتا ہوں۔

کلامِ مصنف سے سمجھ آتی ہے کہ اس باب (مقاربہ) کے افعال سے ماسوائے کَادَ اور اَوْشَكَ کے کسی کا مضارع اور اسم فاعل نہیں آتا۔ جبکہ دوسرے نحویوں نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ انصاف کے مصنف نے عَسٰی کا مضارع اور اسم فاعل کا ذکر کیا ہے۔ عَسٰی يَعْسِيْ عَاسٍ اور جوہری نے طَفِقَ کا مضارع بیان کیا ہے اور امام کسائی نے جَعَلَ کا مضارع ذکر کیا ہے۔

--- ○○○ ---

بَعْدَ عَسٰى اِخْلَوْلَقَ اَوْشَكَ قَدْ يَرِدُ　　غِنًى بِاَنْ يَّفْعَلَ عَنْ ثَانٍ فُقِدْ

---

(١) انسانی آبادی سے خالی جگہ (٢) خالی پنجرہ (٣) خالی جگہ

(٤) غم وحزن (٥) اسم مکان ہے (٦) رحم وکرم پر (٧) ناکام کرنا چاہتا ہوں

ترجمہ: عَسٰی، اِخْلَوْلَقَ اور اَوْشَكَ کے بعد کبھی اَنْ یَّفْعَلَ (یعنی فعل مضارع با اَنْ فاعل کے ساتھ) دوسری خبرِ مفقود سے بے پرواہ ہو جاتا ہے (یعنی اس کو خبر کی ضرورت نہیں رہتی)۔

(ش) عَسٰی، اِخْلَوْلَقَ اور اَوْشَكَ تینوں ناقصہ اور تامہ استعمال ہونے میں خاص ہیں۔ ناقصہ کی بات تو پہلے ہو چکی ہے۔ اب تامہ کی بات ہو جائے۔ تامہ وہ ہوتا ہے جس کی اَنْ والے فعل مضارع کی طرف نسبت کی جائے جیسے عَسٰی اَنْ یَّقُوْمَ وَ اِخْلَوْلَقَ اَنْ یَّاْتِیَ وَ اَوْشَكَ اَنْ یَّفْعَلَ۔ ان مثالوں میں فعل مضارع اَنْ سمیت عَسٰی، اِخْلَوْلَقَ اور اَوْشَكَ کا فاعل ہے اور رفع کی جگہ میں ہے اور یہ تینوں خبر منصوب سے بے پرواہ ہیں۔ اور یہ اس وقت ہو گا جب اَنْ والے فعل کے بعد ایسا اسم ظاہر نہ آ رہا ہو جس کا اس فعل کے ساتھ مرفوع ہونا صحیح ہو۔ اور اگر فعل کو ایسا اسم ملے گا جیسے عَسٰی اَنْ یَّقُوْمَ زَیْدٌ۔ تو اس صورت میں استاذ ابو علی الشلوبین کے بقول واجب ہے کہ اسم ظاہر اَنْ والے فعل کی وجہ سے مرفوع ہو۔ یہ اَنْ والا فعل اپنے فاعل سمیت عَسٰی کا فاعل بنے اور تامہ ہو اور اس کی کوئی خبر نہ ہو۔ جب کہ امام مبرد، امام سیرافی اور امام فارسی نے شلوبین سے اتفاق بھی کیا ہے اور ایک وجہ اور بھی جائز کی ہے۔ وہ یہ کہ جو اسم اَنْ والے فعل کے بعد آیا ہے وہ عَسٰی کا اسم مرفوع ہو اور اور فعل اَنْ سمیت موضع نصب میں ہو کر (خبرِ عَسٰی بنے) اور عسی کے اسم پر مقدم ہو۔ اور اَنْ والے فعل کا فاعل ضمیر مقدر ہو جو عَسٰی کے فاعل کی طرف لوٹے چونکہ وہ نیت میں (اس فعل سے) مقدم ہے اور ذکر میں (اس فعل سے) موخر ہے۔ اس لئے اس ضمیر کو لوٹانا جائز ہے اور جب اَنْ والے فعل کے بعد والا اسم ظاہر تثنیہ، جمع اور مونث ہو گا تو پھر اس اختلاف کا فائدہ معلوم ہو گا۔ [جیسے استاد ابو علی شلوبین کے غیر کے مذہب کے مطابق اسم ظاہر کے تثنیہ، جمع ہونے میں (چونکہ اسم ظاہر اس فعل کی وجہ سے مرفوع نہیں ہے بلکہ عَسٰی کی وجہ سے مرفوع ہے)] اس لئے فعل میں تثنیہ جمع کی ضمیر لاتے ہوئے

کہیں گے ۔عَسٰی اَنْ یَقُوْمَ الزَّیْدَانِ ، عَسٰی اَنْ یَقُوْمُوْا الزَّیْدُوْنَ ، وَعَسٰی اَنْ یَقُمْنَ هِنْدَاتٌ

اور شلوبین کی رائے کے مطابق واجب ہے کہ بولا جائے۔ عَسٰی اَنْ یَقُوْمَ الزَّیْدَانِ ، عَسٰی اَنْ یَقُوْمَ الزَّیْدُوْنَ وَعَسٰی اَنْ تَقُوْمَ الْهِنْدَاتُ — ان مثالوں میں ضمیر نہیں لائے چونکہ اسم ظاہران فعلوں کے ساتھ مرفوع ہے ۔

--- ○○○---

وَجَرِّدَنْ عَسٰی اَوْ ارْفَعْ مُضْمَرًا بِهَا اِذَا اِسْمٌ قَبْلَهَا قَدْ ذُكِرَا

ترجمہ : (چاہو تو) جب عسٰی سے قبل اسم ظاہر ذکر کیا گیا ہو تو عَسٰی کو ضمیر مقدر سے خالی رکھو یا اس کی وجہ سے ضمیر مقدر کو مرفوع مانو

(ش) اس باب کے تمام افعال میں سے عَسٰی کو مخصوص کیا گیا ہے کہ جب اس سے قبل اسم ذکر ہوا ہو تو جائز ہے کہ اس میں ضمیر مقدر شمار کی جائے جو اسم سابق پر لوٹتی ہو اور یہ لغت بنی تمیم والی ہے اور لغت بنو حجاز میں عَسٰی کو ضمیر سے خالی رکھنا جائز ہے ۔جیسے زَیْدٌ عَسٰی اَنْ یَقُوْمَ لغتِ بنو تمیم کے مطابق یَقُوْمُ میں ضمیر مستتر ہے جو زَیْدٌ پر لوٹتی ہے اور عَسٰی کی وجہ سے اَنْ یَقُوْمَ نصب کی جگہ میں ہے ۔اور لغتِ حجاز کے مطابق عَسٰی میں ضمیر نہیں ہے اور عَسٰی کی وجہ سے اَنْ یَقُوْمَ موضع رفع میں ہے ۔ اور اس کا فائدہ شروع میں آنے والے اسم کے تثنیہ 'جمع اور مونث آنے کی صورت میں ظاہر ہو گا۔

بنو تمیم کی لغت کے مطابق کہا جائے گا۔ وَهِنْدٌ عَسَتْ اَنْ تَقُوْمَ — وَالزَّیْدَانِ عَسَا اَنْ یَقُوْمَا ، وَالزَّیْدُوْنَ عَسَوْا اَنْ یَقُوْمُوْا ، وَالْهِنْدَانِ عَسَتَا اَنْ تَقُوْمَا ، وَالْهِنْدَاتُ عَسَیْنَ اَنْ یَقُمْنَ (ان سب مثالوں میں عَسٰی میں ضمیر فاعل ہے) اور لغتِ حجاز کے مطابق کہا جائے گا۔هِنْدٌ عَسٰی اَنْ تَقُوْمَ ، وَالزَّیْدَانِ عَسٰی اَنْ یَقُوْمَا ، وَالزَّیْدُوْنَ عَسٰی اَنْ یَقُوْمُوْا ، وَالْهِنْدَانِ عَسٰی اَنْ تَقُوْمَا ، وَالْهِنْدَاتُ عَسٰی اَنْ یَقُمْنَ — (ان سب مثالوں

میں عسی میں ضمیر فاعل نہیں ہے۔) البتہ اس باب عَسٰی کے علاوہ کے افعال میں ضمیر واجب ہے۔ آپ بولیں گے اَلزَّیْدَانِ فَعَلَا یَنْظِمَانِ، اس میں ترک اضمار کر کے اَلزَّیْدَانِ فَعَلَ یَنْظِمَانِ کہنا ناجائز ہے جس طرح کہ اَلزَّیْدَانِ عَسٰی اَنْ یَّقُوْمَا کہنا جائز ہے۔

---ooo---

وَالْفَتْحَ وَالْکَسْرَ اَجِزْ فِي السِّیْنِ مِنْ نَحْوِ عَسَیْتُ وَانْتِقَا الْفَتْحِ زُکِنْ

ترجمہ: اور عَسَیْتُ کی سین میں فتح اور کسرہ جائز سمجھ اور ویسے فتح کا مختار ہونا معلوم ہے۔

نوٹ: اِنْتِقَا الْفَتْحِ کا معنی ہے فتح کا مختار ہونا اور زُکِنَ کا معنی ہے معلوم ہے۔

(ش) جب عَسٰی کے ساتھ ضمیر مرفوع مل کر آئے۔ اور ضمیر مرفوع سے مراد ضمیر متکلم ہے جیسے عَسَیْتُ یا ضمیر مخاطب جیسے عَسَیْتَ وَعَسَیْتِ وَعَسَیْتُمَا وَعَسَیْتُمْ وَعَسَیْتُنَّ یا غائبات کی جیسے عَسَیْنَ تو اس کے سین کا کسرہ اور فتح دونوں جائز ہیں ویسے فتح زیادہ مشہور ہے اور نافع نے قولہ تعالیٰ (فَهَلْ عَسِیْتُمْ اَنْ تَوَلَّیْتُمْ) سین کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ جب کہ باقی لوگوں نے سین کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔

---ooo---

اِنَّ وَ اَخَوَاتُہَا

لِاِنَّ اَنَّ لَیْتَ لٰکِنَّ لَعَلَّ   کَاَنَّ عَکْسُ مَالِکَانَ مِنْ عَمَلْ

ترجمہ: اِنَّ، اَنَّ، لَیْتَ، لٰکِنَّ، لَعَلَّ اور کَاَنَّ کا عمل عَمَلِ کَانَ کے الٹ ہے۔

کَاَنَّ زَیْدًا عَالِمٌ بِاَنِّیْ   کُفُوٌ وَلٰکِنَّ اِبْنَہٗ ذُوْضِغْنٍ

ترجمہ جیسے اَنَّ زَیْدًا عَالِمٌ۔ بِاَنِّیْ کُفُوٌ (معنی میں برابر کا ہوں) وَلٰکِنَّ اِبْنَہٗ ذُوْضِغْنٍ۔ (1)

(ش) ناسخہ لِلْاِبْتِدَاءِ کی یہ دوسری قسم ہے اور یہ کل چھ حروف ہیں۔ اِنَّ، اَنَّ، کَاَنَّ، لٰکِنَّ، لَیْتَ، لَعَلَّ۔ جب کہ امام سیبویہ نے پانچ شمار کئے ہیں اس نے ہمزہ مفتوح والا اَنَّ ساقط کیا ہے چونکہ یہ بھی اصل میں اِنَّ تھا جیسے کہ بعد میں تفصیل آرہی ہے۔ اِنَّ، اَنَّ، کا معنی تاکید کا ہے کَاَنَّ کا تشبیہ کا اور لٰکِنَّ استدراک کے لئے ہے۔ لَیْتَ تمنی (خواہش کرنے کے لئے ہے) اور لَعَلَّ ترجی کے لئے (یعنی امید کے معنی کے لئے ہے) اور اشفاق (ڈرانے) کے لئے۔ اور ترجی وتمنی میں فرق یہ ہے کہ تمنی ممکن وغیر ممکن دونوں میں ہوتی ہے جیسے لَیْتَ زَیْدًا قَائِمٌ ممکن کی مثال ہے۔ اور لَیْتَ الشُّبَابَ یَعُوْدُ۔ غیر ممکن کی مثال ہے۔ اور ترجی صرف ممکن میں ہوتی ہے جیسے لَعَلَّ زَیْدًا قَائِمٌ کہنا جائز ہے چونکہ یہ ممکن ہے اور لَعَلَّ الشُّبَابَ یَعُوْدُ کہنا ناجائز ہے چونکہ یہ ناممکن ہے۔ اور ترجی اور اشفاق میں فرق یہ ہے کہ ترجی محبوب میں ہوتی ہے جیسے لَعَلَّ اللہُ یَرْحَمُنَا اور اِشْفَاق مکروہ میں ہوتا ہے جیسے لَعَلَّ الْعَدُوَّ یَقْدِمُ۔ اور یہ حروف کَانَ کے

---

(1) کینہ ور

کے الٹ عمل کرتے ہیں۔ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔ جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ۔ یہ دونوں اجزاء میں عمل کرتا ہے اور یہ مذہب بصریوں کا ہے جب کہ کوفیوں کے ہاں اِنَّ وغیرہ صرف جز اول (اسم) میں عمل کرتے ہیں اور جزو ثانی اپنے حال پر رہتا ہے یعنی بطورِ خبرِ مبتدا مرفوع ہوتا ہے۔

---ooo---

وَرَاعِ ذَا التَّرْتِیْبَ اِلَّا فِي الَّذِیْ   کَلَیْتَ فِیْهَا اَوْهُنَا غَیْرَ الْبَذِیْ

ترجمہ: اس میں (اِنَّ وغیرہ کے اسم خبر میں) اسی ترتیب کی رعایت کیجئے الا یہ کہ (خبر جار مجرور یا ظرف ہو) جیسے لَیْتَ فِیْهَا غَیْرَ الْبَذِیْ اَوْ (لَیْتَ) هُنَا غَیْرَ الْبَذِیْ (یعنی فحش) (ان دونوں مثالوں میں فیها جار مجرور، هُنَا ظرف خبریں ہیں اور غَیْرَ الْبَذِیْ اسم موخر ہے)

(ش) یعنی اس باب میں اسم کا مقدم ہونا اور خبر کا موخر ہونا لازمی ہے الا یہ کہ خبر ظرف یا جار مجرور ہو اس صورت میں اس کا موخر ہونا لازمی نہیں ہے۔ اب اس کے تحت دو قسمیں آتی ہیں۔

نمبر۱: ایسی خبر کہ جس کا مقدم و موخر کرنا دونوں جائز ہیں۔ موخر کی مثال ہے لَیْتَ فِیْهَا غَیْرَ الْبَذِیْ، وَلَیْتَ هُنَا غَیْرَ الْبَذِیْ۔ (اَیْ اَلْوَقِحَ۔ بے حیا) اور ان میں فِیْهَا اور هنا کو لفظ غیر پر مقدم لانا بھی جائز ہے اور موخر لانا بھی۔

نمبر۲: یہ کہ اس صورت میں خبر کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے لَیْتَ فِي الدَّارِ صَاحِبَهَا اب اس میں فِي الدَّارِ کو موخر کرنا ناجائز ہے تاکہ ضمیر لفظاً و رتبۃً موخر کی طرف نہ لوٹے۔ یاد رہے کہ معمولِ خبر جب غیرِ ظرف اور غیر جار مجرور ہو تو اس کو اسم پر مقدم لانا ناجائز ہے جیسے اِنَّ زَیْدًا اٰکِلٌ طَعَامَكَ کو اِنَّ طَعَامَكَ زَیْدًا اٰکِلٌ نہیں کہا جا سکتا۔ ایسے ہی جب معمول خبر ظرف یا جار مجرور ہو تو بھی اسم پر مقدم کرنا ناجائز ہے جیسے اِنَّ

زَیْدًا وَ اِنَّنِیْ بِکَ اَوْ جَالِسٌ عِنْدَكَ - کی بجائے معمول کو اسم پر مقدم کر کے اِنَّ بِكَ زَیْدًا وَ اِنَّنِیْ یا اِنَّ عِنْدَكَ زَیْدًا جَالِسٌ کہنا ناجائز ہے۔ جبکہ نحویوں نے اسے جائز کہا ہے اور اسی جواز پر بطور دلیل ایک غیر معین شاعر کا درج ذیل شعر پیش کیا گیا ہے۔

فَلَاتَلْحَنِیْ (۱) فِیْهَا ، فَاِنَّ بِحُبِّهَا اَخَاكَ مُصَابُ الْقَلْبِ جَمٌّ (۲) بَلَابِلُهُ

(۳) الشاهد فیه – اِنَّ – کے اسم – اَخَاكَ – سے قبل اس کی خبر – مُصَابٌ – کا معمول بِحُبِّهَا – لایا گیا ہے۔

ترجمہ : اے مخاطب محبوبہ کی محبت کے بارے میں ملامت نہ کر چونکہ تیرے بھائی کا دل اس کی محبت کی وجہ سے بہت زیادہ غم میں پھنسا ہوا ہے۔

--- ○○○ ---

وَهَمْزَ اِنَّ افْتَحْ لِسَدِّ مَصْدَرٍ مَسَدَّهَا وَفِیْ سِوَی ذَاكَ اكْسِرِ

ترجمہ: جب اِنَّ (اپنے جملہ سمیت ایسا معنی دے کہ) مصدر اس کے قائم مقام ہو سکے تو ہمزہ کا فتح واجب ہے اور اس کے ماسوا میں ہمزہ مکسور ہوگا۔

(ش) اِنَّ کے تین حالات ہیں ۔ وجوب فتح (اَنَّ) وجوب کسرہ (اِنَّ) اور دونوں کا جواز۔

فتح اس وقت واجب ہے جب مصدر مقدر ہو جیسے (اَنَّ اپنے جملہ سمیت) فعل کے مرفوع (یعنی فاعل) کی جگہ میں واقع ہو (مثلاً یُعْجِبُنِیْ اَنَّكَ قَائِمٌ، اَیْ قِیَامُكَ)

یا منصوب (مفعول) کی جگہ واقع ہو جیسے عَرَفْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ۔ اَیْ قِیَامَكَ یا مجرور کی جگہ واقع ہو جیسے عَجِبْتُ مِنْ اَنَّكَ قَائِمٌ اَیْ مِنْ قِیَامِكَ) اور (لِسَدِّ مَصْدَرٍ مَسَدَّهَا) کہا ہے (لِسَدِّ مُفْرَدٍ مَسَدَّهَا) نہیں کہا۔ یہ اس لئے کہ کبھی اِنَّ مع جملہ معنی کے اعتبار سے مفرد کے قائم مقام ہوتا ہے تو اس وقت اِنَّ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ واجب ہوتا ہے جیسے ظَنَنْتُ زَیْدًا اِنَّهُ قَائِمٌ اس میں کسرہ واجب ہے اگرچہ اس میں مفرد اس کے

(۱) لَاتَلْحَنِیْ مجھے ملامت نہ کر (۲) کثیر (۳) وسواس اور غم

قائم مقام بنا ہے۔ چونکہ وہ مفعول ثانی کی جگہ ہے اور اس میں مصدر مقدر نہیں ہو سکتا چونکہ ظَنَنْتُ زَیْدًا قیامه کہنا ناجائز ہے۔ اگر مصدر کا مقدر رہونا واجب نہ ہو تو (ہمزہ کا) فتح واجب نہیں ہے بلکہ اس کو کسرہ دیا جائے گا وجوباً یا جوازاً جیسے کہ قریب میں ہم بیان کریں گے۔ انشاء اللہ اب اس کے تحت دو قسمیں آگئی ہیں۔

نمبر۱: وجوبِ کسرہ

نمبر۲: جوازِ فتح و کسرہ۔ اور وجوب کسرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مصنف نے کہا ہے۔

---ooo---

فَاکْسِرْ فِي الْاِبْتِدَا اَوْفِيْ بَدْءِ صِلَـةٌ وَحَیْثُ اِنَّ لِیَمِیْنٍ مُکْمِلَهُ

ترجمہ: شروع کلام میں (ہمزہ اِنَّ کو) کسرہ دو' (اسم موصول کے بعد) شروع صلہ میں اور جب تکمیل قسم پر آئے (یعنی جواب قسم پر آئے اور اس کی خبر پر لام ہو)

اَوْ حُکِیَتْ بِالْقَوْلِ اَوْ حَلَّتْ مَحَلَّ حَالٍ کَزُرْتُهُ وَاِنِّیْ ذُوْاَمَلْ

ترجمہ: یا (ایسے جملہ پر آئے جو) قول کی حکایت ہو یا (ایسے جملہ پر آئے جو) حال کی جگہ آئے جیسے زُرْتُهُ وَاِنِّیْ ذُوْاَمَلْ (یعنی میں نے اس کی زیارت کی اس حال میں کہ میں پر امید تھا)

وَکَسَرُوْا مِنْ بَعْدِ فِعْلٍ عُلِّقَا بِاللَّامِ کَاعْلَمْ اِنَّهُ لَذُوْتُقٰی

ترجمہ: اور نحویوں نے (اِنَّ کے ... ہو) کسرہ دیا ہے جب وہ افعالِ (قلوب) مُعَلَّق بِاللَّام کے بعد آئے جیسے اِعْلَمْ اِنَّهُ لَذُوْتُقٰی۔

مصنف ... کے ہمزہ کا) چھ جگہ کسرہ ...

... واقع ہو ...

شروع کلام میں اَنَّ مفتوح الھمزۃ کا ہونا ناجائز ہے جیسے اَنَّكَ فَاضِلٌ عِنْدِیْ کہنا غلط

ہے بلکہ اس صورت میں تاخیر واجب ہے جیسے عِنْدِیْ اَنَّکَ فَاضِلٌ۔ ویسے بعض نحویوں نے شروع کلام میں بھی مفتوح کو جائز کہا ہے۔

جگہ نمبر۲: یہ کہ اِنَّ صلہ کے شروع میں آجائے جیسے جَاءَ الَّذِیْ اِنَّہٗ قَائِمٌ ایسے ہی قولہ تعالیٰ ہے (وَاٰتَیْنٰہُ مِنَ الْکُنُوْزِ مَا اِنَّ مَفَاتِحَہٗ لَتَنُوْٓءُ)

جگہ نمبر۳: یہ کہ قسم کا جواب واقع ہو رہا ہو اور اس کی خبر پر لام آیا ہو جیسے وَاللہِ اِنَّ زَیْدًا لَقَائِمٌ تفصیل بعد میں آرہی ہے۔

جگہ نمبر۴: ایسے جملہ میں واقع ہو جو قول کی حکایت بن رہا ہو جیسے قُلْتُ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ قولہ تعالیٰ (قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللہِ) اور اگر قول کی حکایت نہ ہو بلکہ قول کو ظن کے قائم مقام بنا لیا گیا ہو تو مفتوح ہو گا۔ جیسے اَتَقُوْلُ اَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ۔ اَیْ اَتَظُنُّ۔

جگہ نمبر۵: ایسے جملہ میں واقع ہو جو حال کی جگہ پر آئے جیسے زُرْتُہٗ وَاِنِّیْ ذُوْ اَمَلٍ وقولہ تعالیٰ (کَمَا اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْۢ بَیْتِکَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکٰرِهُوْنَ) اور ایسے ہی کثیر بن عبدالرحمن کا شعر ہے۔

مَا اَعْطَیَانِیْ وَلَا سَاَلْتُهُمَا اِلَّا وَاِنِّیْ لَحَاجِزِیْ (۱) کَرَمِیْ

الشاھد فیہ وَاِنِّیْ حَاجِزِیْ چونکہ جملہ حال کی جگہ آیا تھا اس لئے اِنَّ بالکسر آیا ہے۔

ترجمہ: (بنو حکم کے دو دوستوں نے) نہ مجھے کچھ دیا اور نہ میں نے ان سے سوال کیا اس حال میں کہ میری عزت (سوال میں) رکاوٹ تھی۔

جگہ نمبر۶: یہ کہ افعال قلوب میں سے کسی ایسے فعل کے بعد واقع ہو جو لام سے معلق ہو جیسے [illegible] (اور اس کا بیان باب ظن میں آئے گا) اور اگر اس کی خبر پر لام نہ ہو تو اَنَّ مفتوح ہو گا جیسے عَلِمْتُ اَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ۔

نوٹ: فعل قلوب معلق کا مطلب ہے کہ وہ لفظوں میں عمل نہیں کرتا بلکہ صرف معنیٰ میں عمل کرتا ہے [illegible]

پر اعتراض ہے کہ اس نے وجوب کسرہ والے بعض مقامات چھوڑ دیئے ہیں۔جن میں نمبر ۱ مقام ہے: جب اِنَّ (اَلَا) استفتاحیہ کے بعد واقع ہو جیسے اَلَا اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ۔ اور قولہ تعالیٰ (اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ)

مقام نمبر ۲: جب (حَیْثُ) کے بعد ہو جیسے اِجْلِسْ حَیْثُ اِنَّ زَیْدًا جَالِسٌ۔

مقام نمبر ۳: جب وہ ایسے جملہ میں واقع ہو جو اسمِ عین کی خبر بنتا ہو جیسے زَیْدٌ اِنَّهٗ قَائِمٌ۔

اعتراض کا جواب: ان جگہوں کا اعتراض کرنا غلط ہے چونکہ یہ سب جگہیں اس کے قول (فَاکْسِرْ فِي الْاِبْتِدَاءِ) کے تحت داخل ہیں۔چونکہ (فَاکْسِرْ فِي الْاِبْتِدَاء) کا مطلب تھا کہ ابتداء جملہ و کلام میں ہمزہ مکسور لاؤ اور یہ سب جگہیں ابتداء جملہ و کلام میں شامل ہیں۔ اس لئے اعتراض نہ بن سکا۔

---OOO---

بَعْدَ اِذَا فُجَاءَةٍ اَوْ قَسَمٍ　　لَالَامَ بَعْدَهٗ بِوَجْهَیْنِ نُمِیْ

ترجمہ: اِذَا فُجَائِیہ کے بعد اور لام سے خالی جوابِ قسم سے قبل اِنَّ و اَنَّ دونوں طرح رائج ہیں۔اسی طرح

مَعَ تِلْوِ فَا الْجَزَا وَ ذَا یَطَّرِدُ　　فِيْ نَحْوِ خَیْرُ الْقَوْلِ اِنِّیْ اَحْمَدُ

ترجمہ: ف جزائیہ کے بعد اور اس جیسی مثال میں (جس میں اِنَّ مبتدا کے بعد آئے جو معنوی طور پر قول ہو اور اِنَّ کی خبر بھی قول ہو مگر قائل ایک ہو) جیسے خَیْرُ الْقَوْلِ اِنِّیْ اَحْمَدُ (اللہ) اس میں دو طریقے جائز ہیں۔

(ش) اِنَّ کا فتح و کسرہ دونوں جائز ہیں جب وہ (اِذَا) فجائیہ کے بعد آئے جیسے خَرَجْتُ فَاِذَا اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ جس نے اِنَّ کو کسرہ دیا ہے اس نے اِنَّ کو الگ جملہ شمار کیا ہے۔اور تقدیر عبارت یوں ہے خَرَجْتُ فَاِذَا اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ اور جس نے فتح دیا ہے (بصورت

اَنَّ) اس نے اَنَّ کو صلہ سمیت (یعنی اس کے اسم خبر سمیت) مصدر مانا ہے اور مبتدا شمار کیا ہے اور اِذَا فجائیہ کو خبر (مقدم) بنایا ہے اور تقدیر عبارت یوں کہی ہے خَرَجْتُ فَاِذَا قِيَامُ زَيْدٍ– اَىْ فَفِى الْحَضَرَةِ قِيَامُ زَيْدٍ– اور یہ بھی جائز ہے کہ خبر محذوف شمار کر لی جائے اور تقدیر عبارت ہو۔ خَرَجْتُ فَاِذَا قِيَامُ زَيْدٍ مَوْجُوْدٌ اور جہاں دو طریقے جائز ہیں اس میں ایک غیر معروف شاعر کا یہ شعر بھی شامل ہے۔

وَكُنْتُ اُرَاىْ زَيْدًا كَمَا قِيْلَ سَيِّدًا اِذَا اَنَّهٗ عَبْدُ الْقَفَا (۱) وَاللَّهَازِمِ (۲)

الشاهد فيه – اِذَا اَنَّهٗ اس میں دونوں طریقے جائز ہیں۔

ترجمہ: میں زید کو سید و سردار مانتا رہا جیسے وہ مشہور تھا مگر وہ اچانک گدی اور جبڑے پر طمانچے کھانے والا غلام نکلا۔

اس شعر میں (اِذَا اِنَّهٗ عَبْدُ الْقَفَا) کسرہ و فتح دونوں جائز ہیں۔جس نے کسرہ دیا ہے اس نے اِنَّهٗ سے الگ جملہ بنایا ہے اور تقدیر عبارت یوں کہی ہے۔ (اِذَا هُوَ عَبْدُ الْقَفَا وَاللَّهَازِمِ) اور جس نے فتح دیا ہے اس نے مصدر شمار کر کے اس کو مبتدا بنایا ہے اور اس کی خبر میں سابقہ دونوں طریقے جائز رکھے ہیں (یعنی نمبر۱ اِذَا کو خبر مقدم بنایا جائے۔ نمبر۲ خبر محذوف شمار کی جائے) نمبر۱ صورت میں تقدیر عبارت ہوگی (فَاِذَا عُبُوْدِيَتُهٗ اَىْ فَفِى الْحَضَرَةِ عُبُوْدِيَتُهٗ۔) اور دوسری صورت میں تقدیر عبارت ہوگی۔ (فَاِذَا عُبُوْدِيَتُهٗ مَوْجُوْدَةٌ)۔

اور اسی طرح جب اَنَّ لام سے خالی خبر والے جواب قسم پر داخل ہوگا تو اس کو مفتوح پڑھنا جائز ہے جیسے حَلَفْتُ اَنَّ زَيْدًا قَائِمٌ اور مکسور بھی جائز ہے اور فتح و کسرہ دونوں طرح روایت عجاج شاعر کا شعر بھی ہے۔

---

(۱) گدی (۲) لهزمة کی جمع ہے۔ کان سے نیچے والا جبڑا اور گردن کا حصہ [illegible]۔

لَتَقْعُدِنَّ مَقْعَدَ — الْقَصِيِّ (۱) مِنِّيْ ذِي الْقَاذُوْرَةِ (۲) الْمَقْلِيِّ (۳)
أَوْ تَحْلِفِيْ بِرَبِّكِ الْعَلِيِّ إِنِّيْ أَبُوْ ذَيَّالِكِ (۴) الصَّبِيِّ

الشاهد فيه — إِنِّيْ اس میں إِنَّ جواب قسم پر داخل ہوا جس کی خبر لام سے خالی ہے۔ اس میں دونوں اعراب جائز ہیں (إِنَّ، أَنَّ)۔

ترجمہ: مجھ سے دور بیٹھ جیسے کسی بد خلق اور ناپسند شخص سے دور بیٹھتے ہوتے ہیں۔ یا پھر ربِّ بلند کی قسم اٹھا کہ میں تیرے اس بیٹے کا باپ ہوں۔ (جو میرے لمبے سفر پر جانے کے بعد پیدا ہوا تھا)

کلامِ مصنف کا تقاضا یہ ہے کہ جب إِنَّ لام سے خالی خبر والے جوابِ قسم پر آئے گا تو اس پر فتح اور کسرہ دونوں جائز ہیں یہ بات برابر ہے کہ قسم جملہ فعلیہ ملفوظہ ہو جیسے حَلَفْتُ إِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ یا غیر ملفوظہ ہو جیسے وَاللهِ إِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ۔ یا جملہ اسمیہ ہو جیسے لَعَمْرُكَ إِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ اور اسی طرح جب إِنَّ فا جزائیہ کے بعد آئے تو بھی فتح و کسرہ دونوں جائز ہیں جیسے مَنْ يَأْتِنِيْ فَإِنَّهُ مُكْرَمٌ اب کسرہ یوں ہے کہ إِنَّ اپنے دونوں معمولوں سمیت جوابِ شرط بنتا ہے (تو گویا الگ و نیا جملہ ہے اور إِنَّ شروع جملہ میں آگیا ہے) اور أَنَّ مفتوح اس طرح ہے کہ یہ اپنے اسم خبر (صلہ) سے مل کر بطور مصدر مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے اور تقدیر عبارت ہے (مَنْ يَأْتِنِيْ فَإِكْرَامُهُ مَوْجُوْدٌ) اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ خبر ہو اور مبتدا محذوف ہو اور تقدیر عبارت اس طرح ہو (فَجَزَاؤُهُ الْإِكْرَامُ) اور جس میں دو طریقے جائز ہیں اس میں ہے قولہ تعالیٰ (كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) — بِالْكَسْرِ وَالْفَتْحِ — دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ کسرہ اس طرح ہے کہ جملہ جواب ہے من کا اور فتح اس طرح کہ أَنَّ اپنے اسم خبر سمیت (یعنی صلہ سمیت) بطور مصدر مبتدا اور اس کی خبر محذوف ہے اور تقدیر عبارت ہے (فَالْغُفْرَانُ جَزَاؤُهُ) یا مبتدا محذوف کی

(۱) دور، بعید (۲) جس کو اس کی بد خلقی کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہو۔ (۳) الْمَكْرُوْهُ، ناپسندیدہ شخص (۴) اسم اشارہ برائے بعید ذَيَّا اسم اشارہ برائے بعد۔ ک حرف خطاب برائے مونث ہے۔

خبر بنائی جائے اور تقدیر عبارت ہو فَخَزَاءُ ہُ الْغُفْرَانُ ۔

اسی طرح اِنَّ کا فتح اور کسرہ جائز ہے جب وہ ایسے مبتدا کے بعد واقع ہو جو بمعنی قول ہو اور خبر اِنَّ بھی قول ہو جب کہ قائل دونوں کا ایک ہو۔ جیسے خَیْرُ الْقَوْلِ اِنِّیْ اَحْمَدُ (اللہَ) جسنے فتح دیا ہے اس نے اَنَّ اس کے صلہ سمیت (یعنی اسم و خبر سمیت) بطور مصدر خَیْرٌ سے خبر بنائی ہے۔ اور تقدیر عبارت مانی ہے (خَیْرُ الْقَوْلِ حَمْدُ اللہِ) اس میں خَیْرُ الْقَوْلِ مبتدا ہے اور حَمْدُ اللہِ خبر ہے۔ اور جس نے کسرہ دیا ہے اس نے جملہ کو خَیْرٌ کی خبر بنایا ہے جس طرح کہا جائے [(اَوَّلُ قِرَاءَتِیْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی)] اس میں اَوَّلُ مبتدا ہے اور (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی) جملہ ہو کر خبر ہے (اَوَّلُ) سے اور اسی طرح (خَیْرُ الْقَوْلِ) مبتدا ہے اور (اِنِّیْ اَحْمَدُ اللہَ) اس کی خبر ہے۔ اور یہ جملہ رابطہ کا محتاج نہیں ہے چونکہ معنوی طور پر یہ مبتدا ہے۔ اور یہ تو ایسے ہی ہے جیسے (نُطْقِیْ اللہُ حَسْبِیْ) اور امام سیبویہ نے اس مسئلہ کی وضاحت ۔ (اَوَّلُ مَا اَقُوْلُ اِنِّیْ اَحْمَدُ اللہَ) کے ساتھ کی ہے اور کسرہ کی تخریج اسی طریقہ پر کی ہے جیسے پہلے گزرا ہے وہ یوں کہ یہ جملہ ہو کر خبر بننے کے باب سے ہے اور متقدمین و متاخرین کی جماعت اسی پر چلی ہے جیسے امام مبرد، زجاج، سیرافی، ابوبکر بن طاہر اور دوسرے اکثر نحوی۔

---OOO---

وَبَعْدَ ذَاتِ الْكَسْرِ تَصْحَبُ الْخَبَرْ لَامُ ابْتِدَاءٍ نَحْوُ اِنِّیْ لَوَزَرْ

ترجمہ: کسرہ والے اِنَّ کے بعد خبر پر لامِ ابتدا آتی ہے جیسے اِنِّیْ لَوَزَرٌ (بمعنی میں ملجا ہوں میرے ساتھ مدد لی جاتی ہے)۔

(ش) اِنَّ مکسورہ کی خبر پر لامِ ابتدا کا داخل ہونا جائز ہے جیسے اِنَّ زَیْدًا لَقَائِمٌ ویسے حق تو یہ ہے کہ لام ابتدا شروع کلام پر داخل ہو چونکہ اس کی جگہ صدرِ کلام ہے اس لئے اسکا حق یہ ہے کہ وہ اِنَّ پر داخل ہو جیسے لَاِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ لیکن جب لام تاکید کے لئے تھی اور اِنَّ بھی تاکید کے لئے تھا تو ایک معنی والے دو حرفوں کا جمع ہونا مکروہ سمجھا گیا تو لام ابتدا کو خبر کی طرف موخر کر دیا گیا۔

یاد رہے کہ یہ لام باقی اخوات انَّ کی خبر پر داخل نہیں ہوتی۔اس لیے لَعَلَّ زَیْدًا لَقَائِمٌ کہنا غلط ہے۔ویسے کوفیوں نے (لٰکِنَّ) کی خبر پر لام لانا جائز کہا ہے اور دلیل کے طور پر ایک غیر معروف شاعر کا درج ذیل شعر پیش کیا ہے۔

یَلُوْمُوْنَنِيْ فِيْ حُبِّ لَيْلٰى عَوَاذِلِيْ (۱) وَلٰكِنَّنِيْ مِنْ حُبِّهَا لَعَمِيْدُ (۲)

الشاهد فيه — لَعَمِيْدُ — لٰکِنَّ کی خبر پر لام آگیا ہے۔

ترجمہ: مجھے لیلیٰ کی محبت میں ملامت کرنے والیاں ملامت کرتی ہیں لیکن اس کی محبت کی وجہ سے میرا دل ٹوٹے جارہا ہے۔

اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اس میں لام زائدہ ہے جیسے (اَمْسٰی) کی خبر میں زائدہ ہے مثلاً ایک غیر متعین شاعر کا شعر ہے

مَرُّوْا عُجَالٰى (۳) فَقَالُوْا كَيْفَ سَيِّدُكُمْ فَقَالَ مَنْ سَأَلُوْا اَمْسٰى لَمَجْهُوْدًا (۴)

الشاهد فيه — امسٰی لَمَجْهُوْدًا — خبر اَمْسٰی پر لام آگیا ہے۔

ترجمہ: جلدی جانے والے گزرے تو انہوں نے پوچھا تمہارے سردار کا کیا حال ہے؟ تو سوال کیے جانے والے نے جواب دیا وہ عشق و محبت کا مریض ہے۔

اَیْ اَمْسٰی مَجْهُوْدًا — اور یہ ایسے ہی ہے جیسے مبتدا کی خبر پر لام زائد آجاتا ہے۔عنترہ بن عروس کا شعر ہے۔

أُمُّ الْحُلَيْسِ (۵) لَعَجُوْزٌ شَهْرَبَهْ (۶) تَرْضٰى مِنَ اللَّحْمِ بِعَظْمِ الرَّقَبَهْ

[illegible] — لَعَجُوْزٌ خبر مبتدا پر لام آگیا ہے۔

ترجمہ: [illegible] ام الحلیس (ایک گدھی سی ہے) جو بہت بوڑھی ہو چکی ہے گوشت کے بدلے گردن کی ہڈی کو خوش ہو کر کھاتی ہے۔

---

(۱) [illegible] ملامت کرنے والی (۲) عشق کی وجہ سے دل ٹوٹا ہوا (۳) جمع ہے عُجْلَان کی جلدی [illegible] (۴) [illegible] عشق کا مریض (۵) [illegible] کی بیت (۶) بہت زیادہ بوڑھی

امام مبرد نے أنَّ مفتوح کی خبر پر بھی لام لانے کی اجازت دی ہے۔اور شاذ طور پر پڑھا گیا ہے (اَلَا اَنَّھُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ) اَنَّ کے فتح کے ساتھ۔اور اس کی یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ یہ لام زائدہ ہے۔

---ooo---

وَلَا یَلِیْ ذَاالَّلَامَ مَاقَدْ نُفِیَا وَلَامِنَ الْاَفْعَالِ مَاکَرَضِیَا

ترجمہ: اگر اِنَّ کی خبر منفی ہوگی تو اس پر لام داخل نہ ہوگا۔اور ایسے ہی جب خبر اِنَّ فعلوں میں سے رَضِیَ کی طرح ہوگی (یعنی ماضی متصرف بغیر قد ہوگی تو بھی اس پر لام داخل نہ ہوگا)

وَقَدْ یَلِیْھَا مَعَ قَدْ کَاِنَّ ذَا لَقَدْ سَمَا عَلَی الْعِدٰی مُسْتَحْوِذَا

ترجمہ: اور کبھی کبھی قد والی ماضی کے خبر بنتے ہوئے لام داخل ہوگا۔ جیسے اِنَّ ذَا لَقَدْ سَمَا[1] عَلَی الْعِدَا مُسْتَحْوِذًا[2]

(یعنی بے شک وہ دشمن کو شکست دیتے ہوئے اس پر غالب ہوا)

(ش) جب اِنَّ کی خبر منفی ہو تو اس پر لام داخل نہیں ہوتا اس لئے نہیں کہہ سکتے اِنَّ زَیْدًا لَمَا یَقُوْمُ ویسے شعر میں آسکتا ہے۔جیسے ابو حزام غالب بن حارث العکلی کا شعر ہے۔

وَاعْلَمْ اِنَّ تَسْلِیْمًا وَ تَرْکًا لَلَامُتَشَابِھَانِ وَلَاسَوَاءٌ

الشاھد فیہ — لَلَامُتَشَابِھَانِ — اِنَّ کی خبر منفی ہونے کے باوجود لام والی ہے۔

ترجمہ: واضح رہے کہ مان لینا اور انکار کرنا۔نہ متشابہ ہیں اور نہ برابر سرابر۔

(وَلَامِنَ الْاَفْعَالِ مَاکَرَضِیَا) سے اشارہ اس طرف ہے کہ جب خبر اِنَّ ماضی متصرف بغیر قد کے ہو تو اس پر لام داخل نہیں ہوتا اس لئے (زَیْدًا لَرَضِیَ) کہنا ناجائز

(1) غالب ہوا (2) شکست دیتے ہوئے۔

ہے۔ویسے امام کسائی نے اس کی اجازت دی ہے اور امام ھشام نے بھی۔

اور اگر خبر فعل مضارع ہوگی تو لام داخل ہو گا اور اس موقع پر فعل متصرف (جیسے اِنَّ زَیْدًا لَیَرْضٰی) اور غیر متصرف (جیسے اِنَّ زَیْدًا لَیَذَرُ الشَّرَّ) میں کوئی فرق نہیں ہے (یاد رہے کہ یَذَرُ متصرف تو ہے مگر بہت قلیل ہے اس لئے اس کو غیر متصرف کہا گیا ہے) اور فعل مضارع پر لام کا آنا اس وقت ہے جب وہ سین اور سوف سے خالی ہو۔ سین' سوف والے مضارع پر لام کے داخل ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہے (جیسے۔ اِنَّ زَیْدًا سَوْفَ یَقُوْمُ) اَوْ (اِنَّ زَیْدًا سَیَقُوْمُ) تو اس میں صحیح یہ ہے کہ سَوْفَ کی موجودگی میں لام کا آنا ٹھیک ہے جب کہ سین والے مضارع پر قلیل آتا ہے۔اور اگر خبر ماضی غیر متصرف ہو تو۔ مصنف کی کلام کا ظاہر اس پر لام کے داخل ہونے کو جائز کہتا ہے جیسے (اِنَّ زَیْدًا لَنِعْمَ الرَّجُلُ) وَ (اِنَّ عَمْرًا لَبِئْسَ الرَّجُلُ) کہا گیا ہے اور یہی مذہب اخفش اور فرا کا ہے اور امام سیبویہ سے اس کا ناجائز ہونا نقل کیا گیا ہے۔اور اگر ماضی متصرف پر قد آجائے تو اس پر لام کا داخل ہونا جائز ہے اور اس کے قول (وَقَدْ یَلِیْهَا مَعَ قَدْ) سے یہی مراد ہے جیسے (اِنَّ زَیْدًا لَقَدْ قَامَ)۔

---ooo---

وَتَصْحَبُ الْوَاسِطَ مَعْمُوْلَ الْخَبَرْ وَالْفَصْلَ وَاسْمًا حَلَّ قَبْلَهُ الْخَبَرْ

ترجمہ : اسم و خبر کے وسط میں آنے والے معمولِ خبر اور درمیان آنے والی ضمیرِ فعل اور موخر آنے والے اسم پر لام آتا ہے۔

(ش) لام ابتدا معمول خبر پر داخل ہوتا ہے جب وہ اِنَّ کے اسم اور خبر کے درمیان آئے جیسے (اِنَّ زَیْدًا لَطَعَامَكَ اٰكِلٌ) اور مناسب ہے کہ اس موقع پر خبر ایسی ہو جس پر لام کا آنا صحیح ہو جیسے کہ مذکورہ مثال ہے۔اور اگر خبر ایسی ہو کہ اس پر لام کا داخل ہونا صحیح نہ ہو تو پھر اس کے معمول پر بھی لام داخل نہ ہوگی مثلاً اگر خبر فعل ماضی متصرف بغیر قد ہو تو اس پر اور اس کے معمول پر لام کا آنا ناجائز ہے اس لئے آپ نہیں کہہ سکتے اِنَّ زَیْدًا لَطَعَامَكَ اٰكِلٌ۔ اور بعض نے اس کی اجازت دی ہے اور مصنف نے (تَصْحَبُ

الْوَاسِطَ) کہا ہے یعنی توسط میں آنے والا اس سے خبردار کرتے ہوئے کہ اگر معمولِ خبر متاخر ہوگی تو اس پر لام نہ آئے گی جیسے (إِنَّ زَيْدًا اٰكِلٌ لَطَعَامَكَ) ... اور اس کے قول سے سمجھ آتی ہے کہ جب معمولِ خبرِ متوسط پر لام آئے گی تو خبر پر داخل نہ ہوگی۔ اس لئے نہیں کہہ سکتے (إِنَّ زَيْدًا لَطَعَامَكَ لَاٰكِلٌ) یہ اس جہت سے کہ اس نے دخول لام کو معمولِ خبر متوسط کے ساتھ خاص کیا ہے۔ ویسے یہ قلیل طور پر سنا گیا ہے (یعنی لام کا معمول خبر اور خبر ... پر (داخل ہونا) ان کی کلام سے یہ مثال بیان کی گئی ہے۔ (إِنِّي لَبِحَمْدِ اللهِ لَصَالِحٌ)۔

لفظ۔ (فصل) سے اشارہ ہے کہ لامِ ابتدا ضمیرِ فعل پر داخل ہوگی جیسے (إِنَّ زَيْدًا لَهُوَ الْقَائِمُ) وقولہ تعالیٰ (إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ) اس میں هٰذَا۔ إِنَّ کا اسم ہے اور (هُوَ) ضمیرِ فصل ہے اور اس پر لام داخل ہے اور (الْقَصَصُ) إِنَّ کی خبر ہے۔ اور ضمیرِ فصل اس لئے نام رکھا گیا ہے کہ وہ خبر اور صفت میں فرق کرتی ہے۔ یہ اس لئے کہ جب آپ کہتے ہیں زَيْدٌ هُوَ الْقَائِمُ اس میں اگر هُوَ نہ آئے تو احتمال پیدا ہوتا ہے کہ شائد الْقَائِمُ زَيْدٌ کی صفت ہے یا خبر ہے مگر جب آپ درمیان میں ھو لے آئیں گی تو متعین ہوگیا کہ الْقَائِمُ زَيْدٌ کی خبر ہے نہ کہ صفت۔ اور ضمیرِ فصل کے لئے بھی شرط ہے کہ وہ مبتدا و خبر کے درمیان ہو جیسے (زَيْدٌ هُوَ الْقَائِمُ) یا ان دو کے درمیان ہو جن کا پہلا اصل میں مبتدا ہو اور دوسرا خبر جیسے (إِنَّ زَيْدًا لَهُوَ الْقَائِمُ) اور مصنف نے (اسْمًا حَلَّ قَبْلَهُ خَبَرٌ) سے اشارہ کیا ہے کہ لامِ ابتدا اسم پر داخل ہوگی جب وہ خبر سے موخر ہوگا۔ جیسے (إِنَّ فِي الدَّارِ لَزَيْدٌ) وقولہ تعالیٰ (وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ)۔ (اس میں (لَكَ) كَائِنٌ سے متعلق ہوکر خبر مقدم ہے جبکہ لَأَجْرًا) اسم موخر ہے) اور اس کی کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب لام ضمیرِ فصل پر یا اسم متاخر پر آئے گی تو خبر پر نہ داخل ہوگی۔ اور ایسے ہی صحیح ہے جیسے إِنَّ زَيْدًا لَهُوَ الْقَائِمُ وَإِنَّ لَفِي الدَّارِ لَزَيْدًا مغالطہ ہے۔

مصنف کا قول جو مطلق بولا گیا ہے کہ۔ لامِ ابتدا اسم و خبر کے درمیان آنے والے

معمولِ خبر پر داخل ہوگی اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر معمول جب وسط میں آئے گا تو اس پر لام کا داخل ہونا جائز ہے جیسے واضح مفعول' جار مجرور' ظرف اور حال اور نحویوں نے نصًا حال پر دخول لام کو منع کہا ہے اس لئے نہیں کہہ سکتے اِنَّ زَیْدًا لَضَاحِکًا رَاکِبٌ

---○○○---

وَوَصْلُ مَابِذِی الْحُرُوْفِ مُبْطِلٌ اِعْمَالَهَا وَ قَدْ یُبَقّٰی الْعَمَلُ

ترجمہ (اِنَّ اَنَّ وغیرہ) حروف کے ساتھ (مَا) (غیر موصولہ) کا ملنا ان کے عمل کو باطل کر دیتا ہے اور کبھی کبھی باقی بھی رہتا ہے۔

(ش) جب (مَا) غیر موصولہ اِنَّ اور اس کی اخوات پر آئے گا تو ان کو عمل سے روک دے گا۔ ماسوائے لفظِ (لَیْتَ) کے۔ اس میں عمل دینا اور نہ دینا دونوں جائز ہیں جیسے (لَیْتَمَا زَیْدٌ قَائِمٌ۔ اور لَیْتَمَا زَیْدًا قَائِمٌ) یعنی زید کا رفع اور نصب دونوں جائز ہیں اور اِنَّ سے صرف اِنَّمَا زَیْدٌ قَائِمٌ کہیں گے چونکہ (زَیْدٌ) کی نصب ناجائز ہے اسی طرح (اِنَّ، کَاَنَّ اور لَعَلَّ ہے) مصنف کی کلام کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ لفظِ (مَا) ان پر آئے گا تو عمل سے روک دے گا اور کبھی کبھی یہ عمل کریں گے۔ اور یہی مذہب نحویوں کی ایک جماعت کا ہے جیسے زجاجی' ابن سراج وغیرہ کا جبکہ امام اخفش اور کسائی نے (اِنَّمَا زَیْدًا قَائِمٌ) کہا ہے یعنی (ما) آنے کے باوجود اِنَّ وغیرہ کو عمل دینا بیان کیا ہے جبکہ صحیح مسلک اول ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ (مَا) آنے پر صرف لَیْتَ عمل کرتا ہے۔ اور جو امام اخفش اور کسائی نے بیان کیا ہے وہ شاذ ہے۔ اور ہم نے غیر موصولہ بول کر مَا۔موصولہ سے احتراز کیا ہے چونکہ وہ عمل نہیں روکتا ہے بلکہ اس کے ہوتے ہوئے عمل جاری رہتا ہے' اور موصولہ سے مراد بمعنی الذی ہے جیسے (اِنَّ مَا عِنْدَكَ حَسَنٌ) اَیْ اِنَّ الَّذِیْ عِنْدَكَ حَسَنٌ— اور وہ (ما) ہے جو مصدر مقدر کے ساتھ ہوتا ہے جیسے (اِنَّ مَافَعَلْتَ حَسَنٌ -- اَیْ اِنَّ فِعْلَكَ حَسَنٌ)۔

---○○○---

وجائزٌ رفعُکَ معطوفاً علی منصوبِ إنَّ بعدَ أنْ تستکملا

ترجمہ: اِنَّ کے اپنا معمول مکمل کر لینے کے بعد معطوف آئے تو اِنَّ کے منصوب (اسم) پر عطف ڈال کر مرفوع پڑھنا جائز ہے۔

(ش) یعنی جب اِنَّ کے اسم و خبر کے بعد (حرف) عاطف آئے تو اس کے بعد والے اسم میں دو طریقے جائز ہیں۔

نمبر۱:۔ نصب اسمِ اِنَّ پر عطف کرتے ہوئے جیسے (اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وَعَمْرًا)

نمبر۲: رفع جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو اب اس مرفوع کی وجہ میں اختلاف ہے مشہور یوں ہے کہ یہ اسمِ اِنَّ کے محل پر معطوف ہے (چونکہ اسمِ اِنَّ محل کے اعتبار سے بطور مبتدا مرفوع ہے) اور کلامِ مصنف سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ایک دوسری قوم اس طرف گئی ہے کہ یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے۔ (وَعَمْرٌو کَذَالِکَ) اور یہی صحیح ہے۔اور اگر معطوف۔اِنَّ کے جملہ مکمل ہونے سے قبل آئے تو جمہور نحویوں کے نزدیک معطوف پر نصب متعین ہوگی۔اس لئے آپ بولیں گے اِنَّ زَیْدًا وَعَمْرًا قَائِمَانِ — وَاِنَّکَ وَزَیْدًا ذَاهِبَانِ — اور بعض نے رفع بھی جائز کہا ہے۔

---ooo---

وَأُلْحِقَتْ بِاِنَّ لٰکِنَّ وَاَنْ مِنْ دُوْنِ لَیْتَ وَلَعَلَّ وَکَاَنَّ

ترجمہ: لَیْتَ، لَعَلَّ اور کَاَنَّ کے علاوہ اَنَّ اور لٰکِنَّ کے جملہ مکمل ہونے کے بعد آنے والے معطوف کا وہی حکم ہوگا جو اِنَّ کے جملہ کے بعد والے معطوف کا ہے۔

(ش) اَنَّ مفتوحہ اور لٰکِنَّ کے اسموں پر عطف کا حکم اِنَّ مکسورہ والا ہے۔آپ بولیں گے عَلِمْتُ اَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو عَمْرًا کے رفع اور نصب کے ساتھ۔اور بولیں گے عَلِمْتُ اَنَّ زَیْدًا وَعَمْرًا قَائِمَانِ صرف نصب کے ساتھ جمہور کے مذہب کے مطابق اور اسی طرح مَا زَیْدٌ قَائِمًا لٰکِنَّ عَمْرًا مُنْطَلِقٌ وَخَالِدًا خَالِدٌ کے رفع و نصب کے

ساتھ اور مَا زَیْدٌ قَائِمًا لٰکِنَّ عَمْرًا وَ خَالِدٌ مُنْطَلِقَانِ فقط نصب کے ساتھ۔

لَیْتَ، لَعَلَّ اور کَاَنَّ کے ساتھ تو صرف نصب ہوگی۔ معطوف مقدم ہو یا موخر۔ جیسے آپ بولیں لَیْتَ زَیْدًا وَ عَمْرًا قَائِمَانِ۔ وَ لَیْتَ زَیْدًا قَائِمٌ وَ عَمْرًا۔ دونوں مثالوں میں عمرو کے نصب کے ساتھ جب کہ عمرو کا رفع جائز نہیں ہے اور اسی طرح کَاَنَّ اور لَعَلَّ کا حکم ہے۔ جبکہ فرا نے ان تینوں (لَیْتَ، لَعَلَّ کَاَنَّ) میں رفع جائز کہا ہے خواہ مقدم ہو یا موخر۔

---ooo---

وَ خُفِّفَتْ اِنَّ فَقَلَّ الْعَمَلُ وَ تُلْزَمُ اللَّامُ اِذَا مَا تُهْمَلُ

ترجمہ: جب (اِنَّ مشددسے) مخفف ہوتا ہے (جیسے اِنْ) تو عمل قلیل ہو جاتا ہے۔ اور جب (اِنْ) مہمل (غیر عامل) ہو تو (خبر پر) لام کا آنا لازمی ہے۔

وَ رُبَّمَا اُسْتُغْنِيَ عَنْهَا اِنْ بَدَا مَا نَاطِقٌ اَرَادَهُ مُعْتَمِدًا

ترجمہ: اگر بولنے والے کی بات واضح ہو جس کا اعتماد کرتے ہوئے اسنے ارادہ کیا ہے بسا اوقات (خبر) لام سے مستغنی ہوتی ہے

(ش) جب اِنْ مخففہ ہو تو لسان عرب میں اکثر مہمل اور غیر عامل ہوتا ہے جیسے اِنْ زَیْدٌ لَقَائِمٌ۔ اور جب مہمل ہو تو (اس کی خبر پر) لام کا آنا لازم ہو جاتا ہے تاکہ اِنْ نافیہ اور غیر نافیہ میں فرق واضح ہو سکے اور (اِنْ غیر نافیہ) کا عمل قلیل ہوتا ہے اور اس صورت میں لام کا آنا لازمی نہیں ہے جیسے اِنْ زَیْدًا قَائِمٌ۔ اور امام اخفش اور سیبویہ نے اِنْ غیر نافیہ کا عمل بیان کیا ہے۔ اور مذکورہ صورت میں لام کے لازم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اِنْ نافیہ سے خلط ملط نہیں ہوتا چونکہ اِنْ نافیہ نہ اسم کو نصب دیتا ہے اور نہ خبر کو رفع۔ اِنْ نافیہ سے اختلاط اس وقت ہوتا ہے جب اِنْ غیر نافیہ مہمل ہو اور مقصود واضح نہ ہو۔ اور اگر مقصود واضح ہوگا تو لام کی کوئی ضرورت نہ رہے گی۔ جیسے کہ ابو نصر

وَنَحْنُ اُبَاةُ (۱) الضَّيْمِ (۲) مِنْ اٰلِ مَالِكٍ وَاِنْ مَالِكٌ كَانَتْ كِرَامَ الْمَعَادِنِ

الشاھد فیہ – وَاِنْ مَالِكٌ كَانَتْ – كَانَتْ خبرِ اِنْ ہے اور بغیر لام ابتدا کے ہے۔

ترجمہ : ہم آل مالک سے ہیں اور ظلم کے منکر ہیں اور مالک تو ایک معزز و اصول پسند خاندان کا بانی تھا۔

تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ وَاِنْ مَالِكٌ لَكَانَتْ چونکہ یہ اِنْ نافیہ سے خلط ملط نہ ہوتا تھا اس لئے لام حذف کر دی گئی۔ چونکہ اس کا معنی (واضح) اثبات کا تھا اور اس کے قول (وَرُبَّمَا اُسْتُغْنِيَ عَنْهَا اِنْ بَدَا – اِلَى اٰخِرِ الْبَيْتِ) سے یہی مراد ہے۔ نحویوں نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ یہ لام ابتدا ہے جو اِنْ نافیہ اور اِنْ مخففہ مِنَ الْمُثَقَّلَة میں فرق کے لئے آیا ہے۔ یا کوئی دوسرا لام ہے جو فرق کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ امام سیبویہ کی کلام ظاہر کرتی ہے کہ یہ لام ابتدا ہے جو فرق کے لئے آتا ہے۔

فائدہ اختلاف : ابن ابی العافیہ اور ابن لاخضر کے درمیان موجود اس اختلاف کا فائدہ تب ظاہر ہوتا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول (قَدْعَلِمْنَا اِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا) کو پڑھتے ہیں۔ اب جو صاحب لامِ ابتدا مانتے ہیں وہ وجوباً اِنْ کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور جو دوسری لام مانتے ہیں جو محض فرق کے لئے آتی ہے وہ فتح کے ساتھ اَنْ پڑھتے ہیں۔ اور ویسے یہ اختلاف اس سے قبل اخفش صغیر ابوالحسن علی بن سلیمان بغدادی اور ابو علی الفارسی کے درمیان موجود رہا ہے۔ امام فارسی کہتے ہیں کہ یہ لامِ ابتدا کے علاوہ دوسرا لام ہے جو فرق کے لئے آیا ہے۔ اور یہی بات ابن ابی العافیہ نے کہی ہے۔ جب کہ امام اخفش صغیر نے اسے لامِ ابتداء کہا ہے جو فرق کے لئے آیا ہے اور ابن اخضر بھی ایسے ہی کہتے ہیں۔

--- ○ ○ ○ ---

(۱) [illegible] کی بمعنی انکار کرنے والا۔ (۲) ظلم

وَالْفِعْلُ اِنْ لَمْ يَكُ نَاسِخًا فَلَا تُلْفِيهِ غَالِبًا بِاِنْ ذِی مُوْصِلَا

ترجمہ: اور اگر فعل ناسخ (لِلْاِبْتِدَا) نہ ہوگا تو آپ غالب طور پر اِنْ مخففہ نہیں پائیں گے (یعنی عام طور پر اِنْ مخففہ کے بعد افعال ناسخہ لِلْاِبْتِدَا آتے ہوتے ہیں اور قلیل طور پر غیر ناسخہ لِلْاِبْتِدَا آتے ہیں۔)

(ش) جب اِنْ مخففہ ہو تو اس کے ساتھ صرف افعال ناسخہ للابتدا آتے ہوتے ہیں جیسے کَانَ وَ اَخَوَاتُھَا وَ ظَنَّ وَ اَخَوَاتُھا جیسے قولہ تعالیٰ (وَاِنْ کَانَتْ لَکَبِیْرَۃً اِلَّا عَلَی الَّذِیْنَ ھَدَی اللہُ) وَ (اِنْ یَکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ) وَ (وِاِنْ وَجَدْنَا اَکْثَرَھُمْ لَفَاسِقِیْنَ) ویسے قلیل طور پر غیر ناسخ افعال آجاتے ہیں۔ اور مصنف نے (غَالِبًا) بول کر اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایسے ہی بعض عرب کا قول ہے۔ اِنْ یَزِیْنُکَ لَنَفْسُکَ ــ وَ ــ اِنْ یَشِیْنُکَ لَھِیَہْ (یعنی اگر تجھے خوبصورت بنا کر دکھاتا ہے تو تیرا نفس ہے اور اگر بدصورت بنا کر دکھاتا ہے تو بھی وہی ہے) اور ایسے ہی قول ہے۔ اِنْ قَنَّعْتَ کَاتِبَکَ لَسَوْطًا۔ (یعنی اگر آپ اپنے غلام کو قناعت پسند بنانا چاہتے ہیں تو لاٹھی استعمال کیجئے)۔ اور امام اخفش نے اجازت دی ہے (اِنْ قَامَ لَاَنَا) کہنے کی (یعنی اِنْ مخففہ کے ساتھ غیر ناسخ فعل بھی آسکتا ہے) ایسے ہی عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل قریشیہ کا شعر ہے۔

شَلَّتْ یَمِیْنُکَ اِنْ قَتَلْتَ لَمُسْلِمًا حَلَّتْ عَلَیْکَ عُقُوْبَۃُ الْمُتَعَمِّدِ

الشاھد فیہ ــ اِنْ قَتَلْتَ لَمُسْلِمًا ــ اِنْ مخففہ کے ساتھ فعل (قَتَلْتَ) غیر ناسخ لِلْابتدا آیا ہے۔

ترجمہ: (اے قاتل) تیرا دایاں ہاتھ شل ہو جائے تو نے یقیناً ایک مسلمان کو قتل کیا ہے تجھ پر متعمد کی جہنم واجب ہو چکی ہے یعنی تجھے قتل عمد کی سزا ہوگی۔

--- ○○○ ---

وَاِنْ تُخَفَّفْ اَنَّ فَاسْمُھَا اسْتَکَنْ وَالْخَبَرَ اجْعَلْ جُمْلَۃً مِنْ بَعْدِ اَنْ

ترجمہ: اور اگر اَنَّ سے مخففہ (اَنْ) ہو تو اس کا اسم مقدر جان اور اَنْ کے بعد والے جملہ کو اس کی خبر بنا۔

(ش) جب اَنَّ مفتوحہ سے اَنْ مخففہ آئے تو اس کا پہلے والا عمل باقی رہتا ہے۔ البتہ اس کا اسم محذوف ضمیر شان ہوتی ہے اور اس کی خبر صرف جملہ ہوتی ہے (یعنی غیر جملہ نہیں ہوتی) جیسے عَلِمْتُ اَنْ زَیْدٌ قَائِمٌ اس میں اَنْ مثقلہ سے مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ضمیر شان ہے اور تقدیر یوں ہے۔ (اَنَّہ) اور (زَیْدٌ قَائِمٌ) جملہ ہوکر خبر اَنْ رفع کی جگہ میں ہے۔ اور تقدیر ہے (عَلِمْتُ اَنَّہٗ زَیْدٌ قَائِمٌ) اور کبھی کبھی اس کا اسم ظاہر آتا ہے اور ضمیر شان نہیں ہوتا جیسے کہ ایک غیر معروف شاعر کا شعر ہے۔

فَلَوْ اَنْكِ فِيْ يَوْمِ الرَّخَاءِ سَأَلْتِنِيْ طَلَاقَكِ لَمْ اَبْخَلْ وَ اَنْتِ صَدِيْقُ

الشاھدفیہ — اَنْكِ — اَنْ مخففہ کا اسم ظاہر ہے اور غیر ضمیر شان ہے۔

ترجمہ: اگر تو خوشحالی کے دنوں میں مجھ سے طلاق کا سوال کرتی تو میں طلاق دینے سے بخل نہ کرتا (بلکہ دے دیتا) چونکہ تو میری محبوبہ تھی (اور محبوبہ کی بات ٹالی نہیں جا سکتی)

---ooo---

وَاِنْ يَكُنْ فِعْلًا وَ لَمْ يَكُنْ دُعَا وَلَمْ يَكُنْ تَصْرِيْفُهٗ مُمْتَنِعَا

ترجمہ: اور اگر اَنْ کی خبر فعل متصرف غیر دعا ہو تو

فَالْاَحْسَنُ الْفَصْلُ بِقَدْ اَوْ نَفْيٍ اَوْ تَنْفِيْسٍ اَوْ لَوْ وَقَلِيْلٌ ذِكْرُ لَوْ

ترجمہ: احسن یہ ہے کہ لفظ قَدْ یا نفی یا سین یا سَوْفَ یا لَوْ کے ساتھ فاصلہ ہو اور لفظ لَوْ کا ذکر قلیل ہی ہوتا ہے۔

(ش) جب اَنْ مخففہ کی خبر جملہ اسمیہ ہو تو کسی حرفِ فاصل کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے آپ بولیں عَلِمْتُ اَنْ زَیْدٌ قَائِمٌ۔ اس میں اَنْ اور اس کی خبر کے درمیان کوئی

حرف فاصل نہیں ہے البتہ جب نفی مقصود ہو تو حرفِ نفی فاصل بن جاتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ (وَاَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ) اور اگر اَنْ کی خبر جملہ فعلیہ ہو تو۔ وہ فعلِ متصرف ہو گا یا غیر متصرف۔ اگر غیر متصرف ہو گا تو اسکے اور اَنْ کے درمیان فاصل نہیں آئے گا۔ جیسے قولہ تعالیٰ (وَاَنْ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى) وَ (اَنْ عَسٰى اَنْ يَكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ) اور اگر فعل متصرف ہو گا تو پھر یا تو دعا ہو گا یا غیر دعا اگر دعا ہو گا تو بھی فاصل نہیں آئے گا جیسے قولہ تعالیٰ (وَالْخَامِسَةَ اَنْ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهَا) یہ اس کی قرأت کے مطابق ہے جس نے صیغہ ماضی کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اگر غیر دعا ہو گا تو ایک قوم نے کہا ہے کہ واجب ہے کہ اس میں فصل ہو ماسوائے قلیل کے اور مصنف سمیت ایک فرقہ نے کہا ہے فصل اور ترک دونوں جائز ہیں اور احسن فصل ہے اور فاصل درج ذیل چار چیزوں سے کوئی ایک ہوگی۔

فاصلِ اول: لفظ قد ہو گا۔ جیسے قولہ تعالیٰ۔ (وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا) فاصلِ ثانی: حرفِ تنفیس (یعنی سین یا سوف) جیسے مثال سین قولہ تعالیٰ (عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى) مثالِ سوف ایک غیر متعین شاعر کا شعر ہے۔

وَاعْلَمْ فَعِلْمُ الْمَرْءِ يَنْفَعُهُ   اَنْ سَوْفَ يَاْتِيْ كُلُّ مَاقُدِّرَا

الشاهد فيه - اَنْ سَوْفَ يَاْتِيْ - اَنْ کے بعد سَوْفَ فعل يَاْتِيْ اور اَنْ کے درمیان۔ فاصل بنا ہے

ترجمہ: جان رکھو کہ بندے کا علم اسکو نفع دیتا ہے ویسے بلا شک جو شئی مقدر کا ہے وہ مل کر رہے گا۔

تعالیٰ (وَ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَی الطَّرِیْقَةِ) و (اَنْ لَّوْ نَشَاءُ اَصَبْنَاھُمْ بِذُنُوْبِھِمْ) اور بغیر فاصل کی مثال میں ایک غیر متعین شاعر کا شعر ہے ۔

عَلِمُوْا اَنْ یُؤَمَّلُوْنَ فَجَادُوْا (۲) قَبْلَ اَنْ یُسْئَلُوْا بِاَعْظَمِ (۳) سُؤْلٍ

الشاھد فیہ -- اَنْ یُؤَمَّلُوْنَ -- اس میں یُؤَمَّلُوْنَ بغیر فاصل کے اَنْ کی خبر بنا ہے

ترجمہ : انہوں نے معلوم کرلیا کہ ان سے امید لگائی گئی ہے تو انہوں نے کسی بڑے سوال سے قبل ہی سخاوت شروع کر دی ۔

ایسے ہی قولہ تعالیٰ (لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُتِمُّ الرَّضَاعَةَ) اس کی قراءت کے مطابق جس نے (یُتِمُّ) کو رفع سے پڑھا ہے اور اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ اَنْ مخففہ نہیں ہے بلکہ ناصبہ ہے اور یہاں پر مضارع شاذ طور پر مرفوع ہے ۔

--- ○○○---

وَخُفِّفَتْ كَاَنَّ اَیْضًا فَنُوِیْ مَنْصُوْبُھَا وَ ثَابِتًا اَیْضًا رُوِیْ

ترجمہ : کَاَنَّ کو تخفیف سے (کَاَنْ) پڑھا گیا ہے اور اس کا (اسم) منصوب محذوف ہوتا ہے اور ثابت رکھنا بھی مروی ہے ۔

(ش) جب کَاَنْ کو مخفف پڑھا جائے گا تو اس کا اسم محذوف ہو گا اور خبر جملہ اسمیہ ہوگی (جیسے کَاَنْ زَیْدٌ قَائِمٌ) یا فعلیہ لَمْ کے ساتھ ہوگی (جیسے قولہ تعالیٰ (کَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ) یا فعلیہ قد کے ساتھ ہوگی جیسے نابغہ ذبیانی کا شعر ہے ۔

اَفِدَ التَّرَحُّلُ غَیْرَ اَنَّ رِکَابَنَا لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَکَاَنْ قَدْ

الشاھد فیہ -- کَاَنْ قَدْ جو اصل میں کَاَنْ قَدْ زَالَتْ ہے تو اس میں کَاَنْ کے بعد قَدْ والا فعل آیا ہے ۔

---

(۱) ان سے سوال کرنے سے (۲) انہوں نے سخاوت کی (۳) بڑے سوال سے قبل ہی

ترجمہ: کوچ کا وقت قریب آ گیا ہے جبکہ کجاوے ہماری سواریوں کے اوپر ہی ہیں (وہ بہت جلد اتار لئے جائیں گے) گویا وہ اتار ہی لئے گئے ہیں۔

أَيْ وَكَأَنْ قَدْ زَالَتْ - ان مثالوں میں کَأَنْ کا اسم محذوف ہے اور وہ ضمیر شان ہے اور تقدیر عبارت ہے (كَأَنَّهُ زَيْدٌ قَائِمٌ) وَ (كَأَنَّهُ لَمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ) وَ (كَأَنَّهُ قَدْ زَالَتْ)

اور بعد والا جملہ اس کی خبر ہے اور مصنف کے قول (فَنَوِ مَنْصُوبُهَا) کا یہی مطلب ہے اور (ثَابِتًا أَيْضًا رُوِيَ) سے اشارہ اس طرف ہے کہ اس کا اسم بجائے محذوف کے ظاہر بھی منقول ہے لیکن بہت قلیل۔ جیسے کہ ایک غیر معروف شاعر کا شعر ہے۔

وَصَدْرٍ مُشْرِقِ (۱) النَّحْرِ كَأَنْ ثَدْيَيْهِ حُقَّانِ

(۲) الشاهد فيه - كَأَنْ ثَدْيَيْهِ - كَأَنْ کا اسم ثَدْيَيْهِ ظاہر آ گیا ہے۔

ترجمہ: کئی سینے ایسے ہوتے ہیں اور ان کے ہار پہننے کی جگہ چمکتی ہوتی ہے گویا ان کے پستان ہاتھی دانت کے بنے ہوئے دو گول برتن ہیں۔

اس میں ثَدْيَيْهِ - كَأَنْ کا اسم ہے اور تثنیہ ہونے کی وجہ سے یا کے ساتھ منصوب ہے اور حُقَّانِ كَأَنْ کی خبر ہے۔ اور ثَدْيَاهُ حُقَّانِ بھی نقل کیا گیا ہے اس صورت میں كَأَنْ کا اسم محذوف ضمیر شان ہوگی اور تقدیر عبارت ہوگی (كَأَنْ ثَدْيَاهُ حُقَّانِ) اب اس میں (ثَدْيَاهُ حُقَّانِ) مبتدا خبر جملہ اسمیہ ہو کر كَأَنْ کی خبر بنتی ہے اور رفع کی جگہ میں ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ (ثَدْيَاهُ) كَأَنْ کا اسم ہو اور الف کے ساتھ آیا ہو اس کی لغت کے مطابق جس نے تمام احوال میں مثنی بالالف ہی پڑھا ہے۔

الحمد للہ آسان الفیہ و شرح ابن عقیل اردو کا جزء اول مکمل ہوا جب کہ جزء ثانی لاء نفی جنس سے شروع ہوگا۔ (انشاء اللہ)

ملنے کے پتے

- ادارہ منشورات اسلامی بالمقابل منصورہ ملتان روڈ لاہور
- مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور
- اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور
- نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
- مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور
- مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
- نعمانی کتب خانہ اردو بازار گوجرانوالہ

خوشخبری
عربی مدارس کے طلبہ کے لئے
عربی گرامر کی مشکل ترین کتاب "الفیہ و شرح ابن عقیل" کا اُردو ترجمہ
آسان الفیہ و شرح ابن عقیل (اُردو)
بقلم اُستاذ
قاری جاوید انور صدیقی
سابق استاذ جامعہ سلفیہ فیصل آباد
حال " جامعہ عربیہ گوجرانوالہ
اگر الفیہ و شرح ابن عقیل پڑھنے والے اپنی سب تشنگیاں دور کرنی ہوں
اگر اشعار کے غریب الفاظ کا ترجمہ معلوم کرنا ہو
اگر اشعار کے محل استشہاد اور وجوہ استشہاد کو جاننا ہو
اگر الفیہ و شرح کے اشعار اور مثالوں کا اعراب معلوم کرنا ہو۔
اگر الفیہ و شرح ابن عقیل کا آسان عام فہم و سلیس اردو ترجمہ دیکھنا ہو
اگر کم وقت میں زیادہ فائدہ کی تمنا ہو۔
تو
اس کتاب کو حاصل کیجئے
یہ الفیہ و شرح ابن عقیل کو آسان ترین بنانے کی کامیاب کوشش ہے۔
اس سے جہاں طلبہ کے لئے استفادہ آسان ہوا ہے، وہاں اہل علم و مدرسین کے لئے بھی بہت مفید ہے۔
جو لوگ الفیہ و شرح ابن عقیل اور مشکل کو لازم و ملزوم سمجھ کر اس سے مستفید نہ ہوتے تھے اس نے ان کا عذر ختم کر دیا ہے
اس لئے اس کتاب کو حاصل کرکے اس سے استفادہ کیجئے
حفیظ الرحمٰن لکھوی مدیر : عبدالرحمٰن ضیاء شیخ الحدیث جامعہ ابن تیمیہ لاہور
محمد انور قاسمی مہتمم محمد عارف شیخ الحدیث جامعہ عربیہ گوجرانوالہ
ملنے کے پتے
مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
مکتبہ دار السلام " " مکتبہ رحمانیہ " " مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
نعمانی کتب خانہ اردو بازار گوجرانوالہ
شائع کردہ : مکتبہ صدیقیہ نزد مسجد اہلحدیث صدر بازار لاہور
فون : 6661258
(اے ایس پرنٹرز گوالمنڈی)